مکمل و مدلل

حبیب الفتاویٰ

جدید ترتیب تعلیق و تخریج



تالیف

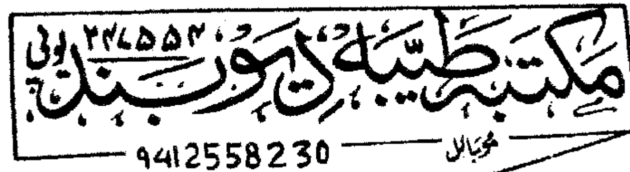
حبیب الامت عارف باللہ

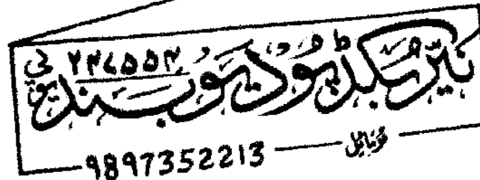
ناشر مکتبہ طلبہ دیوبند یوپی

تفصیلات

نام کتاب	:	مکمل ومدلل حبیب الفتاویٰ (جلد ہفتم)
نام مصنف	:	حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم
باہتمام	:	محمد طیب قاسمی مظفرنگری
کمپوزنگ	:	سیّد عبدالعلیم ۔7017984091-6396271354
سن اشاعت	:	ستمبر 2020
ناشر	:	مکتبہ طیبہ دیو بند۔ 9412558230

ملنے کے پتے





whatsapp: 9897352213

Mob: 9557571573

عرض ناشر

دیوبند جو علوم وفنون کا مرکز ہے یہاں کتب خانے ہمیشہ سے دینی کتابوں کی اشاعت میں پیش پیش رہے ہیں۔

انہیں کتب خانوں میں ایک کتب خانہ **مکتبہ طیبہ** بھی ہے جس نے آغاز سے نہایت اہم موضوعات تفسیر، حدیث فقہ وفتاویٰ پر منتخب کتابیں شائع کرنے کی تاریخ رقم کی ہے۔

مکتبہ طیبہ آج یہ اطلاع دیتے ہوئے اللہ کا شکر ادا کر رہا ہے حبیب الفتاویٰ مکمل مدلل جدید ترتیب تعلیق تخریج کے ساتھ شائع کرنے جا رہا ہے۔ یہ مجموعہ فتاویٰ اس شخصیت کے قلم سے ہے جو نہ صرف دار العلوم دیوبند کے فارغ، بلکہ حضرت مفتی اعظم مولانا محمود حسن گنگوہی صاحب کے خصوصی شاگرد ہیں بلکہ آپ کے معتمد خاص اور مجاز ہیں۔

ہمیں یقین ہے کہ فقہ وفتاویٰ کی دنیا میں، اس مجموعہ فتاویٰ سے ایک گرانقدر اضافہ ہوگا۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ جب اس نے اس کی اشاعت کی توفیق دی ہے تو اسے زیادہ سے زیادہ قبولیت سے نوازے، آمین۔

محمد طیب قاسمی مظفرنگری

21/ اگست 2020

مکتبہ طیبہ دیوبند یوپی ۲۴۷۵۵۴
موبائل 9412558230



JAMIA ISLAMIA DARUL ULOOM MUHAZZABPUR, P.O. SANJARPUR
DISTT. AZAMGARH Pin: 223227 (U.P.) INDIA
Mob: 0091 9450546400 Email: muftihabibullahqasmi@yahoo.com

محترم المقام مولانا محمد طیب صاحب قاسمی زید مجدہم!
مالک مکتبہ طیبہ دیوبند

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ مزاج گرامی بخیر وعافیت ہوگا۔

مختلف زمانوں اور اوقات میں دین وشریعت کے مسائل ایک عرصہ سے مجھ سے معلوم کیے جاتے رہے اور ان کے جوابات بھی قرآن وحدیث اور بزرگ فقہاء کرام کی تحقیقات کی روشنی میں دئے جاتے رہے۔

میرے ایک دوست نے انھیں مرتب کیا اور پھر یہ فتاوے "حبیب الفتاویٰ" کے عنوان سے شائع بھی ہوئے اور بحمد اللہ مقبول بھی ہوئے۔

یہ معلوم کرکے بے حد مسرت ہوئی کہ آپ اپنے کتب خانہ "مکتبہ طیبہ دیوبند" سے اس کو شائع کرنا چاہتے ہیں، میں آپ کا شکر گزار ہوں اور بصد خوشی آپ کو اس کی طباعت واشاعت اور اس کے مالکانہ حقوق کی اجازت دیتا ہوں بلکہ اس کی اشاعت کی مقبولیت اور محبوبیت کے لئے دعا گو بھی ہوں۔

والسلام

۱۷ محرم الحرام
۱۴۳۴ھ



من كبار فضلاء دار العلوم ديوبند الهند، شيخ الحديث و صدر مفتي المؤسس ورئيس الجامعة الاسلامية مهذب فور اعظم جراه اتر ابراديش الهند، ورئيس دارالافتا والقضاء والبحوث الاسلاميه، و صاحب الفتاوىٰ المسمى "بحبيب الفتاوىٰ" والمقالات العلميه والفقهيه والتصانيف المتد واله، وعضو المجمع الفقه الاسلامي الهند، وصاحب الدعوة والارشاد المجاز من كبار مشائخ الهندية

اجمالی فہرست

✪✪✪

فہرست مضامین

✪✪✪✪

کتاب الأشتات

چار جماعتیں ایسی ہیں جن کی نہ دعا قبول ہوتی ہے اور نہ ہی بد دعا

سوال: خدمت عالی میں ایک مسئلہ درپیش ہے امید کہ اطمینان بخش جواب عنایت فرمائیں گے۔

حال ہی میں ایک عالم دین (علامہ نور محمد ٹانڈوی مرحوم) نے دوران تقریر کہا کہ چار جماعتیں چار پارٹیاں ایسی ہیں جن کی نہ دعا قبول نہ بد دعا قبول ان میں سے دو کے ناموں کے شروع میں حرف ''ر'' ہے اور دو کے ناموں کے درمیان حرف ''ز'' اور ''ر'' ہے (۱) رافضی۔ (۲) رضاخانی۔ (۳) مرزائی۔ (۴) عورت۔ سوال یہ ہے کہ مرزائیوں کو تو غیر مسلم قرار دیا گیا ہے ان کے علاوہ تین کے بارے میں مقرر مذکور کا قول قرآن وسنت سے کہاں تک موافق ہے کیا عورت کے متعلق کسی حدیث یا قابل ذکر فقہی مسلک سے یہ ثابت ہے کہ ان کی دعا یا بد دعا قبول نہیں ہوتی۔

الجواب: حامداً ومصلیاً

ضابطہ کی بات یہ ہے کہ ہر کلام کا ذمہ دار اس کا متکلم ہوتا ہے لہٰذا اس کی صحت وسقم کے متعلق اگر کوئی سوال ہو تو اس میں متکلم کی طرف ہی رجوع کرنا چاہئے اور متکلم سے ہی جواب لینا چاہئے اور مسئول اسی کو بنانا چاہئے نیز متکلم جب کہ زندہ ہے پھر کوئی دقت نہیں باقی میرے علم ناقص میں کوئی ایسی روایت وغیرہ نہیں ہے جس سے بظاہر ان کی تائید ہو۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

اجلاس کے آغاز میں وندے ماترم پڑھنا کیسا ہے؟

سوال: جناب عالی ایک استفتاء ارسال خدمت ہے مہربانی فرما کر جواب سے سرفرازیں:

کیافرماتے ہیں علماء دین مفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ بمبئی میونسپل کارپوریشن کے اجلاس کا آغاز قومی گیت، وندے ماترم سے ہوتا ہے اور اراکین کھڑے ہو کر اس گیت کے الفاظ کو بلند آواز سے پڑھتے ہیں لفظ وندے ماترم کے معنی لغوی مادر وطن کو سلام کرنا مادر وطن کی تعظیم کرنا یا مادر وطن کی پرستش پوجا کرنا بھی ہے لیکن جس وقت یہ گیت بلند آواز پڑھا جاتا ہے اس وقت پوجا پاٹ کا تو کوئی سوال ہی نہیں ہوتا کیونکہ اس وقت نہ کوئی ہاتھ باندھتا ہے نہ ہاتھ جوڑتا ہے اور نہ کوئی سر جھکاتا ہے بلکہ اس کے پس پردہ مقصد خدا کی بنائی ہوئی زمین کا وہ ٹکڑا جس میں ہمارا رہنا سہنا ہے اس سرزمین کی تعظیم وتوصیف کرنا ہوتی ہے اس وندے ماترم گیت کے الفاظ کا اصل اردو ترجمہ یہ ہے۔

(۱) میں اپنی مادر وطن کی تعظیم کرتا ہوں (۲) جس کی خاک سے بے شمار چشمے نکلتے ہیں اور پھل اگتے ہیں (۳) جس میں پہاڑوں سے آئی ہوئی ٹھنڈی ہوائیں چلتی ہیں (۴) جو ہری بھری فصلوں سے پر ہے (۵) جو بھر پور خاندانی سے بکھری ہوئی (شفاف) سرشاررات کے مانند ہے (۶) جو پھولوں سے لدی ہوئی اور شاداب (۷) درختوں اور سبزہ زاروں سے پر ہے (۸) اس کا چہرہ مسکراتا ہوا ہے (۹) اور اس کی زبان شیریں ودلکش ہے۔(۱۰) وہ مسرت اور آرزؤں سے پر ہے۔(۱۱) (آخر میں) اے مادر وطن میں تیری ان خصوصیات کی بنا پر تجھے سلام کرتا ہوں۔

نوٹ: وندے ماترم اس لفظ کا ترجمہ جو پہلی سطر میں دیا گیا ہے سنسکرت کی مشہور لغت جو دی ایس، آئی، اے نے مرتب کی ہے اس سے لیا گیا ہے۔

جناب عالی کیوں کہ کارپوریشن میں ہندو مسلم ووٹرس کے مسلم نمائندے بھی ہیں لہٰذا اس

کے ساتھ انہیں بھی یہ گیت پڑھنا ضروری ہوجاتا ہے لہٰذا شرعی نقطہ نگاہ اس سلسلے میں بیان فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

اعلیٰ وافضل بات تو یہ ہے کہ حتی الوسع اس قسم کی مجالس کی شرکت سے احتراز کریں تاکہ ان کلمات کے پڑھنے کی نوبت نہ آئے لیکن بدرجہ مجبوری اگر شرکت کرنی پڑے تو مذکورہ فی السوال کلمات کے پڑھنے پر کفر کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا چونکہ وندے ماترم کے معنی جہاں وطن کی پوجا کرنے کے ہیں وہیں دوسرے معانی بھی ہیں لہٰذا پڑھنے والا جو معنی مراد لے اسی اعتبار سے اس کا حکم ہوگا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) إذا سمعتهم آيات الله يكفر بها ويستهزأ بها فلا تقعدوا معهم حتى يخوضو فى حديث غيره (سورة النساء: ۱۴۰)۔ وفى تفسير الطبرى: وفى هذه الآية الدلالة الواضحة على النهى عن مجالسة أهل الباطل من كل نوع، من المبتدعة والفسقة عند خوضهم فى باطلهم۔ (تفسير الطبرى تحت آية: ۱۴۰۔ سورة النساء)۔

وفى تفسير القرطبى تحت هذه الآية: فكل من جلس فى مجلس معصية ولم ينكر عليهم يكون معهم فى الوزر سواءاً وينبغي أن ينكر عليهم إذا تكلموا بالعصية وعملوا بها فإن لم يقدر على النكير عليهم فينبغي أن يقوم عنهم حتى لا يكون من أهل هذه الآية۔ (تفسير القرطبنى تحت سورة النساء: ۱۴۰)۔

(۲) وإذا رأيت الذين يخوضون فى آيٰتنا فاعرض عنهم حتى يخوضوا فى حديث غيره (سورة الانعام: ۶۸)۔ وفى تفسير ودلّ بهذا على أنّ الرجل إذا علم من الآخر منكراً وعلم أنّه لا يقبل منه فعليه أن يعرض عنه إعراض منكر ولا يقبل

علیه... وقال ابن العربی: وهذا دلیل علی أن مجالسة أهل الکبائر لا کل۔ (تفسیر القرطبی: تحت آیة: ۶۸۔ من سورة الانعام)۔

(۳) وکل قول جاء ینفی الکفر: ۴۱۔ عن مسلم ولو ضعیفاً احری: السابعة: الکفر شیئ عظیم فلا اجعل المؤمن کافراً متی وجدت روایة أنه لا یکفر ثم قاله والذی تحرز أنّه لا یفتی لکفر مسلم امکن حمل کلامه علی محمل حسن أو کان فی کفر اختلاف ولو روایة ضعیفه۔ (شرح عقود ارا سم المفتی ص۳۱)۔ مرکز توعیة الفقه الإسلامی حیدر آباد۔

(۴) یجب أن یعلم أنّه إذا کان فی المسئلة وجوه توجب التکفیر وجه واحد یمنع التکفیر فعلی المفتی أن یمیل إلی الوجه الذی یمنع التکفیر تحسینا للظن بالمسلم۔ (تاتارخانیه ص: ۲۸۲۔ ۲۸۱۔ ج:۷) زکریا۔

(۵) إنّ المسئلة المتعلقة بالکفر إذا کان لها تسع وتسعون احتمالاً للکفر واحتمال واحد فی نفسیه والأولی للمفتی والقاضی أن یعمل بالاحتمال النافی۔ (شرح فقه الأکبر ص:۱۹۹) اشرفی بک ڈپو دیوبند۔

سوال: چند مسائل خدمت میں حاضر ہیں امید کہ سوال کی حیثیت سے قرآن وسنت وتاریخ کی روشنی میں اطمینان بخش جواب ارسال فرمائیں گے۔

سورۂ آل عمران کا زمانۂ نزول

سوال: سورۂ آل عمران کا زمانہ نزول تاریخ کی حیثیت سے کون سا سن ہجری ہے اور یہ سورت کتنے اجزاءِ تقریر پر مشتمل ہے اور ہر اجزاءِ تقریر میں کتنے رکوع آتے ہیں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

سوال میں جس طرز کی باتیں دریافت کی گئی ہیں اس اسلوب سے کسی مفسر نے اپنے علم وتتبع کے اعتبار سے کلام نہیں کیا ہے مگر بعض حضرات کی تفسیر میں یہ اسلوب موجود ہے قطع نظر

اس سے کہ ان کا یہ اسلوب اور بیان کس حد تک صحیح اور غلط ہے وہ بات پیش خدمت ہے۔

اس سورۃ میں کل چار اجزاء تقریر ہیں پہلی تقریر آغاز سورت سے چوتھے رکوع کی ابتدائی دو آیتوں تک ہے اور وہ غالباً جنگ بدر کے بعد قریبی زمانہ ہی میں نازل ہوئی۔

دوسری تقریر ان الله اصطفى الى قوله تعالىٰ على العٰلمين سے شروع ہوتی ہے اور چھٹے رکوع کے اختتام پر ختم ہوتی ہے یہ ۹ھ میں وفد نجران کی آمد کے موقع پر نازل ہوئی۔

تیسری تقریر ساتویں رکوع کے آغاز سے لے کر بارہویں رکوع کے اختتام تک چلتی ہے اور اس کا زمانہ پہلی تقریر سے متصل ہی معلوم ہوتا ہے۔

چوتھی تقریر تیرہویں رکوع سے ختم سورت تک جنگ احد کے بعد نازل ہوئی۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

جنگ احد اور جنگ خیبر میں کتنے عرصہ کا فاصلہ ہے؟

سوال: جنگ احد اور جنگ خیبر میں کون سی پہلے واقع ہوئی ہے اور ان کے درمیان کتنے عرصہ کا فرق ہے۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

غزوہ احد پہلے واقع ہوا اور غزوہ خیبر بعد میں چونکہ جنگ احد شوال یوم شنبہ ۳ھ میں واقع ہوئی کذا فی طبری ج ۲ ص ۹ (۱) اور غزوہ خیبر ۷ھ میں ہے کذا فی الطبری ج ۲ ص ۹۱ اس بیان سے دونوں کے درمیان فرق مدت بھی ظاہر ہوگیا۔ (۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) جنگ احد (تاریخ طبری اردو ج: ۲ ص: ۱۶۶) نفیس اکیڈمی کراچی۔

غزوہ خیبر (تاریخ طبری اردو ج:۲ ص:۲۷۳)۔سابق مکتبہ۔

(۲) جنگ احد (فتح الباری ج:۷ ص:۴۰۱) المملکۃ السعودیہ۔

غزوہ خیبر (فتح الباری ج:۷ ص:۵۳۰)۔سابق مکتبہ۔

کمیونزم کے فلسفے کی اہمیت

سوال: موجودہ دور میں کمیونزم کے فلسفے کو بڑی اہمیت دی جارہی ہے حالانکہ یہ فلسفہ بنیادی طور پر خدا کا منکر ہے اس فلسفہ اور تحریک کی تبلیغ واشاعت میں جو روزہ نماز کے پابند یا کم ازکم توحید ورسالت پر ہی ایمان رکھنے والے مسلمان حصہ لے رہے ہیں قرآن وسنت کی روشنی میں ان کا کردار کس مقام پر ہے؟

الجواب: حامدًاومصلیًا

میں تو کمیونزم کے فلسفہ کو اہمیت نہیں دیتا اور نہ معلوم اس کو اہمیت دینے والے کون حضرات ہیں کمیونزم کے مستند حالات معلوم ہونے کے بعد ہی کچھ کہا جاسکتا ہے نیز یہ سوال انہیں حضرات سے کرنے کا ہے جو اس کی اہمیت دیتے ہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

حکومت ہند کی اطاعت ضروری ہے یا نہیں؟

سوال: پورے طور پر یہ خیال پایا جاتا ہے کہ مسلمانوں کو حکومت وقت کا فرمان بردار ہونا چاہئے وہ حکومت جیسی بھی ہو قرآن وسنت کی تعلیم کس طرح کی حکومت کی فرمانبرداری لازم قرار دیتی ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

الجواب: حامداً ومصلیاً

اس سوال کا تفصیلی جواب اس سے پہلے جا چکا ہے۔

حکومت وقت کی اتباع کی شرعی حیثیت

سوال: عام لوگوں کا خیال یہ ہے کہ حکومت وقت کی اتباع کرنی چاہئے وہ جیسی بھی ہو ان کا کہنا کہ قرآن میں اللہ نے اس کی کوئی تفصیل نہیں بتائی ہے کہ حکومت کیسی ہو جس کی اتباع کی جائے لہٰذا اس طرح ہر حکومت کی اتباع لازمی ہو جاتی ہے میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ کیا واقعی اللہ نے یہ تعلیم دی ہے اور حکومت باطلہ کی پیروی بھی قرآن کے منشاء کے مطابق ہے یا ہمیں ارکان دین کی پیروی کرنا چاہئے کیا حکومت الٰہیہ کے لئے فکرمند نہیں ہونا چاہئے امید کہ تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں گے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً

حکومت الٰہیہ جس کی تعبیر دوسرے لفظوں میں اب اقامت دین سے کی جاتی ہے اس کو قائم کرنا اور اس کے قیام کی جدوجہد کرنا یہ مستقل ایک گروہ کا لائحہ عمل ہے اس گروہ کی ساری فکر اور تمام تر کاوش موقف ہے دراصل ان کو اقیموا الدین سے غلط فہمی پیدا ہوئی اقیموا الدین سے اقامت دین ماخوذ ہے مگر اس کا مطلب جو ان لوگوں نے سمجھا اور اس کی تعبیر اپنی فہم خاص کے مطابق جو انہوں نے کی اس میں ذلت قدم کے شکار ہو گئے۔ ظاہر ہے جن لوگوں کا ذہن اس خاص تعبیر سے تیار ہوگا وہ اپنی ذہنی ساخت وکاشت کے مطابق مجبور ہوں گے کہ سیاسی تبدیلی کو وہ اپنا نشانہ قرار دیں کیونکہ اسکے بغیر امامت صالحہ کا قیام وجود میں نہیں آسکتا وہ فطری طور پر اپنی صلاحیتوں اور قوتوں کے استعمال کے لئے سیاسی پروگرام تلاش کریں گے ان کے نزدیک صرف تبدیلی حکومت کی سعی کام سمجھی جائے گی محض تبلیغ وتفہیم ان کے نزدیک کام نہیں کہلائے گا جن کا خارجی دنیا میں اپنے ایمانی تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے انجام دینا ضروری ہے۔

اب اگر انقلاب کے لئے حالات سازگار ہوں اور ایک ایسا سیاسی پروگرام مل جائے جو انہیں اقتدار کی تبدیلی کی طرف لے جاتا ہوا نظر آئے تو وہ حرکت کریں گے اور محسوس کریں گے کہ ان کے پاس وہ کام موجود ہے جس کے لئے انہیں اپنی کوشش صرف کرنی چاہئے لیکن اگر سیاسی حالات سازگار نہ ہوں اور ایسا کوئی راستہ وہ نہ پاسکیں جس کے دوسرے سرے پر پارلیمنٹ کے دروازے کھلے ہوئے نظر آتے ہوں تو ان کو سمجھ میں نہ آئے گا کہ وہ کیا کریں اگر چہ ان کے ہر چہار طرف لا دینی پھیل رہی ہو اور ضلالت وگمراہی کا شیوع ہو رہا ہو بے نمازی شرابی زانی لاکھوں کی تعداد میں ہوں مگر ان سے کوئی سروکار نہیں غرضیکہ اپنی اور دوسروں کی زندگی بدلنے کے بجائے نظام بدلنے پر ساری کاوشیں صرف ہوں گی ایسے لوگوں کا حال یہ ہوگا کہ وہ اپنے آپ سے غافل ہوں گے اور اپنی اصلاح کی فکر نہ ہوگی اور مسائل عالم کے موضوع پر گفتگو کرنے سے ان کی زبان کبھی نہیں تھکے گی دماغ کو تعب محسوس نہیں ہوگا اعضاء وجوارح میں اضمحلال نہیں پیدا ہوگا نماز وروزہ حج وزکوٰۃ کی ادائیگی اور اس کی اقامت سے انہیں کوئی خاص دلچسپی ولگاؤ نہیں ہوگا مگر وہ حکومت الٰہیہ یعنی اقامت دین کا نعرہ بلند کریں گے ان کی خود اپنی زندگی میں بہت سے خلل ہوں گے مگر وہ عالمی نظام کے خلل کو پر کرنے کی کوشش کریں گے ان کا گھر جہاں ہو وہ آج بھی قوام کی حیثیت رکھتے ہیں اس میں اپنی بساط پر عام دنیا پرستوں کے گھر کی تقلید ہو رہی ہوگی مگر ملک کے اندر وہ قوّام کی حیثیت حاصل کرنے کی تحریک چلائیں گے تاکہ ملک کو دنیا پرست لیڈروں کے اثرات سے پاک کرسکیں ان کا سینہ خدا کی یاد سے غافل ہوگا مگر وہ اقتدار حاصل کرکے مراڈ کاشٹنگ اسٹیشن پر قبضہ کرنے کی تجویز پیش کریں گے تاکہ دنیا بھر میں خدا پرستی کا چرچہ کیا جاسکے اپنے ذاتی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے لئے جن اصولوں پر عمل کرنے کی ضرورت ہے ان پر وہ عمل کرنے میں ناکام رہیں گے مگر ملکی نظام سے لے کر اقوام متحدہ کی تنظیم تک کی اصلاح کے لئے ان کے پاس درجنوں اصول موجود ہوں گے ان کے کاغذی نقشے اور اخباری بیانات دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ ملت اسلامیہ کا انہیں اس قدر درد ہے کہ اس سے اگر کسی مسئلے

کے دور کا بھی رشتہ ہوتو اس کو حل کرنے کے لئے بے قرار ہو جاتے ہیں لیکن ان کے قریب جا کر انہیں دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ ان کے اس اظہار غم کی حیثیت رسمی تعزیت سے زیادہ نہیں ہے جو مرنے والے کے غم میں نہیں بلکہ صرف اس اندیشہ سے کی جاتی ہے کہ زندہ رہنے والوں کو شکایت ہوگی اپنے حاصل شدہ دائرے میں وہ نہایت سطحی اور غیر ذمہ دارانہ زندگی گذار رہے ہوں گے مگر اپنی انقلابی تحریک کی کامیابی کے بعد انہیں کام کا جو وسیع تر دائرہ حاصل ہوگا اس کا نقشہ اس طرح سے پیش کریں گے گویا خلافت راشدہ کا زمانہ از سر نو دنیا میں لوٹ آئے گا غرضیکہ یہ ساری باتیں اقامت دین کی تعبیر کے بدل جانے سے پیدا ہوئی ہیں اور عمل کا نشانہ یہیں سے منحرف ہوگیا ہے حالانکہ اس کا مفہوم صرف یہ ہے کہ اپنے اوپر خدا کے دین کو قائم کرو اور دوسروں تک اس کا پیغام پہونچاؤ لیکن افسوس کہ اس کے بجائے اس کا مفہوم یہ نکالا گیا کہ اسلامی نظام برپا کرنے کی جد و جہد کرو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اب نہ خود عمل کرنے کی فکر رہی اور نہ دوسروں تک پہونچانے کا ذہن پیدا ہوا بلکہ اس کے برعکس اب ساری توجہات کا مرکز صرف یہ بن گیا کہ کسی طرح سے اقتدار بدلنے کی کوئی تدبیر ہاتھ آئے تا کہ اسلامی قوانین کو نافذ کیا جاسکے جس طرح کمیونسٹ کا مشن اپنے کارکنوں کو یہ نہیں بتلاتا کہ وہ اپنے زندگیوں کو بدلیں اور نہ صرف بات پہونچانا ان کے نزدیک کوئی ایسا کام ہے جس کے لئے وہ متحرک ہوں بلکہ ان کا ذہن ہمیشہ اقتدار پر قبضہ کرنے کی تدبیریں سوچتا رہتا ہے صرف یہی نفسیات اسلام کی اس تعبیر سے اپنے متاثر ہونے والوں میں پیدا کر رہی ہے اس تعبیر سے جو لوگ متاثر ہوتے ہیں ان کے ذہن میں اسلام ایک طرح کی سیاسی اور سماجی نظام کی شکل اختیار کرلیتا ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے مخاطبین کو ٹھیک اسی نظر سے دیکھنے لگتے ہیں جس نظر سے دنیا کی عام سیاسی وسماجی تحریکیں اپنے مخاطبین کو دیکھتی ہیں۔ان کو ہدایتِ خلق سے زیادہ رائے عامہ ہموار کرنے کی فکر ہو جاتی ہے تا کہ موجود جمہوری دور میں اقتدار حاصل کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ ووٹ مل سکیں۔

مسلمان اور غیر مسلم دونوں کی حیثیت ان کی نظر میں بدل جاتی ہے یہ عمل بھی قابل توجہ

ہے کہ حکومت کافرہ کو بدل کر نظام جو لانا چاہتے ہیں وہ دینی ہے اور یہ اس وقت آسکتا ہے جبکہ دوسرا نظام ختم ہو اور دوسری طرف اقامت دین والوں کا یہ کہنا ہے کہ ہماری دعوت کا مخاطب بلا امتیاز قوم وملت ہر شخص ہے چنانچہ ایک اقتباس پیش خدمت ہے ملاحظہ فرمائیں، فرماتے ہیں:

دعوت قرآنی کے ایک عالمگیر دعوت ہونے کے باعث اس کا مخاطب بلا امتیاز قوم وملت ہر شخص ہے اس لئے جب کہ ہمارے ملک میں مسلم اور غیر مسلم دونوں ہی قسم کی ملتیں پائی جاتی ہیں ہماری تحریک دونوں ہی قسم کے لوگوں کو اپنا مخاطب قرار دے گی مفاد تحریک کے لحاظ سے بھی دونوں میں سے ہر ایک کی ایک مخصوص اہمیت ہے جو دوسروں کو حاصل نہیں مسلم گروہ کی اہمیت یہ ہے کہ قیاساً تحریک کو اسی گروہ میں سے کارکن مل سکتے ہیں اور تجربتاً مل رہے ہیں اس لئے عملاً ہمارا میدان کار یہی گروہ ہے غیر مسلم گروہ کی اہمیت یہ ہے کہ اس وقت ملک میں نہ صرف وہ بہت بڑی اکثریت میں ہے بلکہ علمی سماجی معاشی حیثیت سے کہیں فائق تر اور سیاسی حیثیت سے صاحب اقتدار ہے اس لئے اسی تحریک کو کامیابی کے ساتھ چلانے کے لئے ملک کے ایسی اکثریت والے گروہ سے کسی طرح صرف نظر نہیں کیا جاسکتا۔تعبیر............ص ۳۵۶ ببیں تفاوتِ رہ از کجاتا بکجا

غرضیکہ اس تحریر اور دعویٰ میں کوئی جوڑ نہیں ہے یہ تحریر صراحۃً یہ بتارہی ہے کہ غیر مسلم گروہ سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا اور دوسر طرف ان کے قلع قمع کی فکر کی جارہی ہے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً کی تشریح

سوال: قرآن میں آیا ہے کہ اے لوگو پورے کے پورے دین میں داخل ہوجاؤ اس کا کیا مفہوم ہے۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

اس سوال میں یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً جو دوسرے پارے کی نویں رکوع کی آیت کا ترجمہ کیا گیا ہے اس آیت میں سلم سے مراد اسلام ہے کذا فی ابن کثیر اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ ہاتھ پاؤں کان آنکھ دل و دماغ غرضیکہ تمام اعضاء وجوارح دائرہ اسلام اور اطاعت الٰہیہ کے اندر داخل ہونے چاہئیں ایسا نہ ہو کہ ہاتھ پاؤں سے تو احکام اسلامیہ بجالا رہے ہوں مگر دل و دماغ اس پر مطمئن نہ ہوں یا دل و دماغ سے اس پر مطمئن ہوں مگر ہاتھ پاؤں اعضاء وجوارح کا عمل اس اطمینان کا ثبوت نہ پیش کر رہا ہو اس کے علاوہ اس آیت کا ایک دوسرا بھی مفہوم ہے جو اختلاف ترکیب سے پیدا ہوا ہے تم مکمل اور پورے اسلام میں داخل ہوجاؤ یعنی ایسا نہ ہو کہ اسلام کے بعض احکام کو تو قبول کرو اور بعض میں پس وپیش کرو چونکہ اسلام بہت سے شعبوں پر مشتمل ہے اس لئے ان تمام شعبوں میں تردد نہ ہو بلکہ سب کو قبول کرو اور بجالاؤ دونوں مفہوم کا خلاصہ یہی ہے کہ احکام اسلام خواہ وہ کسی شعبہ زندگی سے متعلق ہوں خواہ ان کا تعلق اعضاء ظاہری سے ہو یا قلب و باطن سے جب تک ان تمام احکام کو سچے دل سے قبول نہیں کیا جائے گا مسلمان کہلانے کے مستحق نہیں ہوسکتے یہ مختصر جواب اس سوال کا ہے باقی تفصیل کے لئے جامع البیان مشہور تفسیر ابن جریر طبری (۱) اور تفسیر ابن کثیر (۲) اور تفسیر قرطبی وروح المعانی (۳) اور تفسیر مظہری (۴) لقاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی عربی میں اور اردو میں بیان القرآن کا مطالعہ کریں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) وفی تفسیر الطبری ج:۵ص:۲۵۱۔ مکتبہ ابن تیمیہ القاہرۃ۔

(۲) وفی تفسیر ابن کثیر ج:۱ص:۴۴۷۔ دار الکتاب العربی بیروت۔

(۳) تفسیر روح المعانی: سورۃ البقرۃ:۲۰۸۔ ج:۱ص:۴۹۲۔ دار الکتاب العلمیہ۔ بیروت۔

(۴) وفی تفسیر مظہری عربی ج:۱ص:۲۷۷۔ دار إحیاء التراث العربی۔

ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی الاٰیۃ کی تشریح

سوال: آیت ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ ط وَ کَفٰی بِاللّٰہِ شَھِیْدًا کا ترجمہ اور مفہوم عنایت فرمائیں۔(۱)

الجواب: حامدًا ومصلیًا

ترجمہ: اسی نے بھیجا اپنے رسول ﷺ کو ہدایت اور سچا دین دے کر تاکہ اس کو غلبہ دے ہر دین پر اور چاہے برا مانیں مشرکین۔(معارف)

ہدایت سے مراد قرآن ہے اور دین حق سے مراد اسلام ہے اور اتمام دین سے مراد اس اسلام کو تمام ادیان پر غالب کر دینا ہے۔کذا فی بیان القرآن

تفسیر مظہری (۲) میں ہے کہ دین اسلام کو تمام دوسرے دینوں پر غالب کرنے کی یہ خوشخبری اکثر زمانوں اور اکثر حالات کے اعتبار سے ہے جیسا کہ حضرت مقدادؓ کی حدیث میں ہے(۳) کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ روئے زمین پر کوئی کچا مکان باقی نہ رہے گا جس میں اسلام کا کلمہ داخل نہ ہو جائے عزت داروں کی عزت کے ساتھ اور ذلیل لوگوں کی ذلت کے ساتھ جن کو اللہ تعالیٰ عزت دیں گے وہ مسلمان ہو جائیں گے اور جن کو ذلیل کرنا ہو گا وہ اسلام کو تو قبول نہ کریں گے مگر جزیہ دے کر تابع ہوں گے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ پورا ہوا ایک ہزار سال کے قریب اسلام کی شان وشوکت پوری دنیا پر چھائی رہی رسول کریم ﷺ اور

سلف صالحین کے عہد مبارک میں تو اس نور کی تکمیل اور اتمام کا مشاہدہ ساری دنیا کر ہی چکی ہے آئندہ بھی دلائل اور حقائق کے اعتبار سے کسی بھی زمانہ میں دین اسلام پر کسی بھی معقول انسان کو حرف گیری کا موقع نہیں مل سکتا اس لئے کہ کفار کی مخالفتوں کے باوجود یہ دین حق اپنی حجت و دلیل کے اعتبار سے ہمیشہ غالب ہی رہا ہے اور جب مسلمان اس دین کی پوری پیروی کریں گے تو ان کا ظاہری غلبہ اور حکومت وسلطنت بھی اس کے لوازم میں سے ہے جبکہ تاریخ اسلام کا تجربہ اس پر شاہد ہے جب بھی مسلمانوں نے قرآن وسنت پر پوری طرح عمل کیا تو کوہ ودریا ان کے عزائم کی راہ میں رکاوٹ نہ بن سکے اور یہ پوری دنیا پر غالب آکر رہے اور جب کبھی جہاں کہیں ان کو مغلوب یا مقہور ہونے کی نوبت آئی تو وہ قرآن وسنت کے احکام سے غفلت اور خلاف ورزی کا ثمرہ بد تھا جو ان کے سامنے آیا دین حق پھر بھی مظفر ومنصور ہی رہا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) سورۃ الفتح رقم الآیۃ: ۲۸۔

(۲) التفسیر المظہری ج: ۹ ص: ۳۵۔ تحت تفسیر هذه الآیۃ۔

(۳) عن المقداد بن الأسود عن النبی صلى الله عليه وسلم. قال: لا يبقى على ظهر الأرض بيت مدرٍ ولا وبرٍ إلا أدخله الله كلمة الإسلام بعز عزيز أو بزل ذليل فيجعلهم من أهلهم أو يذلهم فيدينون لهم إلا أنه قال: أما يعزهم فيهديهم إلى الإسلام أو يذلهم فيؤدون الجزية. (مجمع الزوائد ج: ٦ ص: ١٧)۔

سوال: چند سوالات حاضر خدمت ہیں امید ہے کہ قرآن وسنت کی روشنی میں اطمینان بخش جواب عنایت فرمائیں گے۔

ایک حدیث کی تحقیق

سوال: ایک حدیث کا ترجمہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا سے کہا چچا میں لوگوں سے صرف ایک کلمہ کا مطالبہ کرتا ہوں وہ کلمہ ایسا ہے کہ یہ لوگ مان لیں تو پورا ملک عرب اس کلمہ کی بدولت ان کے ماتحت آجائیں اور غیر عرب قومیں ان کو جزیہ دیں گی لوگ نبی ؐ کی یہ بات سن کر چونک اٹھے انہوں نے کہا تم ایک کلمہ کا مطالبہ کرتے ہو تمہارے باپ کی قسم ہم دسیوں بات ماننے کے لئے تیار ہیں بتاؤ وہ کلمہ کیا ہے ابوطالب نے بھی کہا، اے بھتیجے! وہ کلمہ بتاؤ کیا ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ ہے۔

براہ کرم یہ بتائیں کہ اس حدیث کا تاریخی پس منظر کیا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو بات ارشاد فرمائی ہے اس کا مفہوم کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً

جس روایت کا ترجمہ سوال میں مذکور ہے یہ روایت اپنی جگہ صحیح ہے چنانچہ یہ روایت تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۲۸ البدایہ ج ۲ ص ۱۲۳ میں مذکور ہے کما صرح بہ علامہ الشیخ الداعی مولانا یوسف صاحب نور اللہ مرقدہ فی حیات الصحابہ ج ۱ ص ۲۵ اس کا تاریخی پس منظر ابن جریر نے ناقلاً عن ابن عباس رضی اللہ عنہ یہ بیان کیا ہے کہ جب حضرت ابوطالب بیمار ہوئے تو قریش کی ایک جماعت جس میں ابوجہل بھی تھا حضرت ابوطالب کے پاس گئی اور ان سے شکایت کی کہ آپ کے بھتیجے ہمارے معبود کو برا بھلا کہتے ہیں لہٰذا آپ ان کے پاس کسی کو بھیج کر اس سے منع کروادیں ان کی درخواست پر حضرت ابوطالب نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک شخص کو بھیجا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بجائے کسی جواب کے کہلوانے کے بنفس نفیس خود تشریف لے آئے جب گھر میں آپ تشریف لے گئے تو پوری جماعت بیٹھی ہوئی تھی اور حضرت ابوطالب کے پاس ایک آدمی کے بیٹھنے کی جگہ بھی تھی۔ لیکن ابوجہل نے جوں ہی دیکھا کہ آپ تشریف لے آئے

ہیں تو فوراً اپنی جگہ سے کود کر اس خالی جگہ کو بھر دیا اور خود وہاں بیٹھ گیا اس خوف سے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ حضور ﷺ ابو طالب کے بغل میں بیٹھ جائیں اور اپنے شیریں بیانی سے ان کے دل کو موہ لیں بہر حال حضور ﷺ نے پورے کمرے پر ایک طائرانہ نظر ڈالی جب کمرے کے اندر کوئی خالی جگہ نظر نہ آئی تو آپ دروازہ کے پاس تشریف فرما ہو گئے جب بیٹھ گئے تو حضرت ابو طالب نے جماعت قریش کی موجودگی میں آپ سے سوال کیا اے میرے بھتیجے کیا ہو گیا ہے تیری قوم کو وہ تیری شکایت کر رہی ہے ان لوگوں کا یہ دعویٰ ہے کہ تم ان کے معبودوں کو گالیاں دیتے ہو اور برا بھلا کہتے ہو اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ چچا جان میں ان سے صرف ایک کلمہ کا مطالبہ کرتا ہوں جس کی بدولت ان کو پورا ملک عرب حاصل ہو جائے گا اور اہل عجم ان کو جزیہ عطا کرنے لگیں گے جب حضور ﷺ نے اس جماعت قریش کے سامنے یہ فرمایا تو وہ جماعت اس کلمہ کے سننے کے لئے یکدم بے چین ہو گئی اور کہا کہ ایک کلمہ بس آپ کے پدر محترم کی قسم ایک کیا اگر آپ ایسے دس کلمے بھی سنائیں گے تو ہم سننے سے انکار نہیں کریں گے آپ بتلائیں تو وہ کون سا کلمہ ہے اسی طرح حضرت ابو طالب نے بھی سوال کیا کہ میرے بھتیجے وہ کون سا کلمہ ہے بتلاؤ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ جب حضور ﷺ نے فرمایا تو جماعت قریش کو یکدم کرنٹ لگ گیا اپنے کپڑوں کو جھاڑتے ہوئے کھڑے ہوئے اور یہ کہنے لگے اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ یہ حضور ﷺ کے ارشاد کا پس منظر ہے اور تقریباً یہی پس منظر قدرے تفاوت کے ساتھ ابن اسحاق نے بھی بیان کیا ہے جیسا کہ البدایہ والنہایہ کے جلد دوم میں مذکور ہے۔

اور اس پس منظر کو امام بیہقی اور امام حاکم نے بھی ذکر فرمایا ہے اور اسی طرح امام احمد اور امام نسائی اور ابن ابی حاتم نے بھی تذکرہ کیا ہے اور امام ترمذی نے ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے هٰذا حسنٌ امام ذہبی ناقد حدیث نے بھی اس کی تصحیح کی ہے بہر حال حضور ﷺ کے حرص کا اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ امت کو ہدایت پر لانے اور عذابِ نار سے بچانے اور حق تک پہنچانے کے کس قدر حریص تھے اور دعوت سے کس قدر محبت اور شوق تھا

اورکس قدر پسندیدہ تھا اس واقعہ کو اس کے تاریخی پس منظر کے ساتھ باب باب حب الدعوۃ والشغف بہا میں اسی وجہ سے ذکر کیا جاتا ہے مزید تفصیل کے لئے تفسیر ابن کثیر اور تاریخ طبری البدایہ والنہایہ اور حیاۃ الصحابہ عربی کا مطالعہ کریں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

دعاء گنج العرش کا پڑھنا کیسا ہے؟

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلوں کے بارے میں کہ:

سوال: دعائے گنج العرش کا پڑھنا کیسا ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس کا پڑھنا ٹھیک نہیں ہے تو کیا یہ صحیح ہے۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

افضل یہ ہے کہ جو دعائیں قرآن وحدیث میں موجود ہیں ان کو پڑھے دعائے گنج العرش کی عدم صحت کی وجہ معلوم نہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

کسی مذہب کے پیشوا کو برا بھلا کہنے کا حکم

سوال: کیا کسی مذہب کے پیشوا کو برا بھلا کہنا مناسب ہے اور سنا ہے کہ شیعہ حضرات صحابہؓ کو نہیں مانتے کیا یہ صحیح ہے اور صحابہ کے نہ ماننے کی صورت میں بھی دائرہ اسلام میں ان کا شمار کرنا ٹھیک ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

نہ معلوم مذہب سے کون سا مذہب مراد ہے اور پیشوا سے کس مذہب کا پیشوا مراد ہے

اس لئے کہ مذاہب بہت سے ہیں اور ہر ایک کا پیشوا الگ ہے اگر کوئی مذہب ایسا ہی ہو جیسا کہ شیطان کا مذہب ہے جس کا نصب العین انسانوں کو گمراہ کرنا ہے تو اس کے پیشوا یعنی ابلیس کو یقیناً برا بھلا کہہ سکتے ہیں اس لئے مذہب و پیشوا کی تعیین کیجئے تا کہ اس کے مطابق کوئی بات کہی جاسکے صرف سنی سنائی باتوں پر جن کا درجہ صرف ظن کا ہے ان احکامات کی بنیاد کیسے رکھی جاسکتی ہے جو کہ قطعی ہیں اور ان کا درجہ قطعی ہونے کا ہے لہٰذا آپ تحقیق کریں اور مدلل ومفصل ان کے عقائد قلم بند کریں اس کے بعد اس کے مطابق اس کا حکم معلوم کریں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

ذیل کے جزئیات کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ

(۱) اگر کسی سے وعدہ کیا جائے تو وعدہ کو نبھانا جائز ہے یا نا جائز۔

(۲) اگر کوئی انسان کسی کو ہاتھ میں قرآن لے کر اپنا بنالے اس کے ساتھ دھوکہ دینا جائز ہے یا نا جائز۔

(۳) حدیث وقرآن معلوم ہوتے ہوئے اور یہاں کا ماحول معلوم ہوتے ہوئے بھی اس سے جھوٹ بولا جائے اس کو مجبوری میں رکھا جائے یہ جائز ہے یا نا جائز۔

(۴) اگر انسان ہر غلط کام کرکے اور یہ جانتے ہوئے کہ یہ غلط ہے پیسہ کو بہت کچھ مان لے یہ جائز ہے یا نا جائز۔

(۵) اگر کوئی انسان کسی پر بھروسہ کرکے کوئی امانت دے کسی کو دینے کے لئے اور وہ نہ دے خود کھا جائے وہ جائز ہے یا نا جائز۔

(٦) اگر کسی کی امانت کسی کے پاس ہے بغیر اس کی اجازت کے خرچ کردے تو یہ جائز ہے کہ نا جائز۔

(۷) فلم سنیما دیکھنا کیسا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

(۱) اگر کوئی شخص کسی سے وعدہ کرے بشرطیکہ وہ شئی جس کا وعدہ کیا ہے شرعاً جائز بھی ہو از قبیل زنا قتل وغیرہما نہ ہو اور پھر وعدہ پورا نہ کرے تو ایسے شخص کے بارے میں حدیث پاک میں بہت سخت الفاظ آئے ہیں یہ منافق ہونے کی علامت ہے چنانچہ ارشاد ہے آیۃ المنافق ثلاث اذا حدث کذب واذا ائتمن خان واذا وعد خلف کذا فی المشکوٰۃ شریف منافق کی تین علامتیں ہیں: (۱) جب بات کرے جھوٹ بولے۔ (۲) جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔ (۳) جب وعدہ کرے تو پورا نہ کرے بلکہ وعدہ خلافی کر جائے لیکن یہ بھی یاد رکھیں کہ وعید اس وقت ہے جبکہ شروع سے ہی وعدہ کے ایفاء کا ارادہ نہ ہو اور اگر جب وعدہ کیا تو اس وقت عزم مصمم تھا کہ پورا کروں گا لیکن کسی مجبوری کی وجہ سے وعدہ پورا نہ کرسکا تو اس صورت میں اس وعید کے ذیل میں وہ نہیں آئے گا۔

(۲) اگر کوئی شخص اپنی بات میں استحکام پیدا کرنے کے لئے قرآن پاک کو ہاتھ میں لیتا ہے تو گویا کہ اس کی عظمت وتقدس کو ملحوظ رکھتا پھر اسکے خلاف کرنا گویا کہ اس کی عظمت کا اہتمام نہیں ہے اور یہ حمیت وغیرت اسلامی کے خلاف ہے بہر حال اس سے بھی احتیاط کرنا چاہئے اگر چہ اس طرح کے افعال کی شرعاً کوئی حیثیت نہیں ہے تاہم عظمت کے خلاف ضرور ہے۔

(۳) جھوٹ انتہائی بری چیز ہے اور سب کے لئے بری ہے خواہ عالم ہو یا جاہل جس طرح کہ غلاظت بہر حال غلاظت ہے خواہ اس کو عالم کھائے یا جاہل اگر اس کو عالم کھائے تو اس کے کھانے کی وجہ سے یہ پاک نہیں ہوگا ترمذی شریف میں حضرت ابن عمرؓ کی مرفوع روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو رحمت کے فرشتے اس سے میلوں دور چلے جاتے ہیں اس بدبو کی وجہ سے جو جھوٹ کی وجہ سے اس کے منہ سے نکلتی ہے عن ابن عمر رفعہ اذا کذب العبد تباعد عنه الملك ميلا عن

نتن ما جاء به للترمذی کذا فی مجمع الفوائد ج ۴ ص ۵۳ صرف تین مقامات ایسے ہیں جہاں جھوٹ بولنا جائز ہے جس کی تصریح خود حدیث پاک میں موجود ہے جیسا کہ ترمذی شریف میں موجود ہے۔(۱) کوئی شخص اپنی عورت سے خلاف واقعہ بات کہہ دے۔(یعنی جھوٹ بول دے) تاکہ بیوی کو راضی کرلے۔(۲) جنگ کے وقت۔(۳) ومسلمان بھائیوں میں مصالحت کرانے کے لئے۔

عن اسماء بنت یزید مرفوعًا قال النبی ﷺ یا ایها الناس ما یحملکم علی ان تتابعوا علی الکذب کتتابع الفراش فی النار الکذب کله علی ابن آدم الا فی ثلاث خصال رجل کذب امراته لیرضیها ورجل کذب فی الحرب فان الحرب خدعة ورجل کذب بین المسلمین لیصلح بینهما الخ ترمذی شریف

(۴) اگر کوئی شخص کسی ناجائز غلط کام کو کرتا ہے باوجودیکہ یہ جانتا ہے کہ یہ ناجائز ہے تو دوہرا گناہ اس کو ملے گا ایک نفس معصیت کا دوسرے علم کے باوجود اس کے کرنے کا باقی رہا نفس مال کو سب کچھ سمجھنا ایمان و دھرم اسی کو جاننا یہ بہت خطرناک عقیدہ ہے اور یہ جملہ انتہائی خطرناک ہے یہ عقیدہ کا فساد ہے کہنے والوں کو چاہئے کہ فوراً توبہ واستغفار کریں اور آئندہ اس قسم کا جملہ زبان سے نہ نکالے اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس قسم کے جملہ کے استعمال سے محفوظ فرمائے۔

(۵) اگر کوئی شخص کسی کو امانت دے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ بعینہٖ اس شئی کو جس کی امانت ہے اس تک پہونچائے اور اس میں تصرف کرنا ناجائز ہے الا یہ کہ مالک خود تصرف کی اجازت دے دے بہر حال بغیر اجازت کے تصرف اور اس کا استعمال قطعا جائز نہیں ایسے شخص کے بارے میں حدیث پاک میں سخت الفاظ وارد ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے لا ایمان لمن لا امانة له کذا فی المشکوٰة جو شخص امانت کو امانت نہ سمجھے اور مالک کو نہ پہونچائے وہ مومن نہیں ہے اس سے بڑھ کر اور کیا وعید ہو سکتی ہے کہ ایسے شخص

کے ایمان کی نفی حضور ﷺ خود فرمارہے ہیں اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اس سے محفوظ فرمائے۔

(۶) کسی امانت میں بغیر اجازت کے تصرف کرنا جائز نہیں اگر بغیر اجازت کے خرچ کرتا ہے تو گناہ کا مرتکب ہے۔کذا فی الشامی۔

(۷) فلم سینما دیکھنا ناجائز ہے خواہ نیت کچھ بھی ہو یہاں نیت کا اعتبار نہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) عن أبي هريرة رضی الله عنه ثلاث۔ إذا حدث كذب وإذا وعد أخلف وإذا أو تمن خان۔ (مشكاة المصابيح باب الكبائر و علامات النفاق، رقم الحديث ص:۵۵)۔

(۲) عن ابن عمر أن النبی صلی الله عليه وسلم قال: إذا الكذب العبد تباعد عنه الملك ميلاً من نتنٍ ما جابه۔ (سنن الترمذی باب ما جاء فی الصدق والكذب رقم الحديث ص:۱۹۷۲)۔

(۳) طبرانی ج:۲ ص:۱۶۶۔

(۴) عن أبي حرة الرقاشی عن النبی صلی الله عليه وسلم قال: لا يحل مال امرأی مسلم إلا عن طيب نفسه۔ (سنن الدار قطنی ج:۳ ص:۲۲۔ دار الإيمان)۔

(۵) عن أنس بن مالك رضی الله عنه قال: قلما خطبنا رسول الله صلی الله عليه وسلم إلا قال: لا إيمان لمن لا أفانة له ولا دين لمن لا عهد له۔ (مشكاة المصابيح ج:۱ ص:۱۵۔ بلال)۔

(۶) الوريعة إذا كانت دراهم أو دنانير أو شيئًا مما يكال أو يوزن فأنفق المودع طائفة منه ضمن ما أنفق منه۔ (خانية على هامش الهندية كتاب القضاء ج:۳

ص:۳۷۲۔ زکریا)۔

(۷) وأما التلفزون والفيد وفلا شك فى حرمة استعمالهما إلى ما يشتملان عليه من المنكرات الكثيرة من الخلاعة والمجون والكشف عن النساء المتبرجات أو العاريات وما إلى ذلك من أسباب الفسق۔ (تكملة فتح الملهم كتاب اللباس والزينة، باب تصوير صورة الحيوان ج:۴ص:۱۴۲۔ فيصل)۔

افغانستان کے جہاد میں شرکت کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلوں میں کہ

(۱) افغانستان میں جو آج کل بحران ہے کیا اس کے لئے جہاد ضروری ہے؟ اگر ضروری ہے تو کیا فرض کفایہ کے برابر ہے یا فرض عین؟

اس سلسلہ میں میری ذاتی رائے یہ ہے کہ تمام مسلمان ممالک کے لئے یہ کفایہ ہے مگر پاکستان کے لئے عین کی حیثیت رکھتا ہے چونکہ اللہ نہ کرے دشمن کابل میں اپنے پاؤں جمانے کے بعد پاکستان کی طرف ناپاک ارادہ رکھتا ہے۔

(۲) کیا جہاد کے لئے والدہ محترمہ کی اجازت ضروری ہے۔

(۳) کیا جہاد پر نکلنے کے لئے گنجائش ہے کہ جانے سے پہلے وہ اپنی ملکیت سے کچھ فی سبیل اللہ دے جائے اس صورت میں بیوی اولاد اور وارثوں سے حق تلفی تو نہ ہوگی۔

(۴) جہاد پر جانا ہو تو اسے راز میں رکھا جائے یا کسی اچھی جماعت کو بھی دعوت دینے میں کوئی حرج تو نہیں۔

(۵) تبلیغ کے سلسلہ میں تبلیغی جماعت کا رکن بن کر کام کرنا ضروری ہے یا یہ مقصد اپنے طور پر بھی لوگوں کو نیکی کی دعوت دینے اور برے کاموں سے روکنے سے حاصل ہوسکتا ہے۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

(۱) آپ کی ذاتی رائے بالکل صحیح ہے تصریحات فقہاء بھی یہی ہے قال بعضهم

الجهاد قبل النفير تطوع وبعد النفير يصير فرض عين وعامة المشائخ رحمهم الله تعالىٰ قالوا الجهاد فرض على كل حال غير انه قبل النفير فرض كفاية وبعد النفير فرض عين وهو الصحيح ومعنى النفير ان يخبر اهل مدينة ان العدو وقد جاء يريد انفسكم وذراريكم واموالكم فاذا اخبروا على هذا الوجه افترض على كل من قدر على الجهاد من اهل تلك البلدة ان يخرج للجهاد وقبل هذا الخبر كانوا فى سعة من ان لا يخرجوا ثم بعد مجئ النفير العام لا يفترض الجهاد على جميع اهل الاسلام شرقًا وغربًا فرض عين وان بلغهم النفير وانما يفرض فرض عين على من كان يقرب من العدو وهم يقدرون على الجهاد واما على من ورائهم لمن يبعد من العدو فانه يفترض فرض كفاية لا فرض عين حتى يسعهم تركه فاذا احتج اليهم بان عجز من كان يقرب من العدو عن المقاومة مع العدو او تكاسلوا ولم يجاهدوا فانه يفترض على من يليهم فرض عين ثم وثم الى ان يفرض على جميع اهل الارض شرقا وغربا على هذا الترتيب الخ الفتاوى الهنديه (۱) ج ۴ ص ۱۸۸ ناقلا عن المحيط الخ وهكذا فى تنوير الابصار والدر المختار ج ۳ ص ۳۱۹ (۲)

(۲) جہاد میں جانے کے لئے والدین کی رضا ضروری ہے اگر صرف والدہ زندہ ہوں تو اس کی اجازت کے بغیر جانا جائز نہیں کذا فی خلاصة الفتاویٰ ج ۴ ص ۴۵۱

الفصل الثالث فى الحضر والاباحة وفى الفتاوى لا ينبغى للرجل ان يخرج الى الغزو الا باذن الوالدين وان اذن احدهما ولم ياذن الاخر لا ينبغى له ان يخرج الخ وهكذا فى الدر المختار ج ۳ ص ۳۴۰ (۳)

(۳) اگر مقدار قلیل ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں بہر حال اتنا مال گھر میں چھوڑ جائے

جس سے غیبت میں سکون کے ساتھ اہل وعیال گذر بسر کرسکیں۔

(۴) جیسی مصلحت ہو اگر دعوت دینا خلاف مصلحت نہ ہو تو دعوت دے اور یقیناً الدال علی الخیر کفاعلہ (۴) کی رو سے داعی کو اجر ملے گا اور اگر دعوت دینا خلاف مصلحت ہو تو تنہا نکل جائے۔

(۵) تبلیغ کے معنی کسی بات کو پہونچانے کے ہیں اگر تنہا دین کی بات دوسروں تک کوئی شخص پہونچاتا ہے تو یقیناً بلغوا عنی ولو آیۃ (۵) پر عامل ہے اور اجر وثواب کا مستحق ہے لیکن اجتماعیت کی جو فضیلت وبرکت ہے یقیناً اس کو حاصل نہ ہوگی یہ اسی طرح ہے کہ کوئی شخص تنہا فرض نماز ادا کرے جماعت سے ادا نہ کرے تو اس ادائیگی سے نفس فرضیت تو ساقط ہو جائے گی لیکن جماعت کے ثواب سے محروم رہے گا حدیث پاک میں ہے ید اللہ علی الجماعۃ (۶) لہٰذا اعلیٰ وافضل یہی ہے کہ جماعت میں شامل ہو کر یہ کام کیا جائے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) الفتاویٰ الهندية ج:۲ ص:۱۸۸۔ رشيدية۔

(۲) تنوير الأبصار مع الدر المختار ج:۴ ص:۱۲۲۔ کراچی۔

(۳) شامی ج:۶ ص:۴۰۔ كتاب الحظر والإباحة۔

(۴) عن أنس بن مالك قال: اتى النبی صلى الله عليه وسلم رجل يستحمله فلم يجد عنده ما يحمله فدله على آخر وحمله فأتى النبی صلى الله عليه وسلم فأخبره فقال: إن الدال على الخير كفاعله۔ (سنن الترمذی باب ماجاء الدال على الخير كفاعله۔ رقم الحديث ص:۲۶۷۰۔ سنن ابی داؤد باب فی الدال على الخير، رقم الحديث ص:۵۱۲۹۔

(۵) عن عبد الله بن عمرو قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ بلغوا عنی ولو

آیة۔ وحدثوا عن بنی اسرائیل ولا حرج ومن کذب علی متعمداً فلیتبؤا مقعده من النار۔ (سنن الترمذی باب ماجاء فی الحدیث عن بنی اسرائیل رقم الحدیث ص:۲۶۶۹)۔ (سنن الدارمی باب البلاغ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتعلیم السنن۔ رقم الحدیث ص:۵۵۹)۔

(۶) عن عرفجة الأشجعی قال: رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی المنبر یخطب الناس فقال: إنه سیکون بعدی هنات وهنات۔ فمن رأیتموه فارق الجماعة أو یرید یفرق أمر أمّة محمدٍ صلی اللہ علیہ وسلم کائناً من کان فاقتلوه فإن ید اللہ علی الجماعة فإن الشیطان مع من فارق الجماعة یرکض۔ (سنن النسائی باب من فارق الجماعة وذکر الاختلاف علی زهاد بن علاقه عن عروجة فیه رقم الحدیث ص:۴۰۲۰)۔

مروّجہ صلوٰۃ وسلام کا حکم۔ تبلیغی جماعت کی تمثیل

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہمارے یہاں ابھی جلدی سے رواج نکلا ہے لوگ بعد نماز جمعہ اکٹھا ہو کر بآواز بلند سلام پڑھتے ہیں سوال طلب امر یہ ہے کہ کیا ایسا کرنا جائز اور ثواب ہے یا بدعت ہے مع دلائل تحریر فرمائیں۔

(۲) تبلیغی جماعت کیسی ہے کچھ لوگ اس کے متعلق غلط باتیں کرتے ہیں مع ثبوت تحریر فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

بدعت ہے دین شریعت صرف وہی ہے جس کو چودہ سو برس پہلے آقاء مدنی فخر رسل تاجدار مدینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لے کر آئے آج کل جتنی نئی نئی چیزیں شریعت مطہرہ اور سنت نبویہ کا نقاب ڈال کر جنم لے رہی ہیں وہ سب واجب الترک ہیں۔

تبلیغی جماعت کیسی ہے؟ یہ سوال اسی طرح کا ہے کہ کوئی کہے پلاؤ زردہ اور گاجر کا حلوہ

گاؤں زبان کیا ہے؟ اس کا جواب سائل کو یقیناً زبانی سمجھ میں نہیں آئے گا کیوں کہ جن اجزاء سے ان کی ترکیب ہے ان میں سے بہت سے اجزاء ایسے ہیں جس سے وہ نابلد ہے اس کے سمجھانے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ جس چیز کے بارے میں وہ سوال کر رہا ہے وہ لا کر اسے کھلا دو استعمال کے بعد بغیر سمجھائے بات سمجھ میں آجائے گی اسی طرح تبلیغی جماعت کا حال ہے کہ زبانی سمجھ میں آنا دشوار ہے اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ایسے لوگوں کی ایک جماعت نکال دو دو چار چلّے جب گذار کر آئیں گے پھر کوئی سوال پیدا نہیں ہوگا باقی جو حضرات غلط باتیں کرتے ہیں کرنے دیجئے۔ جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غلط بات کرنے والوں نے نہیں چھوڑا تو کب اور کون کس سے چھوٹ سکتا ہے اس لئے اپنا کام کرتے رہنا چاہئے کہ ان باتوں سے خواہ مخواہ خلل پیدا ہوتا ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

عالم اور حافظ میں سے کس کا درجہ بڑا ہے؟

سوال: عالم اور حافظ ان دونوں میں سے دنیا و آخرت کے اعتبار سے کس کا درجہ بڑا ہوا ہے۔ جواب سے نوازیں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

روایات سے تو بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ عالم کا درجہ بڑھا ہوا ہے بشرطیکہ اپنے علم کے مطابق عمل بھی کرتا ہو اور اسکے حقوق کو ادا کرتا ہو، باقی آخرت کا مسئلہ اللہ جانے۔ الغيب عند الله

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

چند اشعار کے بارے میں سوال

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کے اللہ عز وجل کی (معاذ اللہ) شکل وصورت ہے؟ قرآن وحدیث یا علم کلام یا اجماع امت سے کہیں کہیں اللہ سبحانہ کی شکل ثابت ہے؟ برتقدیر عدم جواز حسب ذیل اشعار پڑھنا یا ان کے مطابق عقیدہ رکھنا یا گڑھنا کیسا ہے؟

(۱) آئینہ ذات حق نے رکھا روبرو تو اسی شکل کا دوسرا ہوگیا
عکس ذات الٰہی تھا آئینہ میں نام اسی عکس کا مصطفیٰ ہوگیا

(۲) کسی سائل نے پوچھا خدا کی صورت کیسی ہے
ندا آئی وہ صورت ہوبہو صورت محمد کی

(۳) زمین کو بھی نہ ہو عزت عرش اعلیٰ کی دکھا جاؤ بندوں کو صورت خدا کی

کیا ان اشعار کا ماخذ قرآن وحدیث کی نص ہے؟ یا اجماع امت کا کوئی قول اگر کوئی شخص ایسا عقیدہ رکھے کہ (معاذ اللہ) اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی شکل وصورت ہے تو ایسے شخص پر شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا وتوجروا

الجواب: حامدًا ومصلیًا

سوال تنقیح طلب ہے پہلے اس کی وضاحت کی جائے کہ ان اشعار کا قائل کون ہے نیز اگر کسی کتاب میں ہو تو اس کا نام بقید صفحہ مع مطبع تحریر کریں جواب کا حقیقت پر مبنی ہونا ضروری ہے اس کے بعد ان کا کوئی جواب دیا جاسکے گا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

مفتی عبد القدوس صاحب رومی کے سوال کا جواب

سوال: حضرات علماء کرام دامت برکاتہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ
مندرجہ ذیل سوالات کے شرعی وفقہی جوابات مطلوب ہیں از راہ کرم ان کے شرعی جوابات مرحمت فرما کر اپنی رہنمائی فرمائیں اور عند اللہ ماجور ہوں۔

(۱) اسلام میں شوری کا مقام و درجہ کیا ہے؟

(۲) **وشاورهم فی الامر** کا صیغہ امر جوب کے لئے ہے یا استحباب کے لئے ہے؟

(۳) یہ حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے مخصوص تھا یا ساری امت مخاطب و مامور ہے؟

(۴) اہل مشورہ جو رائے دیں طلب مشورہ کے لئے اس پر عمل کرنا ضروری ہے یا اس کی صواب دید پر موقوف ہے اور عمل کرنے نہ کرنے میں شرعاً آزاد ہے اگر طالب مشورہ اصحاب مشورہ کے مشورہ پر عمل کا شرعاً پابند ہے تو حدیث بریرہؓ کا کیا جواب ہوگا؟

(۵) اگر اصحاب مشورہ متعدد اور ان کی آراء مختلف ہوں تو کیا صاحب معاملہ اکثریت کی رائے پر عمل کے لئے شرعاً پابند ہے؟

(۶) اختلافی معاملات میں اکثریت کی رائے پر عمل کرنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

(۷) بعض اداروں کے ارکان شوری اپنے لئے ہیئت حاکمۃ کی ایک اصطلاح استعمال کرتے ہیں یہ فقہ وشرع کی کوئی قدیم اصطلاح ہے یا ان حضرات کی خود ساختہ محدث ہے۔ نیز یہ اصطلاح دین وشرع سے کس درجہ مطابق ہے؟

نوٹ: جوابات دوٹوک اور واضح انداز میں ہوں اور مدلل ہوں غیر ضروری تطویل بعض اوقات جواب کو غیر واضح کر دیتی ہے اس لئے اختصار بھی ملحوظ رکھیں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

ذو المجد والكرم صاحب الفضل والنعم والخلق والشيم حامئ سنت ماحئ بدعت مرجع الخلائق منبع الفضائل حضرت مولانا مفتی

عبد القدوس صاحب زید کرمکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ما المسئول عنہا باعلم من السائل.

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

ایک کتاب ''اسلام کیا ہے'' کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس کتاب کے بارے میں ''اسلام کیا ہے'' جس کو ہندو فرقہ پرستوں نے شائع کیا ہے اس میں جہاں تک مجھ جیسے ان پڑھ کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب سراسر اسلام مذہب کے خلاف ہے اور لوگوں کو گمراہ کرنا ہے سوال یہ ہے کہ مذہبی نقطہ نظر سے کیا اس کی مخالفت بطور احتجاج کے علماء کرام کو کرنا چاہئے یا نہیں؟ یا اس کا مقابلہ سیاسی سطح ہی پر کیا جانا چاہئے میرے خیال میں یہ خالص مذہبی مسئلہ ہے۔

فیصلہ یہ کرنا ہے کہ جو مسلمانوں کو عام طریقہ سے جامع مسجد میں احتجاج کرنے کا حق ہے یا نہیں؟ اس میں علماء کرام کا کیا رول ہونا چاہئے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

جس کتاب کا تذکرہ سوال میں ہے وہ ناکارہ کی نظر سے نہیں گذری ہے لہٰذا جناب والا اس کو ارسال فرمادیں تاکہ اس کے مطابق اس کے بارہ میں کوئی حکم بتایا جاسکے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

حدیث من صلی خلف عالم تقی فکانما صلی خلف نبی کی تحقیق

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین کہ من صلی خلف عالم تقی فکانما صلی خلف نبی یہ حدیث کیسی ہے صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

اس روایت کو صاحب ہدایہ نے لیا ہے ج ا ص ۱۰۱ اسی طرح صاحب مجمع الانہر نے بھی لیا ہے ج ا ص ۱۰۷ اور قدوری کے حاشیہ پر بھی موجود ہے ص ۲۹ حاشیہ ۱۳ اسی طرح دوسرے فقہاء کرام نے بھی باب الامامۃ میں ثم اور آوری عھم کے تحت ذکر کیا ہے۔

لیکن محشی ہدایہ مولانا عبدالحیٔ صاحب رقم طراز ہیں واما لفظ الحدیث المذکور فی الکتاب فلم یوجد بل قال بعض المحدثین انه موضوع الخ ص ۱۰۲ حاشیہ ۳۲

علامہ زیلعیؒ نے نصب الرایه فی تخریج احادیث الهدایه میں اس روایت کو غریب قرار دیا ہے ج ۴ ص ۲۶ علامہ طحطاوی علی المراقی میں اس روایت کے بارے میں لم یتبته المحدثون لکھتے ہیں ص ۱۶۴ وحدیث من کثرت صلاته باللیل حسن وجه بالنهار لم یثبته المحدثون کحدیث من صلی خلف عالم تقی فکانما صلی خلف نبی الخ اور علامہ شامی نے بھی تقریباً یہی بات کہی ہے قال فی الحلیة ولم یجده المخرجون الخ ج ا ص ۳۷۷ علامہ عجلونی کشف الخفاء فی مزیل الالباس میں لکھتے ہیں کہ علامہ سخاوی اس پر مطلع نہیں ہوسکے ج ۲ ص ۲۰۷ علامہ طاہر پٹنی تذکرۃ الموضوعات میں علامہ سیوطی کے اللآلی کے حوالہ سے رقم طراز ہیں لم اقف علیه بهذا اللفظ

ان سب اقوال کی روشنی میں اس روایت کے بارے میں خود فیصلہ کرلیں کہ اس کا کیا مقام ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

خادم دارالافتاء جامعہ اسلامیہ دارالعلوم

مہذب پور، پوسٹ سنجرپور، ضلع اعظم گڑھ (یوپی)

التعلیق والتخریج

(۱) ھدایة باب الإمامة ج:۱ص:۱۲۲۔ تھانوی۔

(۲) مجمع الأنھر ج:۱ص:۱۶۲۔ فقیه الأمة۔

(۳) ھدایة ج:۱ص:۱۲۲۔ رقم الحاشیة ص:۶۔ تھانوی۔

(۴) قدوری ص:۱۰۷۔ قدیم۔

(۵) نصب الرایة فی تخریج أحادیث الھدایة ج:۲ص:۲۶۔ بیروت۔

(۶) حاشیة الطحطاوی علی المراقی ص:۳۰۰۔ دار الکتاب۔

(۷) کشف الخفاء فی مزیل الإلباس ج:۲ص:۲۰۷۔ بیروت۔

جماعت والے مسجد کا کوئی سامان استعمال کرسکتے ہیں یا نہیں؟

سوال: جماعت والے مسجد کا کوئی سامان استعمال کرسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

مسجد کا سامان مثلاً لوٹا، چٹائی، پنکھا وغیرہ استعمال کرسکتے ہیں (۱) اور اگر سامان سے کچھ اور مراد ہو تو اس کی وضاحت کریں تاکہ اس کے مطابق جواب دیا جاسکے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) ولأن التصرف فی مال الوقف مفوض إلی المتولی خانیة۔ (الشامی مع الدر ج:۴ص:۴۵۸۔ کراچی۔

وفی البحر عن القفیة قبیل أحکام المسجد یجوز صرف شیئ من وجوہ مصالح المسجد۔ (الشامی ج:۴ص:۴۳۶۔ کراچی)۔

والدین کی نافرمانی کرنے والے کی دعا کے قبول نہ ہونے کا مطلب

سوال: بے نمازی کی دعا قبول نہیں ہوتی، والدین کی نافرمانی کرنے والے کی دعا قبول نہیں ہوتی، قطع تعلق اور کینہ رکھنے والے کی دعا قبول نہیں ہوتی، اشکال یہ ہے کہ اگر ان حضرات کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں تو ان کے دعا مانگنے سے کیا فائدہ؟ جن احادیث میں یہ وارد ہے کہ ان حضرات کی دعا قبول نہیں ہوتی تو ان کی علمائے حق کے نزدیک توجیہ کیا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

بطور زجر وتوبیخ ہے تاکہ ترک صلوٰۃ اور والدین کی نافرمانی کی قباحت دل میں اتر جائے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

حضرت حسینؓ کی شہادت کے وقت کیا عمر تھی؟

سوال: حضرت حسینؓ کی شہادت کے وقت کیا عمر تھی؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

حضرت حسینؓ کی عمر شہادت کے وقت ۵۸ ؍برس کی تھی۔ کذا فی البدایہ والنہایہ

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

تبلیغی جماعت کیسی ہے؟

سوال: تبلیغی جماعت کیسی ہے کچھ لوگ اس کے متعلق غلط باتیں کرتے ہیں مع ثبوت تحریر فرمائیں۔؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

تبلیغی جماعت کیسی ہے؟ یہ سوال اس طرح کا ہے کہ کوئی کہے پلاؤ، زردہ اور گاجر کا حلوا اور خمیرہ گاؤ زباں کیسا ہے؟ اس کا جواب سائل کو یقیناً زبانی سمجھ میں نہیں آئے گا کیونکہ جن اجزاء سے ان کی ترکیب ہے ان میں سے بہت سے اجزاء ایسے ہیں جن سے وہ نابلد ہے اس کے سمجھانے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ جس چیز کے بارے میں وہ سوال کر رہا ہے وہ لا کر اسے کھلا دو استعمال کے بعد بغیر سمجھائے بات سمجھ میں آجائے گی اسی طرح تبلیغی جماعت کا حال ہے کہ زبانی سمجھ میں آنا دشوار ہے اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ایسے لوگوں کی ایک جماعت نکال دو۔ دو چار چلے جب گذار کر آئیں گے پھر کوئی سوال پیدا نہیں ہوگا باقی جو حضرات غلط باتیں کرتے ہیں کرنے دیجئے جب اللہ تعالیٰ اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غلط بات کرنے والوں نے نہیں چھوڑا تو کب اور کون کس سے چھوٹ سکتا ہے۔

قیل ان الالٰہ ذو ولد قیل ان محمدًا قد کھنا

اس لئے اپنا کام کرتے رہنا چاہئے کہ ان باتوں سے خواہ مخواہ خلل پیدا ہوتا ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

ایک عالم کے بیان پر اعتراض کی تحقیق

سوال: میں نے ایک عالم کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ ابرہہ بادشاہ نے ارادہ کیا تھا کہ حرم شریف کو ڈھا کر اس کی اینٹ سے عبادت خانہ بنائے کیا مذکور عالم کا بیان صحیح ہے (حالانکہ گرجا گھر پہلے بنوا چکا تھا) اس کی وضاحت بالتفصیل تحریر فرمائیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً

عالم صاحب نے یہ بات کہاں سے اخذ کر کے نکالی یہ تو ان سے معلوم کرنے کی ضرورت ہے باقی عام کتب تفسیر عالم صاحب کے بیان کی مساعدت نہیں کرتیں چنانچہ وہ عبارتیں درج ذیل ہیں۔

(۱) وکتب الی النجاشی انی بنیت لك بصنعاء کنیسة لم یبن لملك قبلها ولست منتهیاً حتیٰ اصرف الیها حج العرب الخ (تفسیر خازن ج ۴ ص ۴۰۷) الی ان قال لیسیرن الی الکعبة حتی یهدمها.

(۲) وقال انی لم آت لقتال انی جئت لاهدم هذا البیت (خازن ج ۴ ص ۴۰۸) وقال انما جاء لهدم هذا البیت ثم ینصرف عنکم. (خازن)

(۳) روی ان ابرهة بن الصباح ملك الیمن بنیٰ کنیسة بصنعاء سماها "القلیس" واراد ان یصرف الیها الحاج الخ الیٰ ان قال جئت لاهدم البیت الذی هو دینك ودین آبائك وشرفکم فی قدیم الدهر. (مدارک التنزیل علیٰ ہامش الخازن ج ۴ ص ۴۰۷)

(۴) واخرج عبد بن حمید عن قتادة فی قوله الم تر کیف فعل ربك باصحاب الفیل فان اقبل ابرهة الاشرم بالحبشة ومن تبعه من غواة اهل الیمن الی بیت الله یهدمه من اجل بیعته لهم اصابها العرب

بارض الیمن الخ (الدرالمنثور ص ۳۹۵)

(۵) واخرج ابویکسوم جبار من الجبابرة جاء بالفیل یسوقه معه الجیش لیهدم زعم بیت الله من اجل بیعة کانت عدمة بالیمن الخ (الدرالمنثور ج ۶ ص ۳۹۵)

(۶) ان ابرهة بنی کنیسة بصنعاء تسمّٰی "القلیس" لم یر مثلها الی قوله حتّٰی اصرف الیها حج العرب والٰی قوله تحدث العرب بذالك فغضب رجل من السادة احدبنی فقهم ثم احد بنی مالك وخرج حتّٰی اتی القلیس فعقد فیها ولحق بارضه وبلغ ابرهة وقیل له الرجل من البیت الذی یحج الیه العرب فحلف لیسیرن الیه لیهدمه (تاریخ ابن خلدون ج ۲ ص ۶۱)

(۷) ان ابرهة بن الصباح الاشرم ملك الیمن من قبل اصحمة النجاشی بنی کنیسة الی قوله فخرج من بنی کنانة رجل وتغوط فیها لیلًا لیغضبه ذالك فحلف لیهدمن الکعبة. (تفسیر کبیر رازی ج ۲ ص ۹۶)

مذکورہ بالا تمام اقوال میں کہیں بھی اس کا ثبوت نہیں کہ ابرہہ کا ارادہ خانۂ کعبہ کی اینٹ لاکر اپنا کنیسہ بنوانے کا تھا نیز اسی قسم کا قصہ حاشیہ علامہ صاوی ج ۴ ص ۳۵۳ میں سورۂ فیل کے تحت اور تفسیر نسفی ج ۴ ص ۳۷۷ میں موجود ہے مگر کہیں بھی اس کا تذکرہ نہیں ہے کہ ابرہہ کا ارادہ وہاں سے اینٹ لاکر اپنا کنیسہ بنانا تھا آخر میں تاریخ طبری سے دو روایت نقل کرتا ہوں۔

(۸) ایک روایت ابن اسحاق کی ہے جس میں حتّٰی اصرف الیها حج العرب الی قوله وحلف لیسیرن الی البیت فیهدمه کے الفاظ موجود ہیں۔ تاریخ طبری ج ۲ ص ۱۱۰۔

(۹) دوسری روایت ہشام بن محمد کی ہے فانه قال بنی ابرهة بعد ان رضی

عنه النجاشی واقره علی عمله کنیسة صنعاء فبناها بناءً معجبا لم یر مثله بالذهب والاصباغ المعجبة کتب الیٰ قیصر یعلمه انه یرید بناء کنیسةٍ بصنعاء یبقی اثرهاوذکرها وسأله المعونة له علی ذالك فاعانه بالصناع والفیسفاء والرخام و کتب ابرهة الیٰ النجاشی حتی استتم بنائها انی ارید ان اصرف الیها حج العرب الی قوله فغضب ابرهة واجمع علی غزو مکة وهدم البیت۔ (تاریخ طبری ج ۲ ص ۱۱)

(۱۰) ایک تیسری روایت جو انتہائی جامع ہے اور امام طبری نے تین سندوں سے اسے نقل کیا ہے اسے نقل کرتا ہوں وغلب علی الیمن فرأی الناس یتجهزون ایام الموسم للحج الی البیت الحرام وسأل این یذهب الناس فقالوا یحجون الی بیت الله بمکة قال بم هو قالوا من حجارة قال فما کسوته قالوا ما یأتی من هٰهنا قال والمسیح لابنین لکم خیرًا منه فبنیٰ لهم بیتا عمله بالرخام الابیض والاحمر والاصفر وحلاه بالذهب والفضة وحفه بالجوهر وجعل له ابوابًا علیها صفائح الذهب ومسامیر الذهب وفصل بینهما بالجوهر وجعل فیها یاقوتةً حمراء عظیمة وجعل لها حجابًا الی قوله وامر الناس فحجوه کثیر من قبائل العرب سنین الی قوله وکان تقیل الخثعمی یدفع ما یکره فلما کان لیلة من اللیالی لم یر احدًا یتحرك فقام فجاءً بعذرة فلطخ بها قبلته وجمع جیفًا فالقاها فیه فاخبر ابرهة بذالك فغضب غضبًا شدیدًا وقال انما فعلت بهذا للعرب غضبًا لبیتهم لانقضه حجرًا حجرًا (تاریخ طبری ج ۲ ص ۱۱۴)

مذکورہ بالا روایت اور تمام اقوال کا تجزیہ کرنے کے بعد قدرے مشترک اتنی بات ثابت ہوتی ہے کہ ابرہہ نے پہلے اپنا کنیسہ بنالیا تھا پھر عربوں کی بے حرمتی پر اس کو طیش آیا اور جوش غضب میں کعبۃ اللہ کی تہدیم کی اسکیم بنائی نیز طبری کی اس تیسری روایت میں اس کی تصریح

ہے کہ ابرہہ نے لوگوں سے پوچھا کہ بیت اللہ کس چیز کا بنا ہوا ہے لوگوں نے کہا پتھر کا بنا ہوا ہے۔اس پر مسیح کی قسم کھا کر ابرہہ نے کہا کہ میں تمہارے لئے ضرور بالضرور اس سے بہتر گھر بناؤں گا چنانچہ یہ بھی تصریح ہے کہ ابرہہ نے لوگوں کے لئے گھر بنایا جس میں سونا، چاندی، ہیرہ، جواہر موتی کے علاوہ گارا مٹی کا سوال ہی نہیں تھا۔

غرضیکہ اگر ابرہہ کعبہ کی اینٹیں اور پتھر لاتا پھر اس سے بیت اللہ کی تعمیر کرتا تو لابنین لکم خیرًا کا پھر کیا مطلب ہوگا۔اس لئے یہ بات روایت سے جہاں خارج ہے وہیں درایت سے بھی خارج ہے لہٰذا عالم صاحب اپنے قول کی دلیل پیش کریں، ان کا قول محتاج دلیل ہے غرض کہ بیت اللہ کی تہدیم علی سبیل العناد تھی، بے حرمتی مقصود تھی، اس کی اینٹیں لا کر کنیسہ کی تعمیر کی بات روایت و درایت دونوں سے خارج ہے۔

واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم.

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

حروف تہجی اب ت ث وغیرہ کے رسم الخط کا واضع کون ہے

سوال: حروف تہجی اب ت ث وغیرہ کے رسم الخط کا واضع کون ہے قواعد بغدادی وغیرہ کے جملہ خانوں میں حروف مفرداً لکھے ہوئے ہیں لیکن ایک خانہ میں مرکب حرف لکھا ہوا ہے یعنی لا، اس ترکیب کی وجہ کیا ہے جبکہ اس سے پہلے الف اور علیحدہ علیحدہ لکھا جا چکا ہے؟

الجواب: حامدًا و مصلیًا

واضع کا سراغ نہ لگ سکا البتہ اگلی گفتگو کے سلسلہ میں یہ عرض ہے کہ ”صورت لا کہ بلام الف شہرت دارد وحریری آنرا اختراع کردہ آنرا در حروف تہجی اصل نیست عبد الواسع ہانسوری در رسالۂ خود می نویسد کہ اصلش چنیں معلوم می شود کہ در اوائل زماں وضع ایں حروف وکتابت آنا کسے از راہ غلط صورت ہمزہ را بعد ہا وقبل از یاء نوشتہ ماہرے وقت ملاحظۂ ایں املاء برصورت

ہمزہ لا گذاشتہ برائے اشارت بایں معنی کہ محل وقوع ایں حرف یعنی ہمزہ ابتدائی تعداد ایں حروف است نہ اینجاوحق آنست کہ مصنف اختیار کردہ یعنی ہرگاہ ابتدا بساکن یعنی چنانکہ مشہور است دشوار برد پس چگونہ الف متلفظ شود لا جرم ضرورت افتادندکہ ایں حرف با متحرک دیگر ضم باید ساخت تا تلفظ انسان شود سوائے لام حرف دیگر قابل ضم نیافتند دریں ہر دو حرف باہم در اسم لغایت مناسبت است ازانکہ لام دروں لفظ والف دروں لام است پس صورت الف لا مقرر کردند۔ (الخزائن الخمسہ ص ۶۴)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

فضلات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم

سوال: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضلات پاک ہیں یا نہیں؟ میری نگاہوں سے مختلف عبارتیں گزریں کہیں پاک ہونا معلوم ہوتا ہے کہیں ناپاک، اس کی کیا تحقیق ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

اکثر حضرات محدثین طہارت ہی کے قائل ہیں خود حضرت امام ابوحنیفہؒ بھی اسی کے قائل ہیں جیسا کہ ''المواہب اللدنیۃ'' میں بحوالہ عینی شرح بخاری مذکور ہے۔ علامہ بیری نے بھی شرح اشباہ میں اسی کی تصریح کی ہے۔ بعض ائمہ شافعیہ نے بھی طہارت والے قول کی تصحیح کی ہے۔ بعض ائمہ شافعیہ نے بھی طہارت والے قول کی تصحیح کی ہے بقول حافظ ابن حجر عسقلانی دلائل سے طہارت والے قول کو ہی تقویت ملتی ہے اور بقول ملا علی قاریؒ اکثر حضرات حنفیہ کا مختار قول یہی ہے۔ بہت سے حضراتِ ائمہ حدیث نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیات میں سے اسے شمار کیا ہے۔ (ردالمحتار ج ا ص ۳۱۸)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

قرآن کے بوسیدہ اوراق کو کیا کیا جائے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیانِ ملت، مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید کے پاس ایسا بوسیدہ قرآن ہے جس سے فائدہ مشکل ہے، یا قرآن کا کوئی ٹکڑا یا کوئی پارہ پھٹا ہوا موجود ہے تو اب سوال اس بات کا ہے کہ اسے کہیں گاڑ دیا جائے یا جلا دیا جائے یا کسی کنویں میں یا ندی میں پھینک دیا جائے اور جب کہ ان تمام باتوں کا دارومدار اس بات پر ہے کہ جب یہ معلوم ہو جائے کہ قرآن جو اس وقت ہمارے پاس ہے جب خلیفۂ ثالث نے اس کو پتوں اور چھالوں سے منتقل کر کے اس کو جمع کیا تو جن پتوں اور درخت کی چھالوں سے نقل کیا تو وہ پتے اور چھال کو کیا کیا؟ آیا گاڑ دیا یا جلا دیا یا ندی میں ڈال دیا، لہٰذا اس سلسلہ میں احناف کا کیا مسلک ہے؟ (۲) اس سلسلہ میں تاریخ کیا کہتی ہے؟ (۳) ان تمام باتوں کا جواب بحوالہ کتب تحریر فرما کر اصلاح فرمائیں۔

المستفتی: جمال احمد سیتاپوری

الجواب: حامدًا ومصلیًا

قرآن پاک جب بوسیدہ ہونے کی وجہ سے ناقابل انتفاع ہو جائے تو فقہاء حنفیہ کی تصریح کے مطابق سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ لحد بنا کر اس میں دفن کر دیا جائے او تدفن وھو احسن کما فی الانبیاء در مختار ج۵ ص۲۷۱ یعنی ان الدفن لیس فیہ اخلال بالتعظیم لان افضل الناس یدفنون (رد المحتار ج۴ ص۲۷۱) اگرچہ ماء جاری میں ڈال دینے کی بھی اجازت ہے لیکن یہ خلاف اولیٰ ہے اسی وجہ سے علامہ علاؤ الدین حصکفی نے یہ تعبیر اختیار کی ہے ولا بأس بان تلقیٰ فی ماء جارٍ کما ھی "بحوالہ بالا"

اسی طرح جلانا بھی ثابت ہے جیسا کہ علامہ سیوطی علیہ الرحمہ نے نقل کیا ہے وان احرقھا بالنار فلا بأس احرق عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مصاحف کان

فیھا آیات قرآت منسوخة ولم ینکر علیه الاتقان ج ۲ ص ۱۷۲)
لیکن حضرات حنفیہ کے یہاں یہ ممنوع ہے جیسا کہ علامہ شامی نے تصریح کی ہے وفی الذخیرۃ المصحف اذا صار خلقًا وتعذر القرأۃ منه لا یحرق بالنار، الیه اشار محمد ؒ وبه ناخذ الخ (ج ۵ ص ۲۷۱ وہکذا فی الاتقان ج ۲ ص ۱۷۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

تبلیغی جماعت کے موجودہ حضرت جیؒ کے ایک عمل پر اعتراض

سوال: کیا حکم شرعی ہے ایسے شخص کے بارے میں جو شریعت کے ایک مسئلہ مسلّمہ کی تضحیک وطنز کرتے ہوئے یہ کہتا یا لکھتا ہے کہ ”ہم نے ہاٹا کے اجتماع میں دیکھا تھا کہ وہاں پچیس لڑکوں کا نکاح ہوا، کسی لڑکے کے جسم پر پورا کپڑا بھی نہیں تھا اور نہ کسی فریق کا ایک پیسہ بھی کسی طرح خرچ ہوا، ایک ہی منٹ میں ایک ہی خطبہ میں اور ایک جلسہ میں الوداعی دعاء میں آپ کے حضرت جی نے سب کی شادی ختم کر دی، ظاہر ہے کہ کتنی بابرکت شادی ہوئی ہوگی، خدا کرے ایسی برکت آپ کو بھی نصیب ہو، جمعۃ الوداع میں ایک صاحب اپنی تقریر کے درمیان غیر روزہ داروں کے متعلق جو بدقسمتی سے روزہ بھی نہیں رہتے اور اس کا مذاق بھی اڑاتے ہیں فرمایا کہ اگر کوئی مسلمان نماز روزہ وغیرہ ادا نہیں کرتا لیکن اس کی تضحیک وتمسخر بھی نہیں کرتا تو وہ مسلمان رہے گا لیکن تمسخر کرنے والا مسلمان نہیں رہتا ہے۔ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ نے بھی فضائل رمضان کی فصل اول کی آخری حدیث کی تشریح کے سلسلے میں فرمایا ہے کہ دین کی ادنیٰ سے ادنی بات کا تمسخر بھی کفر ہے جس سے اور بھی تمام عمر کے نماز، روزہ، نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ بینوا وتوجروا

المستفتی: حکیم انیس الحق اعظم گڈھ

الجواب: حامدًا و مصلیًا

ممکن ہے کہ اعتراض کرنے والے کو غلط فہمی ہو کہ ہر ایجاب وقبول کے لئے خطبہ ضروری ہے، حالانکہ ایسی بات نہیں ہے، نکاح کا اصل جزء ایجاب وقبول ہے خطبہ بھی ضروری نہیں، اگر کئی نکاح ایک ہی مجلس میں ہوں تو ایک خطبہ کافی ہے، حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کا عمل بالکل صحیح ہے، باقی اس کی وجہ سے اعتراض کرنے والے کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔

نوٹ: سوال واضح انداز میں لکھا کریں، جو بات معلوم کرنی ہو اس کی وضاحت ضروری ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

اللہ میاں آرہے ہیں کہنے کا حکم

سوال: ایک روز زید اپنے ساتھیوں کے ساتھ ٹہلتا جارہا تھا دوسری طرف سے اس کے استاذ صاحب جو اس پر بڑی تاکید کیا کرتے تھے، آرہے تھے، وہ ان کو دیکھ کر یہ کلمہ زبان سے ادا کیا کہ اللہ میاں آرہے ہیں تو اس کلمہ پر علماء دین کیا فتویٰ دیتے ہیں اور زید کے ساتھیوں نے اسے ملامت کرنا شروع کیا اور یہ بھی کہا کہ یہ کلماتِ کفریہ میں سے ہے، تب ہی سے پریشان ہے لہٰذا جواب تحریر فرمائیں، اس کلمہ کو کئی بار کہہ چکا ہے۔

الجواب: حامدًا و مصلیًا

اللہ میاں آرہے ہیں اس کا یہ بھی مطلب ہوسکتا ہے کہ وہ شخص جو اپنے کو خدا سمجھتا ہے وہ آرہا ہے۔ نیز مزاحاً کہنا یہ قرینہ ہے کہ اس کو واقعتہً خدا نہیں مان رہا ہے بلکہ اکڑ و بڑائی جو صرف خدا کی صفت ہے بزبان حال اس کے لئے ثابت کررہا ہے۔ یہ اس کا مذاق اڑانا ہے لہٰذا قائل کافر نہیں ہے۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) ما فی جامع الفضولین وفی الفتاویٰ الصغری: الکفر شیئ عظیم فلا أجعل المؤمن کافراً متی وجدت روایۃً أنه لا یکفر، وفی الخلاصة وغیرها إذا کان فی المسألة وجوه توجب التکفیر ووجه واحد یمنعه فعلی المفتی أن یمیل إلی الوجه الذی یمنع التکفیر تحسیناً للظن بالمسلم۔

(شامی مع الدر ج:۴ص:۲۲۴۔ باب المرتد کراچی)۔

(النهر الفائق ج:۳ص:۲۵۳۔ زکریا)۔

(الفتاویٰ الهندیة ج:۲ص:۲۸۳۔ رشیدیة)۔

اپنا حق وصول کرنے کے لئے غاصب کے مال پر قبضہ کا حکم

سوال: ایک شخص نے ہمارا یعنی ظہیر الحسن وابو الحسن وغیرہما کا ایک درخت نیم کا اور بانس زبردستی وسینہ زوری سے کاٹ لیا تھا، ہم لوگ اپنی کمزوری کے باعث نہ روک سکے، چند سال کے بعد ہم لوگوں نے کچھ زمین پر یعنی بھیکی خاں کی زمین پر قبضہ کرلیا، انہوں نے روکنا چاہا، ہم نے کہا ہمارا درخت نیم اور بانس کاٹ لیا ہے، اس کی قیمت دے دو، تمہاری زمین چھوڑ دیں گے، انہوں نے نہیں دیا، زمین اب تک ہم لوگوں کے قبضہ میں ہے، یہ قبضہ ناجائز ہے یا جائز؟

المستفتی: ابو الحسن خان زین الدین، ہنسور فیض آباد

الجواب: حامداً ومصلیًا

صورتِ مسئولہ میں بھیکی خاں کی زمین پر ظہیر الحسن وابو الحسن خاں صاحب کا قبضہ شرعاً درست ہے، حبس زمین کے ساتھ مطالبہ جاری رکھیں جب بھیکی خاں اشیاء مغصوبہ کی قیمت ادا کردے تو زمین واپس کردیں، الحاصل اپنے حق کو وصول کرنے کے لئے غاصب کی کسی چیز کو جو مغصوب کے برابر ہو محبوس کرنا جائز ہے، کما صرح العلامة التهانوی نور

اللہ مرقدہ امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۷۳ (۱) لیکن پیداوار کو اپنے استعمال میں لانا جائز نہیں۔(۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) امداد الفتاویٰ ج:۳ص:۳۷۳۔ قدیم زکریا۔

(۲) عن أبی هرة الرقاشی عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: لا یحل مال امرء مسلمٍ إلا عن طیب نفسه۔ (سنن الدار قطنی ج:۳ص:۲۲۔ دار الإیمان)۔

لا یجوز التصرف فی مال غیره بلا إذنه ولا ولایته إلا فی مسائل مذکورةٍ فی الأشباه۔ (الدر المختار مع الشامی ج:۶ص:۲۰۰۔ کراچی)۔

حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو ماننے کا حکم

سوال: کیا عیسیٰ علیہ السلام کو ماننے والا جہنمی ہے؟

الجواب: حامدًاومصلیًا

حضرت عیسیٰؑ کا نبی ہونا نصِ قطعی سے ثابت ہے، ورسولًا الی بنی اسرائیل الآیۃ (۱) لہٰذا اگر کوئی شخص ان کے نبی ہونے کا منکر ہے تو یقیناً وہ کافر ہے، اور ہر کافر جو کفر کی حالت میں مرگیا جہنمی ہے، لہٰذا منکرِ نبوتِ عیسیٰ علیہ السلام بھی جہنمی ہے، اس اعتبار سے قائل کا قول بالکل صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس طریقے پر ماننا کہ عیسیٰ علیہ السلام بھی انبیاء کرامؑ میں سے ایک نبی ہیں، بالکل صحیح ہے، ایسا شخص کافر نہیں۔ دوسرا مطلب اس قول کا یہ ہوسکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس طرح ماننا کہ اسکے بعد آنے والے نبی (حضور اکرم ﷺ) کا انکار ہو یہ کفر ہے، اس لئے کہ اس کے بعد نبی آخر الزماں کی بعثت نصوصِ قطعیہ واخبارِ متواترہ مشہورہ سے ثابت ہے اور ہر کافر جہنمی ہے، لہٰذا مذکورہ طریقہ پر ماننے والا کافر ہے، اوراس توجیہ پر

قائل کا قول صحیح ہے، تیسرا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو ماننے کا والا حضور ﷺ کی بعثت کا اعتراف کے ساتھ یہ بھی مانتا ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے قریب نیا دین اور نئی شریعت لیکر تشریف لائیں گے اور شریعت محمدیہ کو چھوڑ کر نئی شریعت پر عمل کریں گے اور دوسروں سے عمل کرائیں گے، اس توجیہ کے اعتبار سے بھی قائل کا قول صحیح ہے، اس لئے کہ حضور اکرم ﷺ کا خاتم النبیین ہونا نصوصِ قطعیہ سے ثابت ہے، قرآن پاک میں ہے ''ما کان محمدٌ ابا احدٍ من رجالکم ولکن رسول الله وخاتم النبیین'' الآیۃ اور حدیثِ پاک میں ہے ''انا خاتم النبیین لا نبی بعدی ولا رسل'' ترمذی شریف اور نصوصِ قطعیہ کا منکر کافر ہے اور ہر کافر جہنمی ہے، لہٰذا شخص مذکور بھی جہنمی ہے، علامہ قسطلانی نے المواہب اللدنیہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بارے میں تفصیل سے کلام کیا ہے، بقائے نبوت کے ساتھ اتباع نبوتِ محمدیہؐ ہی کی کریں گے اور اسی کے مطابق فیصلے فرمائیں گے۔ (المواہب اللدنیہ ج٦ ص ١٦٥)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(١) سورۃ الأحزاب رقم الآیۃ: ٣٣۔

عن ثوبان رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا تقوم الساعة حتی تلحق قبائل من أمتی بالمشرکین وحتی یعبدوا الأوثان وإنه سیکون فی أمتی ثلاثون کذابون کلهم یزعم أنه نبیٌّ وأنا خاتم النبیین لا نبی بعدی۔ (سنن الترمذی باب ماجاء لا تقوم الساعة حتی یخرج کذابون۔ رقم الحدیث: ٢٢١٨)۔

داڑھی کتروانے والے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرعِ متین ایسے شخص کے بارے میں جس کی داڑھی ابھی ایک مشت سے کم ہے اور اس کو وہ کتروا کر برابر کرتا رہتا ہے نیز اس کا اعتقاد بھی ہے کہ ایک مشت سے کم داڑھی کا کتروانا جائز ہے ایسا شخص شریعت کی نظر میں کیسا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

داڑھی کی مقدار ایک قبضہ ہے ایک قبضہ سے کم کرنا یا قبضہ سے پہلے ہی کاٹنا یا کتروانا جائز نہیں (۱) علامہ علاؤ الدین حصکفی صاحبِ درمختار نے شیخ ابن ہمام صاحبِ فتح القدیر کے حوالہ سے ایسے شخص کے بارے میں بہت سخت الفاظ ذکر فرمائے ہیں۔ واما الاخذ منها وهی دون القبضة كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم يبحه احد (۲) ''داڑھی کا کاٹنا جب کہ وہ مقدار قبضہ سے کم ہو جیسا کہ بعض مغرب زدہ اور مخنث قسم کے انسان یہ حرکت کرتے ہیں اس کو کسی نے بھی مباح قرار نہیں دیا'' ایسا شخص شرعاً فاسق ہے اور جواز کا اعتقاد انتہائی خطرناک ہے۔ اللهم احفظنا منه

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

والسنّة فيها أى اللحية القبضة وهو أن يقبض الرجل لحينة فما زاد منها على قبضة قطعة، كذا ذكره محمد فى كتاب الآثار عن الإمام قال لوبه فأخذ۔ (بذل المجهود: باب السواك من الفطرة ج:۱ ص:۳۳۶)۔ مركز الشيخ أبى الحسن الندوى۔

(و كذا فى فتح القدير: كتاب الصوم ج:۲ ص:۲۷۰۔ دار إحياء التراث العربى۔

أمّا الأخذ الخ۔ (شامی: کتاب الصوم، مطلب فی الأخذ من اللحیة ج:۲ص:۴۱۸)۔
(و کذا فی أوجز المسالك: کتاب الشعر ج:۱۷ ص:۱۱۔ مرکز الشیخ ابی الحسن الندوی۔
یحرم علی الرجل قطع لحیته۔ (شامی ج:۶ص:۴۰۷۔ کتاب الخطر والإباحة۔ کراچی۔
(۱) یحرم علی الرجل قطع لحیته۔ (شامی ج:۶ص:۴۰۷۔ کراچی)۔
(۲) شامی ج:۲ص:۴۱۸۔ کتاب الصوم۔ مطلب فی الأخذ من له للحیة۔ کراچی۔
هکذا فی:
(أحکام القرآن للتهانوی ج:۱ص:۶۵۔ ادارة القرآن کراچی)۔
(حجة الله البالغة مع شرحها رحمة الله الواسعة ج:۳ ص:۲۴۶۔ خصال الفطرة مکتبة حجاز)۔

صدقہ کی نیت سے کھلانے کا حکم

سوال: اگر کوئی شخص صدقہ کرنا چاہے تو کس طریقہ سے جانور کا گوشت چڑیا کو کھلائے یا یتیم بچوں کو یا غیروں کو۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

انسانوں کو کھلایا جائے اگر یتیم بچوں یا غریبوں کو کھلائیں تو اور بہتر ہے۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) ولا یشترط علم الفقیر أنہا زکاۃ علی الأصح حتی لو أعطاہ شیئًا وسماہ ھبۃً أو قرضاً ونوی الزکاۃ صحت۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ج:۱ ص:۷۱۵۔ دار الکتاب)۔

حاشیۃ الشرنبلالی علی درر الحکام شرح غرر الأحکام ج:۱ص:۱۷۴۔ قدیم۔

قولہ: نیۃ: أشار إلی أنہ لا اعتبار للسمیۃ فلو سماھا ھبۃً أو قرضاً تجزیہ فی الأصح۔ (شامی مع الدر ج:۲ ص:۲۶۸۔ کراچی)۔

متضاد فتوے پر اشکال اور اس کا حل

سوال: بعد سلام مسنون کے عرض یہ ہے کہ آنجناب کا فتاوی الریاض جلد ا ص ۶۶ پر دیکھا سوال ریڈیو کے متعلق تھا۔ مستفتی عبدالسلام قاسمی اسراشہید بستی

جواب میں ریڈیو، ٹیپ ریکارڈ کے متعلق آپ نے جو فرمایا کہ اس کے رکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ اس کا استعمال حدود شرعیہ کے تحت ہو یعنی ان کے استعمال کو تلاوت اور خبر تک محدود رکھا جائے۔

نوٹ: سائل کا سوال تھا کہ بحوالہ کتب تحریر فرمائیں مگر آپ نے اس کو نظر انداز کرتے ہوئے بغیر حوالہ کے اپنے فتویٰ کو قلمبند کیا۔ عبارت حضرت تھانوی، حوالہ سلسلہ مواعظ موسوم بہ التبلیغ جلد ۶ ص ۱۶۰

اخبار دیکھنے والے مسلمان اس سے بھی بے خبر نہیں کہ علماء نے بالآخر متفقہ طور پر یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ ریڈیو سے قرآن پاک کی تلاوت سننا بھی جائز نہیں جس طرح گراموفون سے جائز نہیں کیونکہ اس میں قرآن پاک کی اہانت ہوتی ہے پھر صرف خبریں سننا کیسا ہے؟ آگے گانے بجانے پر خود قیاس کرلو۔

نوٹ: مندرجہ بالا عبارت سے جو بات ثابت ہوتی ہے اس پر آپ کا کیسا خیال

ہے؟ کیا حضرت تھانوی کی یہ بات غلط ہے اس مسئلہ کو آپ کے فتویٰ سے تضاد ہے جس کی وجہ سے ہم کو بہت خلجان ہے اس لئے برائے مہربانی واضح عبارت اور بحوالہ کتب تحریر فرمائیں عین نوازش ہوگی۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

عزیز گرامی قدر محمد اظفر جمال زاد اللہ علمکم وعملکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بقرعید کی تعطیل کی واپسی پر آپ کا استفتاء نامہ نظر نواز ہوا، اس سے مسرت ہوئی کہ آپ اکابر کی کتابیں صرف دیکھتے ہی نہیں بلکہ اس کے مضامین کا استحضار بھی ہے بارک اللہ تعالیٰ۔

آپ کی تحریر سے دو باتیں دریافت طلب معلوم ہوئیں (۱) مستفتی نے بحوالہ کتب جواب مانگا تھا اور ناکارہ نے حوالہ کو نظر انداز کر دیا۔(۲) ناکارہ کا جواب حضرت تھانویؒ کی بات کے معارض ہے۔

(۱) کے بارے میں عرض ہے کہ فتاویٰ کے کچھ اصول ہیں: ان میں سے کچھ مستفتی سے متعلق ہیں مثلاً سوال واضح ہو، مقصود عمل ہو، صرف دوسروں پر حجت قائم کرنا اور اسکو رسوا کرنا نہ ہو، ایک استفتاء صرف دو تین سوال پر مشتمل ہو، سوال کی تحریر صاف ستھری ہو، جواب کے لئے لفافہ بھی ہو، لیکن اکثر ان اصول پر مستفتی کا عمل نہیں ہوتا اور بعض پڑھے لکھے سمجھدار حضرات بھی صرف سوال بھیج دیتے ہیں اور لفافہ جواب کے لئے نہیں بھیجتے۔اور کچھ اصول مفتی سے متعلق ہیں مثلاً: جواب انتہائی واضح ہو، جس کو جاہل بھی سمجھ سکے، الفاظ سخت نہ ہوں، تحریر صاف ہو، جواب صحیح ہو۔جواب سوالات کی ترتیب سے الاقدم فالاقدم کی رعایت کرتے ہوئے لکھا جائے وغیرہ، لیکن مفتی کے ذمہ یہ لازم نہیں کہ ہر جواب کو بحوالہ کتب لکھے، چنانچہ فتاویٰ رشیدیہ کفایت المفتی، فتاوی دارالعلوم، فتاویٰ محمودیہ وغیرہ میں یہی بات پائیں گے، بلکہ حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہ تو اس پر ناراض ہوتے تھے اگر کوئی یہ لکھتا کہ بحوالہ کتب جواب تحریر فرمائیں۔فتاویٰ دارالعلوم دیوبند پر اسی وجہ سے مفتی محمد ظفیر الدین صاحب کو تحشیہ کا کام کرنا پڑا،

باقی اگر کوئی عالم اپنے اطمینان کے لئے دلیل معلوم کرے تو بتلا بھی دیا جاتا ہے۔

(۲) کا جواب یہ ہے کہ ناکارہ کا جواب حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ کے جواب کے معارض نہیں اس لئے کہ جو عبارت سرخی قائم کر کے نقل کی ہے وہ حضرت تھانوی کی عبارت نہیں آپ کو مغالطہ ہو گیا ہے، حضرت تھانوی کا وعظ صفحہ ایک سو اکاون پر ختم ہو گیا ہے، ص ۱۵۲ سے ’’نیک صحبت کی اہمیت‘‘ کے عنوان سے جو بات ہے وہ ناظم ادارہ تالیفات اولیاء کے قلم کے رشحات ہیں۔ لہٰذا حضرت تھانوی کی طرف اس کا انتساب غلط ہے اب رہ جاتی ہے یہ بات کہ مولانا حبیب اللہ صاحب ناظم ادارہ تالیفات اولیاء نے جو بات کہی ہے وہ کہاں تک صحیح ہے۔ اس کے لئے بہتر ہے کہ آپ زحمت فرما کر انہیں سے رجوع کریں، اس لئے کہ الحمد للہ وہ زندہ ہیں۔ اگر حضرت تھانوی کی بات ہوتی تو ناکارہ کچھ عرض کرتا اس لئے کہ وہ اس دار فانی سے رخصت ہو چکے ہیں، امید کہ یہ چند سطور ازالہ شبہات کے لئے کافی ہوں گے، پھر بھی اگر کوئی بات قابل دریافت ہو تو ناکارہ خدمت کے لئے حاضر ہے، آئندہ بھی آپ بلا تکلف مراجعت کر سکتے ہیں اپنی بضاعت کے مطابق ناکارہ جواب سے پیچھے نہیں ہٹ سکتا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؒ

التعلیق والتخریج

(۱) النكاح ينعقد بالإيجاب والقبول۔ بالفظين يعبر بهما عن الماضي۔ الى۔

(هداية ص:۲۰۵ ج:۲ تهانوی)۔

هكذا في: الدر المختار مع الشامي ص:۱۴ ج:۳۔ كراچی۔

النهر الفائق ص:۱۷۹۔ ج:۲۔ زكريا۔

الفتاوىٰ الهندية ج:۱ ص:۲۷۰۔ رشيدية۔

الفقه الإسلامي وأدلته ص:۶۵۲۸۔

(۲) وفي الخلاصة وغيرها إذا كان في المسئلة وجوه توجب التكفير ووجه واحد لا

يوجبه فعلى المفتي أن يميل إلى عدم التكفير غير أنه يجوز أن يراد بالوجوه الأقوال والاحتمالات ولكن يؤيد الأول ما في الصغرى. الكفر شيئ عظيم. فلا أجعل المؤمن كافراً متى وجدت رواية أنه لا يكفر. (النہر الفائق ج:۳ ص:۲۵۳ زکریا)۔ (شامی ج:۴ ص:۲۲۴۔ باب المرتد کراچی)۔

شعبدہ بازی پر اعتقاد کا حکم

سوال: ایک آواز بڑے زوروں کے ساتھ ہر قصبہ و دیہات میں پھیلی ہوئی ہے کہ ایک بوڑھی عورت آتی ہے اور روٹی اور پیاز کا سوال کرتی ہے، رات کے وقت روٹی عسل و پیاز کو مسل کر پھینک دیتی ہے اور پیاز سے خون نکلتا ہے تو وہ خون جس گھر میں پھینک دیتی ہے تو اس گھر کے سب مر جاتے ہیں لیکن اس کی تصدیق صحیح نہیں ہے۔

اور ساتھ ہی ساتھ گیرو کو پیس کر ہاتھ میں لگا کر پٹہ مارنے سے کچھ اثر نہیں ہوتا ہے اور یہ چیز مسلمان میں زیادہ پھیلی ہوئی ہے تو ایسے مسلمانوں کو کیا کہا جاوے، اور کیا ان کا ایمان باقی ہے ایسے عقیدہ والے مسلمانوں کو کیا کہا جائے، ان کا کہنا ہے کہ جس گھر پر پٹہ رہے گا تو نہ بڑھیا آئے گی نہ موت آئے گی، یہ ایمان ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً

یہ ایمان کی کمزوری کی علامت ہے، موت وحیات صرف اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے (۱) اس قسم کے لغویات کی طرف مومن کو توجہ نہیں کرنی چاہئے (۲) نیز کسی کو کافر قرار دینا آسان نہیں اس میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے (۳) جذبات سے ہٹ کر سنجیدگی سے افہام وتفہیم کی ضرورت ہے اللہ تعالیٰ سارے مسلمانوں کو ہدایت عطا فرمائے سوال میں جن چیزوں کا تذکرہ ہے اس سے وہ لوگ کافر نہیں ہوئے البتہ احتیاط کی ضرورت ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) واللہ یحیی ویمیت واللہ بما تعملون بصیر۔ (سورۃ آل عمران ص:۱۵٦)۔

(۲) عن العرباض بن سارية رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم وإیاکم ومحدثات الأمور فإن کل محدثةٍ بدعةٍ وکل بدعةٍ ضلالةٍ۔ (سنن أبي داؤد ج:۲ ص:٦۳۵۔ کتاب السنة)۔

عن عائشة رضی اللہ عنہما قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من أحدث فی أمرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد۔ (الصحیح للبخاری ج:۱ ص:۳۷۱۔ کتاب الصلح باب إذا اصطلحوا علی جودٍ فالصلح مردود)۔

(الصحیح للمسلم ج:۲ ص:۷۷۔ کتاب الأقضیة، باب نقض الأحکام الباطلة ورد محدثات الأمور)۔

(۳) فعلی المفتی أن یمیل إلی الوجه الذی یمنع التکفیر تحسیناً للظن بالمسلم۔۔۔ ولا یکفر بالمحتمل لأن الکفر نهایة فی العقوبة۔ (شامی مع الدر ص:۲۲۴۔ ج:۴۔ باب المرتد کراچی)۔

اولاد و والدین کے باہمی حقوق کا معیار کیا ہے؟

سوال: (۱) والد کے کیا مراتب ہیں اولاد کو ان کے ساتھ کیسے سلوک رکھنا چاہئے؟

(۲) جیسا کہ قرآن حکیم میں آیت نمبر ۲۲-۲۴ سورۃ بنی اسرائیل وسورۃ لقمان آیت نمبر ۱۳-۱۴-۱۵ وسورۃ عنکبوت میں والدین کے متعلق ارشاد خداوندی ہے اس کے بموجب کیا والدین حکم دے دیں کہ اولاد اپنی بیوی کو طلاق دے دے اس کا ایسا کرنا درست ہوگا یا نہیں؟

(۳) شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تبلیغی نصاب میں رسالہ فضائل نماز صفحہ ۲۴ پر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ اگر والدین

یہ حکم دے دیں کہ اولاد اپنی بیوی کو چھوڑ دے یا سارا مال خرچ کرے تو کر دینا درست ہوگا مگر والدین کی نافرمانی نہ کرے کیا اس تحریر پر عمل کیا جا سکتا ہے۔

(۴) اگر والدین بہو کو اپنے گھریلو کام کاج درستگی ماحول اور آپس میں اخلاص ومحبت کے ساتھ رہنے کا حکم دیتے ہوں لیکن بہو مکمل اس کے خلاف کرتی ہو۔ اور شوہر کو اس کے بھائی بہن اور روالدین کے خلاف بھڑکاتی ہو اور روالدین کی اطاعت کی مانع ہو حتیٰ کہ ایک بہو کا خط دستیاب ہوا جس میں اس نے مندرجہ بالا ہدایت ایک مصیبت تصور کر کے شوہر کو والدین سے الگ ہونے کے لئے لکھا ان سب حالات کی وجہ سے والدین نے اپنے مزید اور ماحول معاشرے کے خراب ہونے کی صورت میں اور گھر میں مسلسل نفاق پڑتا ہوا دیکھ کر اولاد کو حکم دے کہ بیوی کو طلاق دیدے تو اولاد کو ایسا کرنا قرآن حکیم کی آیتوں کے خلاف ہوگا یا موافق؟ اس کو کیا کرنا ہے طلاق دے دے یا بیوی کو لے کر الگ ہو جائے؟

(۵) اگر اولاد اپنی بیوی کو لے کر بلا رضامندی والدین الگ ہو جائے اس کا ایسا کرنا کیسا ہے؟

(٦) ایک شخص کہتا ہے کہ اولاد سے اگر بیوی مطالبہ کرے کہ تم اپنے والدین سے الگ ہو جاؤ تو اس کا کہنا کیسا ہے الگ رہنا درست ہے یا نہیں؟

(٧) الگ رہنے کی کون کون سی صورتیں ہیں ماحول ومعاشرے کی درستگی کے لئے ڈانٹ پھٹکار الگ رہنے کی صورت ہے یا باپ زانی ہو جس سے بہو کی عصمت محفوظ نہ رہ سکے یا میاں بیوی کی استراحت کے لئے مکان ناکافی ہو، یہ صورت علاحدگی اختیار کرنے کی ہے یا اس کے علاوہ کوئی اور صورت واضح طور پر بیان فرمائیں۔

(٨) ابراہیم علیہ السلام کا ایک مشہور واقعہ ہے کہ اسحٰق علیہ السلام سے کہا کہ تم اپنی چوکھٹ بدل دو یعنی بیوی کو طلاق دے دو انہوں نے دے دیا بلا کسی حجت ودلیل کے کیا یہ واقعہ صحیح ہے؟ طلاق دینے کی کیا وجہ تھی؟ کتب صحیحہ سے تحریر فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

شریعت نے حقوق دوطرفہ رکھے ہیں اگر والدین کے حقوق اولاد پر ہیں تو اولاد کے بھی حقوق والدین پر ہیں۔ اسی طرح شوہر کے حقوق بیوی پر ہیں تو بیوی کے بھی حقوق شوہر پر ہیں ہر ایک کو ہر ایک کے حقوق کا لحاظ وخیال رکھنا چاہیئے۔(۱) اس زمانہ میں یہ بھی ایک خبط ہے کہ ہر ایک دوسرے سے اپنا حق پورا لینے کی کوشش کرتا ہے مگر دوسرے کے حق کی ادائیگی کی طرف توجہ نہیں ہوتی حالانکہ ایسے لوگوں کے لئے ویل (ہلاکت تباہی) کا تذکرہ قرآن میں ہے۔ ''وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ ○ الَّذِیْنَ اِذَا اکْتَالُوْا عَلَی النَّاسِ یَسْتَوْفُوْنَ ○ وَ اِذَا کَالُوْھُمْ اَوْ وَّزَنُوْھُمْ یُخْسِرُوْنَ ○ ''(۲) شرعاً بیوی کے ذمہ ان کاموں کا کرنا ضروری نہیں جن کا مکلّف اس زمانہ میں بیوی کو بنایا جاتا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ مرد قوام با اختیار ہے ''اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ، وَ لِلرِّجَالِ عَلَیْهِنَّ دَرَجَةٌ''(۳) اسی وجہ سے تو بیوی کے ساتھ حسن معاشرت اور رفق وملاطفت (نرمی) کا حکم ہے ''عاشروھن بالمعروف'' (۴) حضورؐ نے فرمایا: ''اتقوا اللہ فی النساء''(۵) اللہ سے عورتوں کے حقوق کے بارہ میں ڈرتے رہو، اور دوسری جگہ فرمایا ''خیرکم خیرکم لاھله وانا خیرکم لاھلی''(۶) تم میں بہترین انسان وہ ہے جو اپنے اہل کے حق میں بہتر ہو اور میں تم سے بہتر ہوں اپنے اہل کے حق میں، ایک دوسری روایت میں ''اکمل المؤمنین ایمانًا احسنھم خلقًا''(۷) مؤمنین میں کامل ترین ایمان والا وہ ہے جو اخلاق کے اعتبار سے بہترین ہو اور اپنے اہل وعیال کے حق میں نرم ترین ہو۔ بیوی، باندی، نوکرانی نہیں لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ اس کو سر پر بٹھالیا جائے لیکن اگر شوہر حقوق واجبہ نان ونفقہ نہیں ادا کرتا ہے، حقوق ازدواجیت نہیں ادا کرتا، حسن معاشرت کا میل دستور شرعی حدود کے مطابق نہیں رکھتا، تو بیوی کو طلاق لینے اور نکاح فسخ کرا کر علاحدگی اختیار کرنے کا حق ہے اسی طرح اگر بیوی ناشزہ (نافرمان) ہو، بدچلن و بدکردار ہو، اور نکاح کے مقاصد کی تفویت ہو رہی ہو تو شوہر کو طلاق دینے کا اختیار ہے اور علاحدگی اختیار کرسکتا ہے،(۸) بیوی کے حقوق میں سے یہ بھی

ہے کہ اس کو مستقل ایک کمرہ دیا جائے۔جس میں وہ آزادی کے ساتھ رہ سکے اپنا سامان وغیرہ رکھ سکے نیز اگر وہ والدین کے ساتھ رہنا نہ چاہے تو شوہر اس کو مجبور نہیں کرسکتا، یہ صحیح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر والدین لڑکے کو بیوی کو طلاق دینے کا حکم دیں تو طلاق دیدینا چاہئے (۹) لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان کے حکم پر طلاق دینا واجب ہے، (۱۰) ورنہ لڑکا گنہگار ہوگا بلکہ اس سے مقصود والدین کے حقوق کی تاکید ہے ہاں اگر شوہر مذکورہ بالا امور میں سے کسی کو اس میں پائے تو اس صورت میں شوہر کو اختیار ہے، البتہ غور کرنے کی بات یہ ہے کہ آج معمولی سی بات پر طلاق دے کر کتنے معاصی کا دروازہ کھول دیتے ہیں پھر لڑکی کی زندگی کس طرح برباد ہوتی ہے لیکن ذرہ برابر خیال نہیں آخر کوئی بات تو ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں کے بارہ میں فرمایا کہ ٹیڑھی پسلی سے پیدا ہوئی ہیں ٹیڑھی ہی رہیں گی سیدھی کرنے کی کوشش کروگے تو ٹوٹ جائیں گے اس لئے پیار ومحبت کے ساتھ کام نکالتے رہو۔(۱۱)

الحاصل بیوی کا یہ مستقل حق ہے کہ وہ الگ مکان کا مطالبہ کرے اور شوہر اپنی وسعت کے مطابق دے اور شوہر الگ لے کر بیوی کو رہ سکتا ہے، اس پر والدین کی ناراضگی بے جا وبے محل ہے۔

اگر اس پر عمل ہوجائے تو پھر نہ تو گھر کا ماحول بگڑے گا اور نہ آئے دن جھگڑے ہوں گے امید کہ ان چند سطور سے مقصد سوال کا جواب ہوگیا ہوگا۔ پھر بھی اگر کوئی جز قابل جواب آپ سمجھتے ہوں تو تحریر فرمائیں، انشاء اللہ اس کا بھی جواب دیا جائے گا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(١) عن على رضى الله عنه قال: إن قريشاً هم أئمة العرب أبرارها أئمة أبرارها وفجارها أئمة فجارها ولكل حقٍ فأدوا إلى كل ذى حقٍ حقه۔ (المصنف لابن أبى شيبة ص:٢٩١ ج:١٧۔ باب ما ذكر فى فضل قريشٍ من كتاب القضاء۔ المجلس العلمى)۔

(٢) سورة المطففين رقم الآية ج:١۔

(٣) سورة النساء رقم الآية ج:٣٤۔

(٤) سورة البقرة رقم الآية: ٢٢٨۔

(٥) عن جعفر بن محمدٍ عن أبيه... (فى حديثٍ طويلٍ) قوله عليه السلام۔ اتقوا الله فى النساء فإنكم أخذتموا هُنَّ بأمانة الله واستحللتم فروجهن بكلمة الله۔ الخ۔ (سنن أبى داؤد باب صفة حجة النبى صلى الله عليه وسلم رقم الحديث: ١٩٠٥)۔

(٦) عن عائشة رضى الله عنها قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم خير كم خير كم لأهله وأنا خير لأهلى إذا صاحبكم فدعوه۔ (سنن الترمذى باب فى فضل أزواج النبى صلى الله عليه وسلم۔ رقم الآية: ٣٨٩٥)۔

(٧) عن أبى هريرة رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم أكمل المؤمنين إيماناً وأحسنهم خلقاً۔ (سنن أبى داؤد باب الدليل على زيادة الإيمان ونقصانه رقم الحديث: ٤٦٨٢)۔

(٨) وإذا تشاق الزوجان وخافا أن لا يقيما حدود الله فلا بأس بأن تفتدى نفسها منه بمالٍ يخلعها به فإذا فعلا ذلك وقعت تطليقة بائنة ولزمها المال۔ (الفتاوىٰ الهندية ج:١ص:٥٤٨۔ زكريا)۔

(النهر الفائق ج:٢ص:٤٣٦۔ زكريا)۔

ومن محاسنه التحلص به من المكاره أى الدينية والدنياوية كأن عجز عن

إقامة حقوق الزوج أو كان لا يشتهيها. (الدر المختار مع الشامی ج:٤ ص:٤٢٩۔ کتاب الطلاق زکریا)۔

(٩) عن ابن عمر رضی الله عنهما قال: كانت تحتيي امرأة أحبها وكان أبي يكرهها فأمر في أن أطلقها فأبيت فذكرت ذلك للنبی صلی الله علیه وسلم فقال يا عبد الله بن عمر طلق امرأتك. (سنن الترمذی ج:١ ص:٢٢٦)۔ مکتبة بلال۔

(١٠) لما أمر عمر رضی الله عنه ابنه عبد الله بطلاق زوجته لم يكن طلاقها واجباً عليه فلما أمر النبی صلی الله علیه وسلم لطلاقهما وجب عليه الطلاق. (بذل المجهود ج:١٣ ص:٥٢٦۔ مرکز الشیخ)۔

عن محارب قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ما أحل الله شيئًا أبغضه إليه من الطلاق وفی روايةٍ أبغض الحلال إلی الله الطلاق. (سنن أبی داؤد ج:١ ص:٢٩٦)۔ مکتبة بلال)۔

(١١) عن أبی زر رضی الله عنه أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: إن المرأة خلقت من ضلعٍ فإن تقمها كسرتها فدارها فإن فيها أوداً وبلغةً. (سنن الدارمی باب مدارة الرجل أهله رقم الحدیث: ٢٢٦٧)۔

مقبرہ پر مدرسہ کی تعمیر کا حکم

سوال: ہمارے یہاں کا قبرستان مثلا دو بیگہ ہے اور قبرستان کے بالکل متصل تھوڑی سی جگہ ایسی ہے جو قبرستان کی نہیں لیکن بوجہ اتصال اس مذکورہ جگہ میں بھی مردے دفن ہیں اور مذکورہ بالا جگہ کسی کی بھی ملک نہیں ہے اب ہمیں خوف ہے کہ اگر ہم اس پر قبضہ نہیں کرتے ہیں تو اس جگہ کو دوسرا شخص لے لے گا (کسی طریقے سے بھی) اور جوتائی بوائی کرے گا اور ہمارے دفن شدہ مردوں کی بے حرمتی ہوگی اور ہم اس کو خرید کر قبرستان میں داخل کرنا چاہتے ہیں لیکن سرکار اجازت نہیں ڈیتی اس کا کہنا ہے کہ اگر وہ قبضہ کرنا چاہتے ہیں تو

مدرسہ یا عیدگاہ بنالو دوسری اور کوئی صورت نہیں تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا ہم اس مجبوری کے تحت اس مذکورہ بالا جگہ میں عیدگاہ یا مدرسہ یا دونوں بنوا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

صورت مسئولہ میں اس جگہ پر مدرسہ وعیدگاہ بنانا شرعا درست ہے بشرطیکہ دفن موتی کے لئے اس جگہ کی ضرورت نہ ہو اور قبریں پرانی ہو مردوں کی ہڈیاں مٹی میں مل چکی ہوں ''ولو بلی المیت وصار ترابا جاز دفن غیرہ وزرعہ والبناء علیہ'' (زیلعی: ۱/ ۲۴۶)(۱)

البتہ عیدگاہ بنانے کی صورت میں اس کا خیال رہے کہ قبریں نمازیوں کے سامنے نہ ہوں، بیچ میں دیوار حائل کر دی جائے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) حاشية الزيلعي على الكنز ج:۱ص:۲۴۶۔ القاهرة بيروت۔

هكذا: الشامي مع الدر المختار ص:۲۳۳۔ ج:۲۔ مطلب فی دفن الميت كراچی۔

الفتاویٰ الهندية ج:۱ص:۱۶۷۔ رشيدية۔

الفقه الإسلامي وأدلته ج:۲ص:۱۵۶۱۔ أحكام الدفن دار الفكر۔

مراقی الفلاح على نور الإيضاح مع حاشية الطحطاوي ص:۶۱۲۔ دار الكتاب۔

ويكره وطئ القبر والجلوس والنوم عليه والصلاة عنده لأنه نهى النبي صلى الله عليه وسلم عن ذلك۔ (مجمع الأنهر ص:۲۷۶۔ ۷۷۔ ج:۱فقيه الأمت)۔

وتكره الصلاة عليه وإليه لورود النهي عن ذلك۔ (شامي ج:۲ص:۴۵۔ مطلب فی دفن الميت، كراچی۔

چند مرتدانہ عقائد کا حکم

سوال: عبد الغنی ساکن کواکول ضلع نوادہ (بہار) نے منزل حق، نامی ۱۸۷ صفحات پر مشتمل ایک کتاب لکھی ہے جس میں مندرجہ ذیل عبارتیں ہیں اور اس کے اور اس کے جملہ مریدوں کے بنیادی عقائد ہیں:

''مصنف مذکور کے عقیدہ کے مطابق دین و دنیا کی ابتداء خود بخود ہوئی اس کا کوئی خالق نہیں'' عبارتیں ملاحظہ فرمائیں: ص ۳۸ دین و دنیا دونوں دو ذات ہیں یہ دونوں ذات ازل ہی سے موجود ہیں اور اپنی ابتداء آپ ہیں ص ۱۵۴۔ اس ذات اقدس کو دنیا کی سخت پرت چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھی یہ پرت ازل سے ہی قائم تھی اس کی ابتداء خدا ہی بہتر جانتا ہے یوں تو اس کی ابتداء ہی نہیں یہ اپنی ابتداء آپ ہے۔

ص ۱۸۷۔ خداوند قدوس نے اس زمین اور آسمان کو بغیر وجود کے وجود میں نہیں لایا کیا آپ نہیں دیکھتے دنیا کی کوئی شئی بغیر وجود کے نہیں بنی بلکہ کسی نہ کسی صورت میں اس کا وجود تھا الغرض اس زمین کی بھی پہلی کوئی حقیقت تھی پھر کہا کہ ہو جاؤ تو ہوگئی۔

مصنف کا عقیدہ ہے کہ اللہ کی ذات موجود ہے اور اللہ نے شیطان سے جنگ و جدال کیا ہے۔ ص ۱۵۵۔ روز اول وہ ذات اقدس چھوٹی سی خلا کے بیچ و بیچ مقیم تھی۔

ص ۶۹۔ اسی خلد کے اندر رہنے سے پہلے اندرونی حصے کے ٹھیک بیچ و بیچ رب ذوالجلال اپنے جاہ و جلال کے ساتھ قائم و دائم تھا اور اس کے اوپر دنیا کا تمام حصہ تھا۔

ص ۵۹۔ کعبہ کی دیوار بھی ذات اقدس کے دائرہ اور احاطے کا نشان ہے۔

ص ۶۶۔ رب ذوالجلال غیر محدود زمانے تک اس دنیا کے بیچ جہاد کرتا رہا آخر کار جب شیطانی پرت ٹوٹ گئی تو اپنی کامیابی و کامرانی پر پورے جاہ و جلال کے ساتھ جلوہ پذیر ہوا۔ ص ۷۰۔ جب شیطانی پرت سخت اور منجمد تھی تو اس وقت اس میں حرکت کرنے کی کوئی تاب وطاقت نہیں تھی لیکن جب رب ذوالجلال کی جاہ و جلال سے پانی کی طرح بہ کر نعمت والی

پرت میں سمٹ گئی تو قابل حرکت بھی ہوئی تو پھر چہار جانب سے جنبش وحرکت میں آ کر ذات باری تعالیٰ ہی کو دبوچ لینا چاہا۔ ۱۲۰۔اس کا عقیدہ ہے کہ روح ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی اور خود روح ذات الٰہی ہے، اور روح ہلاک ہونے والی نہیں بلکہ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔

ص ۵۵۔ یہ خوب اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ درحقیقت روح ذات الٰہی ہے۔

اس کے خیال میں ستارے خودبخود چھوٹے بڑے بن گئے ہیں خدا کا اس میں کوئی دخل نہیں۔ص ۴۳۔ یہ روح جو چنگاری کی طرح نکلی تو کوئی بڑا کوئی چھوٹا ہوا اس کا نشان وہ تارے ہیں جسے آپ آسمان میں دیکھتے ہیں اتنی بات یاد رہے کہ اسے چھوٹا بڑا ہونے میں نہ تو بذات خود روح کا کوئی دخل تھا نہ ذات ذوالجلال کا بلکہ جسے جو ہونا تھا ہوگیا (مصنف لکھتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا کر مدفون ہو چکے ہیں)۔

ص ۳۴۱۔ ایسی بات نہیں کہ جب عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے تو عرب ہی کے خطے میں آئیں گے اور وہ جب فوت ہو گئے تو آپ ہی کے درمیان مدفون ہوں گے بلکہ وہ اپنی جگہ پر مدفون ہو چکے ہیں۔ص ۳۴۲۔حضرت عمرؓ ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے جب آپ ﷺ کے زمانے میں آئے تو ان کا نام حضرت عمر ہوا یہ شخص تناسخ یعنی آواگون کا بھی قائل ہے۔

ص ۳۰۱۔آج مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ جسمانی موت کے بعد اس دنیا میں پھر جسمانی صورت میں آنے کو بعید از قیاس سمجھتے ہیں جبکہ بہت ساری آیتیں اور حدیث پاک اس بات کی روشن دلیل ہے۔ص ۳۰۸۔روح ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی یہ جب سے دنیا میں آئی ہے آج تک نہیں لوٹی صرف اس کی سواری یعنی جسم کا تبادلہ ہوتا رہتا ہے۔ص ۳۱۲۔الغرض بار بار یہ مرتا رہتا ہے اور اپنے اعمال وکردار کے مطابق پیدا ہوتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے لفظ اللہ کی تشدید اور او پر کھڑا زبر کی توضیح اس طرح کیا ہے۔ص ۱۴۲۔روح کا دنیا میں داخل ہونے کے لئے وقت کی یہ پہلی نشانی ہے اسی نشان پر سب سے پہلے دنیا حلال ہوئی اسی وقت کی نشانی پر عورت کی شرم گاہ ہے جب عورت مرد حالت صحبت میں ہوتے ہیں تو

یہی اول کا نقشہ کھینچا ہوا جاتا ہے اور بیچ (الف) کا نشان ہوتا ہے۔

(اللہ کی شان میں ان جیسے الفاظ استعمال کرتے ہوئے مردود لکھتا ہے)

ص ۹۴۔ یہ دنیا کنواری دوشیزہ جیسے تھی اس کی شرمگاہ محفوظ تھی تو خداوند قدوس نے اپنی روح کو پھونکا تب یہ دنیا سہاگن ہوئی اور اس کی شرم گاہ محفوظ نہ رہی لفظ اللہ کے الف اور ہ کے متعلق لکھتا ہے۔ص ۱۴۹۔"ہ" دراصل اس کی نشانی ہے جو عورتوں میں دو پاؤں کے بیچ شرمگاہ ہے۔ص ۱۸۰۔آج بھی جب عورت مرد حالت صحبت میں ہوتے ہیں تو عورت "ہ" اور مرد الف کی نشان پر ہوتا ہے (نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے شان میں بھی گستاخی کی ہے) ص ۱۹۱۔محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دو عہدہ اور دو مرتبہ ملا ہے ایک رسالت یعنی مال کا دوسرا دین کا یعنی روح کا رسول سے مراد لعاب دینے والی ہے اور تعلیم سے مراد مال اس طرح مذکر ومؤنث کے دونوں اسٹیج سے مل کر لفظ محمد بنا ہے۔ص ۴۹۵۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر جب وحی نازل ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پسینے پسینے ہوجاتے چہرہ سرخ ہوجاتا الغرض جب گرمی سخت ہوتی تو ٹھنڈک کی بہر حال ضرورت ہوتی ہے ورنہ انسان پریشان ہوجاتا ہے اس گرمی کی ٹھنڈک دنیا میں عورت کی ذات ہے اس کے علاوہ کوئی دوسری چیز نہیں جو اس گرمی کو ہضم کرسکے۔ ص ۴۹۶۔آپ پر جب وحی نازل ہوتی اور گرمی برداشت سے باہر ہوجاتی تو آپ ٹھنڈک حاصل کرتے اور ازواج مطہرات سے قریب ہوتے اس کی مثال ہرن ہے جب وہ سخت گرمی کے زمانہ میں پانی میں لوٹتا ہے تو اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو آرام ملتا۔

(اس نے قرآن کریم کو ایک مجمل کتاب قرار دیا ہے اور صحابہ کرام کو حقیقی دین سے محروم کہتا ہے) ص ۳۵۰۔ دراصل قرآن کریم ایک مجمل کتاب ہے جو انسان کی مادی ہوش وحواس سے باہر ہے اسی وجہ سے ہزاروں سوالات قرآن کریم کی روشنی میں آئے دن ورات انسانی ذہن ودماغ میں اٹھتا رہتا ہے اور دب کر رہ جاتا ہے جس کا کوئی حل نہیں۔ ص ۳۴۵۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں فرض وسنت رکوع سجود اللہ کے رسول نر مادہ تمام کی تمام چیزیں مجموعی طور پر لوگوں کے سامنے تھی دانہ سے لیکر پھول پھل کھانے والی

چیزوں تک سب کے سامنے تھیں لیکن لوگ صحیح طور پر سمجھ نہیں پاتے تھے اس لئے کہ سجدہ کر کے بھی سجدہ کی حیثیت ومقام کو نہ پاسکے۔

سوال یہ ہے کہ

مذکورہ بالا عبارتوں کو لکھنے والا اور ان کو بنیادی عقیدہ بنانے والا مسلمان باقی رہا یا مرتد کافر ہوگیا۔ (۲) مصنف مذکور کے ہاتھ پر بیعت ہونے والے اور کتاب کو حرف بہ حرف حق سمجھنے والے لوگوں کا کیا حکم ہے؟ اسکے لئے تجدید ایمان ونکاح ضروری ہے یا نہیں اور ایسے لوگوں سے میل ملاپ رکھنا سلام وکلام اور شادی بیاہ کرنا کیسا ہے۔

(۳) کتاب مذکور کی طباعت ونشر واشاعت میں چندہ دینے یا کسی بھی طرح تعاون کرنے والوں کا کیا حکم ہے؟ (۴) مسلم وکلاء و مصنفین مذکور کی طرف سے وکیل صفائی ہوں اور کتاب کو صحیح ثابت کرنے کے لئے اپنے پیشے کے اعتبار سے مصنف کی وکالت کریں تو وہ بھی کافر ہوجائیں گے یا صرف فاسق وفاجر؟ (۵) مصنف مذکور کو مسلمان سمجھنے والوں کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: اراکین مدرسہ مفتاح العلوم پکری برانواں نوادہ بہار

الجواب: حامدًا ومصلیًا

(۱) ایسا شخص مرتد ہے اس لئے کہ اس کی بعض باتیں نصوص قطعیہ کے انکار پر مشتمل ہیں (۱) مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا کر مدفون ہوچکے ہیں حالانکہ قرآن کریم میں ہے ”وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۝ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ“ (۲)

(۲) جو لوگ اس کتاب میں لکھی ہوئی باتوں کو حق اور صحیح سمجھتے ہیں ان پر بھی لازم ہے کہ تجدید ایمان ونکاح کریں اور فوراً توبہ کر کے علاحدہ ہوجائیں۔ (۳)

(۳) تعاون علی الاثم میں داخل ہے جو ممنوع ہے۔ ”ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان“ (۴)

(۴) وکلاء کا تو کام اور پیشہ یہی ہے تاہم وکلاء پر بھی لازم ہے کہ ایسے غلط کام کی پیروی کرکے اپنی عاقبت خراب نہ کریں ان کا یہ فعل بھی تعاون علی الاثم میں داخل ہے (۵) اور زوال ایمان کا موجب ہے۔

(۵) لاعلمی کی وجہ سے مسلمان سمجھنے والے معذور ہیں (٦) اور معلوم ہوجانے کے بعد احتیاط ضروری ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

ما ثبت بدليلٍ قطعي موجب للعلم ويكفر جاحده. (حاشية الطحطاوي على المراقي ج:ص:٥٦. دار الكتاب).

(١) المرتد هو الخارج عن دين الاسلام وركن الردة إجراء كلمة الكفر على اللسان. (الفتاوىٰ الهندية ج:١ص:٢٦٦. زكريا).

(النهر الفائق ج:٣ص:٢٥٢. زكريا).

الدر المختار مع الشامي ج:٤ص:٢٢١. كراچى.

وهي أي الردة شرعاً الرجووع عن دين الإسلام إلى الكفر سواء بالنية أو بالفعل المكفر أو بالقول. وسواء قاله استهزاءً أو عناداً أو اعتقاداً. (الفقه الاسلامي وأدلته ص:٥٥٧٦ ج:٧. دار الفكر المعاصر). (الفصل السادس حد الردة. وأحكام المرتدين).

(٢) سورة النساء رقم الآية ص:١٥٦.

(٣) وقد يكون فسخاً للعقد من أصله كما هو حال التفريق سبب الردة وإسلام أحد الزوجين. (الفقه الإسلامي ج:٩ص:٧٠٤١. دار الفكر المعاصر).

مستفاد من: قوله: فلا تحرم عرسه أي سبب الردة في حالة السكر. (شامي ج:٤

ص:۴۱۔ باب حد الشرب المحرم کراچی)۔

(۴) سورۃ المائدۃ رقم الآیۃ: ۲۔

(۵) وفی فتاوی أھل سمرقند: استأجر رجلاً لینحت له مزماراً أو طنبوراً أو بربطاً ففعل یطیب له الأجر إلا أنه یأثم فی الإعانة علی المعصیة۔ (البحر الرائق ج:۸ ص:۲۰۔ باب الإجارۃ الفاسدۃ سعید)۔

(۶) لا یکلف الله نفساً إلا وسعها۔ (سورۃ البقرۃ رقم الآیۃ ص:۲۸۶)۔

غیر مسلم کو قرآن شریف کا دینا کیسا ہے؟

سوال: اگر کوئی غیر مسلم قرآن مجید انگریزی میں مانگ رہا ہے پڑھنے کے لئے اور چاہتا ہے کہ پڑھ کر جائزہ لوں، تو کیا اسے دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اور انہیں کس حالت میں دیا جائے کیونکہ وہ ناپاک حالت میں رہتا ہے؟ حجر اسود کا بوسہ لینا غیر قوم کہتی ہے کہ بوسہ لیتے ہو، کیوں پوجا کرتے ہو، ویسے تو ہم مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اس کو بوسہ دیا تھا لہٰذا ہم پر ان کی پیروی لازم ہے، قرآن پاک اور رسول خدا ﷺ کے فرمان پر چلنا ہی مومن کا ایمان ہے، جس پر ہم غیر مسلم کو کہتے ہیں کہ تم پتھر کی پوجا کرتے ہو اسی طرح وہ بھی کہتے ہیں کہ تم سب کعبہ میں پتھر کو چاٹتے ہو، انہیں کس طرح سمجھایا جائے، معقول جواب دیں تاکہ وہ قائل ہو جائیں۔

اور غیر قوم یہ کہہ رہی ہے کہ عید قربانی کیوں مناتے ہو اگر ہم یہ کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم کی سنت ہے یا فرض، جو بھی ہم کرتے ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ عیسیٰ کو بھی مانتے ہو مگر ان سے پہلے بھی نبی آئے اور بعد میں بھی، مگر سب کی یادگاریں کیوں نہیں مناتے صرف ابراہیم اور محمد ﷺ کا مناتے ہو جیسے عیسائی کہتے ہیں کہ عیسیٰ کو بھی مانتے ہو مگر ان کے پیدائش اور ان کے کئے ہوئے چیزوں کو نہیں مانتے ان سب باتوں کا جواب دینے کی زحمت کریں گے ہم لوگوں کے ساتھ مشرق بعید کے ملکوں کے لوگ ہیں وہ غیر قومیں یہ پوچھ رہی ہیں ہم سب کی ان

مشکلوں کو آسان کریں اگر خط کے ذریعہ یہ مسئلہ نہ حل ہوسکے اگر کوئی کتاب سے پوری تفصیل مل سکے تو وہ بھی لکھیں اور کتاب کا نام لکھیں یا بھیجنے کی زحمت کریں اور بھیجنے سے پہلے خرچ لکھیں ہم پورا خرچ بھیجدیں گے اس کے بعد آپ کتاب بھیجیں یا جیسا آپ مناسب سمجھیں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

قرآن کریم کو چھونے کے لئے پاک ہونا ضروری ہے(۱) لہٰذا غیر مسلم کو اس شرط کے ساتھ دیا جائے کہ وہ بلا طہارت اس کو ہاتھ نہ لگائے باضابطہ غسل وغیرہ کرکے پاک وصاف ہوکر کے ہاتھ لگائے لقولہ تعالیٰ ’’لا یمسه الا المطھرون‘‘(۲)

بوسہ دینے اور چومنے میں فرق ہے(۳) اگر کوئی آدمی کسی کو بوسہ دے اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اس کو پوج رہا ہے ورنہ تو کسی کے لئے بھی یہ جائز نہیں ہوگا کہ بیوی کو بچوں کو بڑوں کو بوسہ دے بلکہ سب بوسہ دیتے ہیں تو آپ معلوم کریں گے کہ کیا تم اپنی بیوی اور بچوں کو پوجتے ہو، کیا تمہارے بھگوان بیوی بچے ہیں، بوسہ کبھی محبت میں دیا جاتا ہے اور کبھی عظمت واحترام میں دیا جاتا ہے، محبت میں جیسے بیوی بچوں کو دیتے ہیں اور احترام وعظمت میں جیسے علماء کرام واکابرین کے ہاتھوں کو اور ہندو اپنے بڑے گرو اور پنڈت وغیرہ کو دیتے ہیں۔ حجر اسود کا بوسہ دوسری قسم میں داخل ہے یعنی ادب واحترام میں اور اس کا ادب اس وجہ سے کرتے ہیں کہ ہمارے مہاتما گرو یعنی ہمارے آقاء ومولیٰ تاجدار مدینہ ﷺ نے بوسہ سے اس کا اکرام کیا ہے اور یہ پوجا نہیں۔ اس لئے کہ پوجنا عبادت کے مترادف ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ہم اس کو حاجت روا، مشکل کشا، نفع وضرر دینے والا سمجھیں۔ دوسرے لفظ میں یہ کہئے کہ اس کو خدا سمجھیں حالانکہ ایسی بات نہیں حاصل کلام یہ کہ پوجنا اور ہے اور صرف بوسہ اور ہے بوسہ پوجنے کو لازم نہیں اس لئے ان کا یہ کہنا کہ تم حجر اسود کو پوجتے ہو غلط ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کی یادگار کو ہم اپنے من سے نہیں مناتے ہیں بلکہ اسکے منانے کا ہمارے خدا نے حکم دیا ہے اور کسی نبی کے بارے میں یہ حکم نہیں جس طرح کوئی غلام صرف اپنے آقا کی بات یا کوئی نوکر صرف اپنے مالک کی بات مانتا ہے یا پھر مالک جس کی بات ماننے کو

کہے اس کی مانتا ہو تو ایسی صورت میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ فلاں ہی کی بات کیوں مانتا ہے، اسی طرح ہم سب بندے ہیں اور ہمارے خدا ہمارے آقا ہیں وہ جس کی یادگار منانے کا حکم دیں گے اس کی یادگار منائیں گے اور کسی کی نہیں اور اس پر دوسروں کو اعتراض کرنے کا حق نہیں ہوتا ہے حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ کی المصالح العقلیہ اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی حجۃ اللہ البالغہ، ادارہ علم وحکمت دیوبند ضلع سہارنپور سے منگوالیں اس میں اس انداز کی باتیں ملیں گی۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) عن سليمان بن موسىٰ قال: سمعت سالماً يحدث عن أبيه قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: لا يمس القرآن إلا طاهر۔ (سنن الدار قطني باب في نهي المحدث عن مس القرآن رقم الحديث: ۲۱۸)۔

وليس لهم مس المصحف إلا بغلافه..... وكذا المحدث لا يمس المصحف إلا بغلافه لقوله عليه السلام لا يمس القرآن إلا طاهر۔ (هداية ج:۱ ص:۶۴۔ تهانوی)۔

(۲) لا يمسه إلا المطهرون۔ (سورة الواقعة رقم الآية)۔

(۳) التقبيل على خمسة أوجهٍ قبلة المؤدة للولد على الخد، وقبلة الرحمة لوالديه على الرأس وقبلة الشفقة لأخيه على الجهة وقبلة الشهوة لمرأته وأمته على الفم اوقبلة التحية للمؤمنين على اليد وزاد بعضهم قبلة الديانة على الحجر الأسود۔ (الدر المختار مع الشامي ج:۹ ص:۵۵۱۔ زکریا۔ کتاب الحظر والإباحة)۔

بغیر اجازت کے دوسرے کی ملکیت میں تصرف جائز ہے یا نہیں؟

سوال: کسی گاؤں میں تالاب ہے اور اس تالاب سے تمام لوگ مچھلی کا شکار کرتے ہیں مگر اب اس تالاب کو زید نے سرکاری کی طرف سے پٹہ کرالیا ہے اور مچھلی خرید کر کے اس کے اندر پالتا ہے تو اب اس تالاب میں سے گاؤں کے لوگ مچھلی کا شکار کرسکتے ہیں یا نہیں؟ اگر وہ لوگ انکار کریں تو آیا جائز ہوگا یا نہیں اور زید کا یہ صورت اختیار کرنا کیسا ہے مفصل مدلل جواب تحریر فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

اگر تالاب سرکاری ہے اور زید نے پٹہ کے ذریعہ ملکیت میں داخل کرلیا ہے تو اب گاؤں والوں کا زید کی اجازت کے بغیر مچھلی کا شکار کرنا جائز نہیں ’’لقوله عليه الصلوة والسلام: لا يحل مال امراء الا بطيب نفسه‘‘۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) عن أبي حرة الرقاشي عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لايحل ما امرئ مسلمٍ إلا عن طيب نفسه۔ (سنن الدار قطني ج:۳ص:۲۲)۔ دار الإيمان۔

لا يجوز التصرف في مال غيره بلا إذنه ولا ولايته إلا في مسائل مذكورةٍ في الأشباه۔ (الدر المختار مع الشامي ج:۶ ص:۲۰۰۔مطلب في لحوق الإجازة للإتلاف والأفعال في اللقطة۔۔۔۔ کراچی)۔

ہندو کے گھر دعوت کھانے کا حکم

سوال: ہندومیت کی دعوت یا صرف دعوت مسلمانوں کو کھانا کیسا ہے؟

الجواب: حامدًاو مصليًا

اگر منکرات اور اطوار شرک وکفر سے خالی ہوتو ان کے یہاں دعوت کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں (۱) تاہم احتراز اولی ہے۔البتہ ان کے تیوہار وغیرہ میں دعوت قطعاً نہ کھائے ”فی السراجية لا بأس بطعام المجوس إلا الذبيحة فى الذخيرة لا ينبغي للمؤمن ان يقبل هدية كافر فى يوم عيدهم ولو قبل لا يعطيهم ولا يرسل اليهم “۔(۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) عن أبي وائل وإبراهيم قالا: لما قدم المسلمون أصابوا من أطعمة المجوس من جبنهم وخبزهم فأكلوا ولم يسألوا عن شيءٍ من ذلك۔ (المصنف لابن شيبة ج:۱۷ص:۴۱۶۔ المجلس العلمي۔ رقم الحديث: ۳۳۳۴۴)۔

(۲) الفتاوىٰ الهندية ج:۵ ص:۳۴۷۔ ج:۵ كتاب الكراهية الباب الرابع عشر فى أهل الذمه والأحكام التى تعود إليهم رشيدية)۔

(شامی مع الدر المختار ج:۳ص:۱۹۸۔ کراچی)۔

پہلے زمانہ کی باندی اور آج کی لونڈی میں کیا فرق ہے؟

سوال: صحابہ کرام کے پاس لونڈیاں ہوا کرتی تھیں،بعض اصحاب کے پاس تو کئی کئی لونڈیاں تھیں ان کے ساتھ ہمبستری بھی جائز تھی،اولاد انہیں کی مانی جاتی تھی لیکن لونڈی

جب چاہتے تھے آزاد کر دیتے تھے یہاں تک کہ خود رسول اکرم ﷺ کے بھی لونڈی تھی ان کے بطن سے ایک یا دو صاحبزادے بھی پیدا ہوئے جو کہ بچپن میں ہی رحلت فرما گئے، وہ بات سرزمین عرب کے لئے آج بھی درست ہے لیکن بدوؤں نے اسکے آڑ میں بڑا خلفشار مچا دیا تھا، جس کی وجہ سے شاہ فیصل مرحوم نے ممنوع قرار دیدیا یہاں کچھ بھائی اس جائز کو زنا کا لفظ استعمال کر رہے ہیں آپ بتلائیے کہ اس لفظ میں حضور اکرم ﷺ سے لیکر صحابہ تک آجاتے ہیں زنا کہنے والا شخص گنہگار ہوا کہ نہیں؟ اگر میری بات صحیح نہیں تو وہ کفر کے برابر پہونچ جائے گی جو کہ لاکھوں بار توبہ اور استغفار کی ضرورت ہوگی پھر آگے اللہ کے رحم پر موقوف ہے۔

بادشاہوں یا نوابوں کے یہاں حرم سرا ہوتی تھی کیا وہ بھی شہوت کرتے تھے اگر کرتے تھے تو جائز تھی یا نہیں؟ چونکہ یہ بات مجھے صحیح طور پر معلوم نہیں ہے آخر حرم سرا ہوتی تھی کس لئے اس کے بارے میں تحریر فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

یہ صحیح ہے کہ حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام کے پاس باندی تھی وہ اس طور پر کہ جہاد میں جو عورتیں قید ہو کر آتیں ان کے بارے میں تین احکامات تھے۔ (۱) قید۔ (۲) فدیہ لیکر چھوڑ دو۔ (۳) باندی بنا کر رکھ لو اس وقت ان حضرات کے لئے اس کا استعمال جائز طریقہ پر تھا لیکن نوابوں کے یہاں جو لونڈیاں ہوتی تھیں یا اس وقت جو اہل عرب کے یہاں لونڈیاں ہیں ان کی حیثیت باندی کی نہیں ان سے صحبت کرنا زنا ہے اور یہ کام کرنے والے سب زانی ہیں اور گنہگار ہیں لہٰذا جو حضرات اس کو زنا کہتے ہیں ان کی بات صحیح ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

بعثت کے بعد آپؐ نے سفر تجارت کیا یا نہیں؟

سوال: حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعثت سے پہلے یا اس کے بعد سفر تجارت کیا یا نہیں اگر آپ نے سفر تجارت کیا ہے تو کن کن مقامات کا سفر ہوا اور کن چیزوں کی آپ نے تجارت کی؟

الجواب: حامدًا و مصلیًا

عموما مؤرخین و اصحاب سیر بعثت کے بعد کسی سفر تجارت کا ذکر نہیں کرتے، بعثت سے پہلے دس سال کی عمر میں اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ سفر کیا پھر شام (شام ومکہ کے درمیان ایک علاقہ) سے بحیراء راہب کے مشورہ کے مطابق واپس لوٹ آنے کا مشورہ واقعہ ہے اس کے بعد پچیس سال کی عمر میں حضرت خدیجہ کا مال تجارت لیکر سفر شام کرنا بھی بہت مشہور ہے اس کے علاوہ پوری زندگی میں کسی سفر تجارت کا تذکرہ صراحۃ ملنا دشوار ہے اور اس کی صراحت تو غالبا کہیں بھی نہ ملے کہ آپ نے کس چیز کی تجارت کی۔ ہاں قریش کی عام تجارتوں سے قیاس کیا جاسکتا ہے، سرسری تلاش وجستجو سے یہ جواب لکھا گیا ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

توسل بالاموات ثابت ہے یا نہیں؟

سوال: توسل بالاموات ثابت ہے یا نہیں؟ اگر ثابت ہے تو کس روایت سے؟ بعض حضرات حضرت عمرؓ کے اس واقعہ سے استدلال کرتے ہیں جس کو صاحب مشکوٰۃ نے بھی استسقاء کے بیان میں ذکر کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت عباسؓ کے وسیلے سے دعاء کیا، لیکن اس سے توسل بالاحیاء ثابت ہوتا ہے نہ کہ توسل بالاموات۔

محمد حبیب مفتاحی دربھنگہ

الجواب: حامدًا ومصلیًا

حضرات احناف کا مسلک اس باب میں توسل بالذات کا نہیں ہے لوگوں کو اسی میں خلط ہوجاتا ہے پھر وہ خواہ مخواہ کا اعتراض کرتے ہیں توسل باعمال الخیر و برکات الذوات حضرات احناف حضرات سلف حتی کہ علامہ ابن تیمیہ کا بھی مسلک ہے جیسا کہ ان کی کتاب الوسیلہ میں مصرح ہے۔ لہٰذا اگر بحالت حیات کسی سے توسل ثابت ہوجائے (چنانچہ ثابت ہے بھی) تو چونکہ اس کی برکات سے توسل ہے اور اس کے اعمال خیر یا فضائل سے توسل ہے جو موت سے ختم نہیں ہوتے اس لئے حیات وممات سے مسئلہ پر فرق نہیں آتا۔ ہذا ہو الصواب واللہ تعالیٰ اعلم۔

رہا یہ سوال کہ حضرت عمر نے حضرت عباس سے توسل کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے توسل نہیں کیا حالانکہ حضورؐ سے توسل زیادہ مفید ہوتا۔ جواب یہ ہے کہ حضرت عباسؓ کا حوالہ بواسطہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی آپ نے دیا تھا اصل توسل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تھا حضرت عباس اس کا محسوس وزندہ حوالہ تھے۔ فافہم

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

مسئلہ قضاء اور ہندوستان

محترم المقام زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا، ہندوستان میں اسلامی نظام قضاء سے متعلق ایک اہم استفتاء ’’ادارہ مباحث فقہیہ‘‘ کی جانب سے ارسال خدمت ہے۔

امید ہے کہ مسئلہ کی اہمیت کے پیش نظر توجہ فرما کر اواخر اکتوبر تک جواب سے سرفراز فرمائیں گے، شکر گزار ہوں گا۔ نومبر ۹۱ء میں اس مسئلہ کی تنقیح کے لئے فقہی اجتماع منعقد کرنے کا

ارادہ ہے۔تفصیلات سے ان شاء اللہ عنقریب مطلع کیا جائے گا۔

دعوات صالحہ میں فراموش نہ فرمائیں۔ والسلام اسعد غفرلہ

سوال: سلطنت اسلامیہ کے زوال سے ملت اسلامیہ ہند، گوناں گوں شرعی مسائل سے دو چار ہوئی، سامراجی دور سیاہ نے اہل اسلام کو صرف مادی وسائل سے ہی محروم نہیں کیا بلکہ بتدریج ہر اس نظام کو ختم کیا جس سے وابستہ رہ کر مسلمان اپنی اجتماعیت برقرار رکھ سکتے تھے؟ اور وہ آپسی نزاع وجدال سے بلند ہو کر شاہراہ ترقی پر گامزن ہو سکتے تھے، الحاصل مسلمانان ہند کو اپنے مذہب سے بیگانا بنانے اور سامراجی نظام کا غلام بنانے کی ہر تدبیر روبہ عمل لائی گئی، اسلامی نظام کو تعلیم کو ختم کیا گیا، اسلامی قانون عدالتوں سے مٹایا گیا، اس مذموم افرنگی سازش جن اسلامی اقدار کی پامالی ہوئی ان میں ’’اسلامی نظام قضاء‘‘ خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

ارباب فقہ وبصیرت پر یہ بات مخفی نہیں کہ اسلامی معاشرہ میں نظام قضاء کا وجود انتہائی اہم اور ضروری ہے کیونکہ مسلمانوں کی زندگی میں روزمرہ ایسے مسائل کا پیش آنا ناگزیر ہے جن کے تصفیہ کے لئے قضاء قاضی کی ضرورت پیش آتی ہے جن کا حل قاضی شرع کے ذریعہ ہی ہو سکتا ہے۔بغیر قضاء قاضی وہ مسائل معرض تعویق میں پڑے رہتے ہیں، فقہاء اسلام نے بسط وتفصیل کے ساتھ ان مسائل کو منضبط کر دیا ہے جن میں قضاء قاضی کی احتیاج ہوتی ہے۔

نظام قضاء کی اس ضرورت واہمیت سے اکابر علماء ہند کبھی غافل نہ رہے بلکہ اس مشکل کے حل کے لئے برابر کوشاں رہے ’’شریعت ایکٹ، قانون انفساخ نکاح مسلم پرسنل لاء بل‘‘ وغیرہ اسی سلسلہ جدوجہد کی کڑی ہیں۔حضرات اکابر نے آزادی سے قبل اور آزادی کے بعد حکومتوں سے مسلم قاضیوں کی تقرری کے لئے برابر کوشش جاری رکھی، چنانچہ جمعیۃ علماء ہند کے اکابر نیز حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی اور مولانا عبد الکریم گمتھلویؒ نے ’’مسلم قاضی بل‘‘ کے نام سے ایک مسودہ قانون ترتیب دیکر ۱۹۴۱ء میں اسمبلی میں پیش کرایا۔ پھر ۵۲ئہ میں آزاد ہند کے پارلیمنٹ میں جمعیۃ علماء ہند نے محمد احمد کاظمی صاحب کے توسط سے

دوبارہ قاضی بل پیش کرایا۔اب ایک بار پھر جمعیۃ علماء کے صدر نائب امیر الہند حضرت مولانا سید اسعد مدنی مدظلہ، ایم پی نے جنوری ۸۹ءمیں پارلیمنٹ میں قاضی بل پیش کرنے کا جرأت مندانہ اقدام کیا ہے (خدا اکابر کی ان کوششوں کو بارآور کرے آمین) حکومتوں کی سرد مہری بے توجہی بلکہ اسلام دشمنی سے اب تک یہ مساعی بارآور نہ ہوسکیں، لیکن حضرات علماء نے اس پر انحصار بھی نہ کیا بلکہ اسلامی معاشرہ کی اس ضرورت کو کسی نہ کسی حد تک پورا کیا۔علماء امت کے ایک طبقہ نے فقہ مالکیہ کے مطابق جماعت مسلمین (شرعی پنچایت) کو قاضی کے قائم مقام بنا کر اس ضرورت کی تکمیل کا ذریعہ قرار دیا۔جبکہ ایک دوسرے طبقہ نے تراضی مسلمین سے قضاۃ کے تقرر کو مسئلہ کا فقہی حل سمجھ کر نظام امارت وقضاء قائم فرمایا۔آج بھی یہ دونوں طریقے ہندوستان میں جاری ہیں۔لیکن ایک مقصد کے لئے دو جدا جدا عنوانوں سے کام کرنے کے بجائے اگر ایک طریق کار پر اتفاق کرکے کام کیا جائے تو امت اسلامیہ ہند کی اجتماعی شیرازہ بندی مؤثر طور پر ہوسکتی ہے۔اور نظام کو وسیع، ہمہ گیر اور موثر، بنایا جاسکتا ہے۔اس سلسلہ میں ادارہ مباحث فقہیہ جمعیۃ علماء ہند کے ذمہ داران نے مناسب سمجھا کہ مسئلہ کی تنقیح کرکے کسی اتفاقی فیصلے تک پہنچنے کی سعی کی جائے، اس لئے چند سوالات جواب وتحقیق کے لئے پیش خدمت ہیں۔سوالات کا مقصد تحدید و پابندی نہیں، بلکہ مسئلہ کے مختلف پہلوؤں کو سامنے لانا ہے۔اگر کوئی اہم سوال مزید آپ کے ذہن میں ہو تو اس کو بھی شامل سوال فرما کر مدلل و مفصل مقالہ تحریر فرمائیں۔ادارہ مباحث فقہیہ جمعیۃ علماء ہند کا دوسرا فقہی اجتماع انشاءاللہ عنقریب اس عنوان پر ہوگا۔جواب میں یہ بات ملحوظ رہے کہ سوال ہندوستان اور اس جیسے غیر اسلامی سلطنتوں سے متعلق ہے جہاں اقتدار اعلیٰ غیر مسلموں کو حاصل ہے اور مسلم حکام وقضاۃ موجود نہیں ہیں۔

سوالات: (۱) ہندوستان اور اس جیسے غیر اسلامی مما لک میں جہاں اقتدار اعلی غیر مسلموں کو حاصل ہے۔کیا مسلمانوں پر اپنے نزاعی مسائل کے تصفیہ کے لئے اسلامی نظام قضاء کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

قضاء کی حقیقت، قاضی شرع کی تعریف، اور قضاء کے ارکان وشرائط کیا ہیں؟

الف: قضاء کی تعریف میں ''الزام'' سے حسی مراد ہے یا الزام معنوی۔

ب: اگر الزام حسی مراد ہے تو کیا اس کے بغیر قضاء شرعی کا تصور ممکن نہیں؟ اور کیا اس قید کا اعتبار حالت اختیار اور حالت احتیاج میں یکساں ہوگا خواہ دارالاسلام ہو یا غیر دارالاسلام؟ خواہ قاضی کو منجانب والی کلی اختیارات مفوض ہوں یا جزوی؟

ج: اگر الزام سے الزام معنوی مراد ہے تو اس کا کیا مطلب ہے؟ کیا قوت نافذہ کے بغیر قضاء کے معنیٰ متحقق ہو سکتے ہیں؟ پھر مفتی کے فتوی اور قاضی کے فیصلہ میں حد فاصل کیا ہوگا؟

قاضی کے حلقہ عمل اور دائرہ اختیار میں کس طرح کے مسائل داخل ہونگے؟ کیا کسی سبب دائرہ اختیار میں تحدید ہو سکتی ہے؟ اگر قاضی کا حلقہ عمل ان مسائل تک محدود ہو جن میں بظاہر قوت عسکری کی ضرورت نہیں تو کیا پھر بھی قوت قاہرہ شرط ہوگی؟

ہندوستان اور جیسے غیر اسلامی ممالک میں قاضی کا تقرر کن طریقوں پر شرعا درست قرار دیا جاسکتا ہے؟ جبکہ ظاہر ہے کہ دار الاسلام میں خلیفۃ المسلمین یا اس ک ولاۃ وحکام قضاء کا تقرر کرتے ہیں۔

الف: غیر مسلم حکومت اگر مسلم قاضی مقرر کرے تو کیا شرعا وہ قاضی ہو جائے گا؟ اگر نہیں تو ''یجوز تقلد القضاء من السلطان العادل او الجائر ولو کان کافرًا'' (در مختار) اور ''الاسلام لیس بشرط ای فی السلطان الذی یقلد'' (فتاویٰ عالمگیری) وغیرہ جزئیات فقہیہ کا کیا مطلب ہے؟

اگر وہ شرعا قاضی ہو جاتا ہے تو کیا ولایت کافر علی المسلم کا الزام نہ آئے گا؟ نیز کیا والی کافر کی تقلید کافی ہے یا تراضی مسلمین بھی ضروری ہے؟

ب: اگر غیر مسلم حکومت کی طرف سے مسلم قضاء کا تقرر نہ ہو اور اس ملک کے مسلمان اپنے نظام شرعی اور اجتماعی امور کے قیام وبقا کے لئے کوئی امیر منتخب کرلیں (جیسا کہ ہندوستانی مسلمانوں نے اپنا امیر الہند منتخب کر کے نظام امارت قائم کرلیا) تو کیا یہ امیر اور اس

کے متعین کردہ صوبائی امراء شرعا قاضی مقرر کرسکتے ہیں؟ اگر نہیں تو فقہاء کرام کی ”واذا لم یکن سلطان ولا من یجوز التقلد منه کما هو فی بعض بلاد المسلمین غلب علیهم الکفار کقرطبه فی بلاد المغرب وبلاد الحبشة واقروا المسلمین عندهم علی مال یوخذ منهم یجب علیهم ان یتفقوا علی واحد منهم یجعلونه والیا،فیولی قاضیا او یکون هو الذی یقضی بینهم “(فتح القدیر) جیسی تصریحات کا کیا مطلب ہے؟

اور اگر ان امراء کے تقرر سے شرعا قاضی ہوجاتا ہے تو کیونکر؟ جبکہ ظاہر ہے قوت قاہرہ حاصل نہ ہوگی۔

ج: غیر اسلامی ممالک میں اگر مسلمان باہمی تراضی سے قاضی کا تقرر کریں تو کیا شرعا وہ قاضی ہوگا یا نہیں؟ بصورت نفی ”یصیر القاضی قاضیا بتراضی المسلمین “(شامی) کا کیا مطلب ہے؟ قاضی جمعہ مراد ہے یا مطلق قاضی؟ اگر قاضی جمعہ مراد ہے تو کیا اقامت جمعہ کے لئے قاضی کا ہونا شرط ہے؟ اور اگر مطلق قاضی مراد ہے تو کیا یہاں قوت شرط نہ ہوگی؟

اگر تراضی مسلمین سے قاضی ہوجاتا ہے تو ”واذا اجتمع اهل بلدة علی رجل وجعلوه قاضیا یقضی فیما بینهم لا یصیر قاضیا “(فتاوی عالمگیری) جیسی فقہی جزئیات کا محمل کیا ہوگا؟

(۵) فقہ حنفی میں قوت قاہرہ منفذہ کے بغیر اگر قاضی شرع ہونے کی گنجائش نکلتی ہے تو کیا پھر بھی فقہ مالکی کے مطابق جماعت مسلمین کا طریقہ اختیار کرنے کی ضرورت رہتی ہے؟

(٦) ایک مقام پر متعدد قاضی ہوسکتے ہیں یا صرف ایک؟ متعدد قاضی ہونے کی صورت میں اگر اختلاف کی صورت پیش آئے تو فیصلہ کی کیا صورت ہوگی؟

بینوا وتوجروا ان شاء الله اجرًا عظیمًا.

المستفتی: معزالدین احمد غفرلہ

خادم ادارہ المباحث الفقہیہ ،جمعیۃ علماء ہند

الجواب: حامدًا ومصلیًا

مسئلہ قضاء اور ہندوستان: ضرورت، اہمیت، تقاضے، مجبوریاں

(۱) اسلامی زندگی میں قضا اور قاضی کی ضرورت واہمیت نہ محتاج بیان ہے نہ محتاج تعارف اجتماعی اسلامی زندگی کے لئے ہر جگہ قاضی کی ضرورت کو تسلیم کیا ہے اس کی مشروعیت کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور اجماع سے ثابت ہے۔ ”وھو مشروع بالکتاب والسنة والاجماع“ (مجمع الانہر: ۲/ ۱۵۰) اگر نظام قضا کو اجتماعی زندگی سے اٹھالیا جائے تو کتنے بندوں کے حقوق پامال ہوں گے اور کتنے شہر فتنہ وفساد سے ویران ہوں گے اور کتنے انسان ظلم واستبداد کے شکار ہوں گے، اور کتنے مظلوم ظالموں سے اپنا حق لینے میں ناکام ہوں گے ”ولو لا ذالك لفسد العباد وخرب البلاد وانتشر الظلم والفساد“ (مجمع النہر ۲/ ۱۵۰) اسی وجہ سے اسے فرض کفایہ قرار دیا گیا ہے۔ ”وھو فرض كفاية بالاجماع“ (مجمع الانہر علی ہامش مجمع الانہر حوالہ بالا) فنصب القاضی فرض لانه ينصب لاقامة امر مفروض وهو القضا (بدائع: ۲/ ۷) فرائض میں سے ایک فریضہ اسے بتلایا گیا ہے ایمان کے بعد افضل ترین عبادت اسے قرار دیا گیا ہے ”القضاء بالحق من اقوی الفرائض وافضل العبادات بعد الایمان باللہ تعالیٰ“ (ملتقی الابحر: ۲/ ۱۵۰) ایک منٹ کے عدل کو ساٹھ سال کی عبادت سے افضل قرار دیا گیا ہے ”قال رسول اللہ ﷺ عدل ساعة خير من عبادة ستين سنة“ (سکب الانہر: ۲/ ۱۵۱) یہی وجہ ہے کہ ہر نبی کو اس کا حکم دیا گیا ہے حتی کہ آخری نبی ﷺ کو اس پر مامور کیا گیا ”وبه امر كل نبی كما ذكره الزيلعی“ (سکب الانہر) اور آپ ہی کے نقش قدم پر حضرات خلفاء نے اپنے نائب ہونے کی حیثیت سے کار قضا سپرد کیا۔

قضاء اور قاضی کا تعارف

(۲) نزاعی مسائل کو قوت قاہرہ کے ذریعے ختم کر کے عدل وانصاف کو زندہ کرنا" وھو لغۃً الحکم وشرعًا قطع الخصومۃ (سکب الانھر) وفی الشرع قطع الخصومۃ" (مجمع الانہر) ذاتی طور پر قاضی کی ذات میں یہ قوت موجود نہیں ہوتی بلکہ سلطان یا خلیفۃ المسلمین کو جو قوت قاہرہ حاصل ہوتی ہے اس کی نیابت اور قائم مقامی کی وجہ سے اس کی طرف قوت قاہرہ مطلوبہ منتقل ہوجاتی ہے "او قول "ملزم "صدر عن ولایۃٍ تامۃٍ" کذا فی خزانۃ المفتیین" (فتاویٰ ہندیہ: ۳/ ۳۰۶) "ومعلوم انہ لا یمکنہ القیام بما نصب لہٗ بنفسہٖ فیحتاج الیٰ نائبٍ یقوم مقامہٗ فی ذالك وھو القاضی الی ان قال فکان نصب القاضی من ضرورۃ الامام فکان فرضًا" (بدائع: ۲/ ۷)

لہٰذا اگر بجائے سلطان یا خلیفۃ المسلمین کے شہر والوں نے متفقہ طور پر قاضی بنادیا تو وہ شرعی قاضی نہیں ہوگا "اذا اجتمع اھل بلدۃ علیٰ رجل جعلوہ قاضیا یقضی فیما بینھم لا یصیر قاضیًا" (فتاویٰ ہندیہ: ۴/ ۳۱۵) "واجتمع اھل بلدۃ وقدموا رجلًا علی القضاء لا یصح لعدم الضرورۃ" (بزازیہ علی ہامش الہندیہ: ۴/ ۱۳۰)

قاضی شرعی ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کو یہ منصب سلطان یا خلیفۃ المسلمین کی طرف سے ملا ہو، کیونکہ قاضی کا معاملہ انتخاب سے نہیں بلکہ انتظام سے متعلق ہے اور انتظام کا ذمہ دار سلطان یا خلیفۃ المسلمین ہے رائے عامہ نہیں، الا آنکہ سلطان جائر یا سلطان کافر کی طرف سے یہ منصب کسی مسلمان کو ملا ہو، اور اس کو تلقی بالقبول حاصل ہوجائے تو اس صورت میں اس کو قاضی شرعی کہا جائے گا "ولکن اذا ولی الکافر علیھم قاضیًا ورضیہٗ المسلمون صح تولیتہٗ بلاشبھۃ" (شامی: ۵/ ۵۰۹)

قضاء اور قاضی کے شرائط

کسی بھی فرد کے قاضی بننے کے شرائط میں عقل، بلوغ، اسلام، حریت، بصر، نطق، سلامتی عن حد القذف ہے ”واما بیان من یصلح القضاء فنقول الصلاحیة للقضاء لها شرائط منها البلوغ ومنها الاسلام ومنها الحریة ومنها البصر، ومنها النطق، ومنها السلامة عن حد القذف“ (بدائع: ۷/۳)

دوسرے لفظوں میں یوں کہئے قضاء کا وہی اہل ہے جو شہادت کا اہل ہو اس لئے کہ یہ ”تنفیذ القول علی الغیر“ ہے ”واهله ای القضاء من هو اهل للشهادة لأن کلا منهما من باب الولایة لانه تنفیذ القول علی الغیر ولانه کل منهما الزام اذ الشهادة ملزمة للقاضی والقضاء ملزم علی الخصم وشرط اهلیته ای القضاء شرط اهلیتها الشهادة“ (ملتقی الابحر: ۱۵۱/۲)۔

التعلیق والتخریج

(۱) بدائع الصنائع ج:۷، ص:۳۔ فصل فی بیان من یصلح للقضاء کراچی۔

(۲) ملتقی الأبحر مع مجمع الأنهر ج:۳ص:۲۱۰۔ ۲۱۱۔ فقیه الأمة۔

(۱) مجمع الأنهر ج:۳ص:۲۱۱۔ کتاب القضاء فقیه الأمة۔

(۲) المصدر السابق ج:۳ص:۲۱۱۔ فقیه الأمة۔

(۳) فنصب القاضی فرضه لأنه ینصب لإقامة أمر مفروضٍ۔ (بدائع الصنائع ج:۲ص:۷۔ کراچی)۔ کتاب القضاء بیان فرضیة نصب القاضی)۔

وقال فی البدائع: نصب القاضی فرض و نصب الإمام الأعظم فرض بلا خلاف بین أهل الحق۔ (حاشیة الشرنبلالی علی درر الأحکام شرح الأحکام ج:۲ ص:۴۰۴۔ قدیم۔

(۴) ملتقی الأبحر مع مجمع الأنهر ج:۲ص:۳۰۶۔ فقیه الأمة۔

(۵) سکب الأنہر مع مجمع الأنہر ج:۳ص:۲۱۱۔ فقیہ الأمۃ۔

(۶) المصدر السابق ج:۳ص:۲۱۰۔ فقیہ الأمۃ۔

(۷) مجمع الأنہر ج:۳ص:۲۱۰۔ فقیہ الأمۃ۔

(۸) بدائع الصنائع ج:۷ص:۲۔ کراچی۔

(۹) الفتاویٰ الھندیۃ ج:۳ص:۳۱۵۔ الباب الخامس فی التقلید والعزل رشیدیۃ۔

(۱۰) البزازیۃ علی ھامش الھندیۃ ج:۴ص:۱۳۰۔ رشیدیۃ۔

(۱۱) شامی مع الدر المختار ج:۵ص:۳۱۶۹۔ کراچی۔

قضاء کے ارکان ستہ

اسی طرح قضاء کے چھ ارکان ہیں: حکم، محکوم بہ، محکوم لہ، محکوم علیہ، حاکم، طریق حکم "وارکانہ ستۃ، نظمہ ابن الغرس، بقولہ، احکام کل قضیۃ حکمیۃٍ ست ☆ یلوح بعدھا التحقیق ☆ حکم ومحکوم بہ ولہ ☆ ومحکوم علیہ حکم وطریق" (المنتقی: ۲/ ۱۵۰)(۱)

التعلیق والتخریج

(۱) الدر المنتقی ج:۳ص:۲۱۰۔ فقیہ الأمۃ۔

قضاء میں الزام حسی مراد ہے

(الف) حضرات فقہاء کے کلام سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ قضا کی تعریف میں الزام سے مراد الزام حسی ہے، الزام معنوی نہیں۔

(ب) لہذا الزام حسی کے فقدان کی صورت میں قضاء شرعی کا تحقق نہ ہوگا اور اگر تحقق ہو بھی گیا تو ایسی قضا اور ایسا قاضی بے سود اور بے معنی ہوں گے، یہ قید بہر حال معتبر ہے خواہ حالت اختیاری ہو یا اضطراری خواہ دار الاسلام ہو یا دار الکفر۔

(ج) چونکہ الزام سے مراد الزام حسی ہے اس لئے قوت نافذہ ضروری ہے لہٰذا مفتی کے فتوے اور قاضی کے فیصلے کے درمیان حد فاصل کو بیان کرنے کی کوئی حاجت نہیں۔

قاضی کا دائرۂ کار

(۳) قاضی کے حلقہ میں ایسے سارے مسائل داخل ہیں جن میں قضاء وقاضی کی ضرورت پڑتی ہے اور جو عدالتی تحقیقات اور عدالتی فیصلے کے بغیر طے ہی نہیں ہو سکتے مثلاً متعنت مجنون، غائب، مفقود الخبر وغیرہ کے مسائل فریقین کے درمیان الجھے ہوئے مسائل جو فتاوی سے طے ہو سکتے ہوں، یا ثالثی کے ذریعہ حل ہو سکتے ہیں وہ بھی دائرہ اختیار میں لئے جا سکتے ہیں خلیفہ المسلمین یا حاکم یا سلطان جو قاضی کا دائرہ کار ہو، وہ اختیار متعین کرتا ہے۔ وہی اس میں توسیع وتحدید پیدا کر سکتا ہے لیکن قضاء کے مفہوم میں انصاف ”المظلوم من الظالم“ اور ”ایصال الحق الی المستحق او امر بالمعروف ونھی عن المنکر“ (۱) داخل ہیں اور ظاہر ہے کہ ان امور کے لئے کبھی قوت قاہرہ کی ضرورت پڑتی ہے اور قاضی جب قوت قاہرہ سے عاری ہوگا تو فقہی اعتبار سے کیا اسے قاضی کہنا درست ہوگا؟ اگر حلقہ عمل انہیں مسائل تک محدود کر دیا جائے جن میں قوت عسکری کی ضرورت نہیں تب اس کے لئے قاضی کی ضرورت ہی نہیں، یہ کام تو مفتی اور حاکم بھی کر سکتا ہے بلکہ تحکیم کی صورت میں فریقین پر اپنے فیصلے کو نافذ کرنے کا حق واختیار حاصل ہوتا ہے۔

(۱) مجمع الأنہر ج:۳ص:۲۱۱۔ فقیہ الأمۃ۔

ہندوستان اور منصب قضاء

(۴) ہندوستان اور اس جیسے غیر اسلامی ممالک میں قاضی کے شرعی قاضی ہونے کے لئے ضروری ہے کہ حکومت کی طرف سے وہ قاضی مقرر کیا جائے یا حکومت اسے بااختیار قاضی کی حیثیت سے تسلیم کر لے۔

الف: یہی مطلب ہے ”یجوز تقلد القضاء من السلطان العادل او الجائر ولو کان کافرا“ اور ”الاسلام لیس بشرط ای فی السلطان الذی یقلد وغیر ذلك“ عبارات فقہاء سے، گو اس صورت میں ولایت الکافر علی المسلم کا الزام عائد ہوتا ہے لیکن یہ الزام مجبوری کی وجہ سے برداشت کرلیا جائے گا، البتہ صرف والی کافر کی تقلید کافی نہیں بلکہ تراضی مسلمین ضروری ہے، یہی مطلب ہے علامہ شامی کی اس عبارت کا ”ولکن اذا ولی الکافر قاضیا ورضیه المسلمون صحت تولیته بلاشبهة“ (۳۶۹/۵)

التعلیق والتخریج

(۱) الدر المختار مع الشامی ج:۵ ص:۳۵۶۸۔ کراچی۔

هکذا فی: النهر الفائق ج:۳ ص:س۶۰۳۔ زکریا۔

تبیین الحقائق ج:۴ ص:۱۷۷۔ بیروت۔

(۲) الشامی مع الدر ج:۵ ص:۳۶۹۔ کراچی۔

جمعیۃ علماء کے امیر الہند قاضی مقرر کرسکتے ہیں یا نہیں؟

ب: اگر غیر مسلم حکومت کی طرف سے قضاء کا تحقق نہ ہو تو منتخب امیر الہند اور اس کے متعین کردہ صوبائی امراء قاضی مقرر نہیں کرسکتے اس لئے کہ خود امیر الہند نے ۵/دسمبر ۱۹۸۶ء کو دہلی میں منعقد کل ہند امارت شرعیہ کی مجلس شوریٰ میں فرمایا۔

الف: اس امارت کا مقصد صرف مسلمانوں کی تنظیم کرنا اور معاشرتی اصلاح وغیرہ ہے۔

ب: اس امارت کی طرف سے قاضی نہیں مقرر کئے جاسکتے اس لئے فصل خصومات کا کام حیلۂ ناجزہ کے مطابق شرعی پنچایت سے لیا جائے گا جس کا نام ہوگا محکمۃ شرعیہ۔

ج: اور حضرت مولانا شاہ عبد الحلیم صاحب دامت برکاتہم ناظم مدرسہ ریاض العلوم گورینی، جونپور کے خط کا جواب دیتے ہوئے فرمایا، میں نے مولانا اسعد مدنی صاحب اور مولانا شاہ عون احمد قادری سے کہہ دیا تھا کہ ہماری امارت کے تحت دار القضاء قائم نہیں ہوسکتا ہے،

شرعی پنچایت محکمہ شرعیہ کے نام سے قائم کی جائے گی، الحیلۃ الناجزۃ کے مطابق عمل درآمد ہوگا، دونوں صاحبان نے بلا تامل اس کو تسلیم کیا۔

حبیب الرحمٰن الاعظمی بقلم محمد عاصم

۶ ربیع الثانی دہلی ۱۴۰۷ھ

حضرت امیر الہند کی اس تحریر کے بعد حضرات فقہائے کرام کی تصریحات میں تطبیق اور دفع تعارض کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

تولیت قضاء کے سلسلہ میں علامہ شامی کی عبارت کا مطلب

تاہم یہ عرض ہے کہ فتح القدیر کے حوالے سے علامہ شامی نے عبارت نقل کی ہے ''واذا لم یکن سلطان ولا من یجوز التقلید منه کما هو فی بعض بلاد المسلمین غلب علیهم الکفار کقرطبه الأن یجب علی المسلمین ان یتفقوا علی واحد منهم یجعلونه والیافیولی قاضیا الخ'' اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ رائے عامہ سے قاضی مقرر کیا جاسکتا ہے بلکہ یہ بتلانا مقصود ہے کہ کافروں کے غلبہ کی وجہ سے سلطان یا امام یا حاکم یا خلیفۃ المسلمین سے بلاد مسلمین خالی ہوگئے ہوں اور کفار کا استیلاء ہوگیا ہو، تو مسلمانوں پر واجب ہے کہ کسی کو اپنا والی یا امیر یا امام مقرر کریں اور پھر بحیثیت والی یا سلطان کسی کو قاضی مقرر کردے اس صورت میں وہ قاضی شرعی ہوگا اور اس کو قوت مطلوبہ حاصل ہوگی۔

اور اگر علامہ شامی کی عبارت اور پہلے سے پڑھی جائے تو یہ بات اور واضح ہوجائے گی ''بلاد الاسلام فی اید الکفرة لا شك انها لا بلاد الاسلام بلاد الحرب لانهم لم یظهروا فیها حکم الکفرة والقضاة مسلمون والملوك الذین یطیعونهم عن ضرورة مسلمون ولو کانت من غیر ضرورة، فهم فساق وکل مصر فیه وال من جهتهم تجوز فی اقامة الجمعة والاعیاد

واخذ الخراج وتقلید القضاۃ وتزویج الایامی لاستیلاء مسلم علیہ، وأما اطاعۃ الکفر فذاك مخاصمۃ“

”وأما بلاد علیها ولاۃ کفار فیجوز للمسلمین اقامۃ الجمعۃ والاعیاد ویصیر القاضی قاضیًا بتراضی المسلمین فیجب علیهم ان یلتمسوا والیًا مسلمًا منهم“

صاحب درمختار کی عبارت ”ویجوز تقلد القضاۃ من السلطان العادل او الجائر ولو کان کافرًا“ کی وضاحت اور تائید میں علامہ شامی نے تاتارخانیہ کی عبارت نقل کی ہے کہ تقلید قضاۃ سلطان کی طرف سے بہر حال جائز ہے خواہ وہ عادل ہو یا ظالم حتیٰ کہ اگر کافر بھی ہے تو اس کی طرف سے بھی قاضی بنانا درست ہے یہ ضروری نہیں کہ سلطان مسلمان ہی ہو اور وہی قاضی بنائے تو قاضی ہوگا ورنہ نہیں، لیکن صاحب فتح القدیر کا میلان اس طرف ہے کہ تقلید قضا اس وقت معتبر ہے جب من جانب سلطان عادل ہو۔ اگر سلطان کافر کی طرف سے تقلید قضا ہو تو یہ درست نہیں اسی پر صاحب فتح القدیر کو شرح صدر ہے۔ (وهذا هو الذی تطمئن النفس الیه)

التعلیق والتخریج

(۱) الشامی مع الدر المختار ج:۵ص:۳۳۵٦۹۔ کراچی۔

هكذا فی النهر الفائق ج:۳ص:٦٠٤۔ زکریا۔

(۲) الشامی مع الدر المختار ج:۵ص:۳٦۸۔ کراچی۔

هكذا فی النهر الفائق ج: ۳ص:٦٠٤۔ زکریا۔

”یصیر القاضی قاضیا بتراضی المسلمین“ (۱) کا مطلب

لیکن سوال یہ ہے کہ ایسے بلاد کہ جن پر کفار کا مکمل استیلاء ہو چکا ہے اور مسلم قضاۃ بالکل ختم کر دیئے گئے ہوں تو وہاں جن امور میں قاضی یا امام کی ضرورت ہے مسلمان کیا کریں گے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ایسی تمام چیزیں جن میں قضاء قاضی یا قاضی شرط کے درجہ میں نہیں جیسے امامت جمعہ واعیاد جن کی ادائیگی کے لئے سلطان کی طرف سے امام آتا ہے یا خود اس کو سلطان انجام دیتے ہیں وہاں لوگ آپس کی رضامندی سے ان فرائض کی تکمیل کے لئے وقتی طور پر کسی کو اپنا امام یا قاضی مقرر کریں ”واما بلاد علیها ولایة کفار فیجوز للمسلمین اقامة الجمعة والاعیاد ویصیر القاضی قاضیًا بتراضی المسلمین“ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ظالم سے مظلوم کا حق دلوانے کے لئے اور حقوق مالیہ مستحق تک پہنچانے کے لئے اور دفع خصومات وغیرہ کے لئے جنہیں قضاء قاضی ضروری ہے وہ کسی والی یا امام کو تلاش نہ کریں بلکہ وہ تلاش جاری رکھیں ”فیجب علیهم ان یلتمسوا والیا مسلما منهم“ اور جب جستجو میں کامیاب ہو جائیں تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ متفقہ طور پر ان کو اپنا والی بنالیں پھر یہ والی بحیثیت قاضی اپنا نائب کسی کو مقرر کرے جو قطع خصومات کا کام انجام دے اور کوئی امام مقرر کرلے جو اقامت جمعہ کا فریضہ انجام دے ”یجب علی المسلمین ان یتفقوا علی واحد منهم یجعلونه والیا، فیولی قاضیا، ویکون هو الذی یقضی بینهم، و کذا اماما یصلی بهم الجمعة“

التعلیق والتخریج

(۱) الشامی مع الدر ج:۲ ص:۱۴۴۔ کراچی۔

حاشیة الطحطاوی علی المراقی ص:۵۰۷۔ دار الکتاب۔

النهر الفائق ج:۳ ص:۶۰۴۔ زکریا۔

الفتاویٰ الهندیة ج: ص:۱۴۶۔ زکریا۔

(۲) النهر الفائق ج:۳ ص:۶۰۴۔ زکریا۔

شامی مع الدر ج:۵ ص:۳۶۹۔ کراچی۔

الفتاویٰ الهندیة ج:۱ ص:۱۴۶۔ رشیدیة۔

تولیت قضاء منجانب سلطان کافر کی حیثیت فقہاء کی نظر میں

حاصل یہ ہے کہ صاحب تاتارخانیہ ''تقلید قضا من الکافر'' کی صحت کے قائل ہیں اس لئے تاتارخانیہ کی عبارت کے بعد علامہ شامی نے فتح القدیر کی عبارت ذکر کی اور اس کے بعد ابن ہمام کا رجحان انہیں کے الفاظ میں ذکر فرمایا ''وھذا ھو الذی تطمئن النفس الیہ'' اور اسی کے ساتھ دونوں عبارتوں کا فرق ظاہر کیا ''والاشارۃ بقولہ وھذا الی ان کلام الفتح من عدم صحۃ تقلید القضاء من کافر علی خلاف مامر من التتارخانیہ''

علامہ شامی کا محاکمہ

اس کے بعد پھر علامہ شامی نے اس کے ذریعہ تاتارخانیہ اور فتح القدیر کی عبارت کے درمیان محاکمہ کیا، اور محاکمہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر والی کافر نے مسلمانوں پر کوئی قاضی مقرر کر دیا اور سارے مسلمانوں نے اس کو قبول کر لیا تو بلاشبہ والی کافر کا بنایا ہوا قاضی، قاضی شرعی ہوگا اور اسکے فیصلے نافذ العمل ہوں گے۔ ''ولکن اذا ولی الکافر علیھم قاضیا ورضیہ المسلیون صحت تولیتہ بلاشبھۃ، تأمل'' اسکے بعد پھر علامہ شامی نے ثم کے ذریعہ ایک اور تحقیق بیان کی ہے کہ آیا سارے شہر جو کسی سلطان کی ماتحتی میں نہ ہوں بلکہ ان شہروں کے مستقل انہیں میں کے امیر ہیں اور باضابطہ ان کے حق میں ان کے فیصلے نافذ العمل ہوں گے چاہے تغلب کی وجہ سے یا اس پر سب کے متفق ہونے کی وجہ سے ہو، تو وہ امیر سلطان کے حکم میں ہوگا اب ایسا امیر جس میں قوت تنفیذ موجود ہے اس کی طرف سے ان پر کوئی قاضی مقرر کیا گیا تو سلطان کے حکم میں اس امیر کے ہونے کی وجہ سے اس کا بنایا ہوا قاضی قاضی شرعی کہلائے گا، ''ثم ان الظاھر ان البلاد التی لیست تحت حکم سلطان بل لھم امیر منھم مستقل بالحکم علیھم بالتغلب او

باتفاقهم عليهم، يكون ذالك الامير فی حكم السلطان فيصح منه تولية القاضی عليهم ‘‘

صرف رائے عامہ کے ذریعہ بنایا ہوا قاضی، قاضی شرعی نہیں ہوگا۔

لیکن اگر والی یا امام متفقہ طور پر مسلمانوں نے کسی کو نہیں بنایا اور نہ اس کی کوشش کی بلکہ اسکے بجائے کسی ایک فرد پر سب کے سب متفق ہو گئے اور رائے عامہ کے ذریعہ اس کو قاضی بنا دیا تو ایسا شخص قاضی شرعی نہیں ہوگا۔ ’’اذا اجتمع هل بلدة علی رجل وجعلوه قاضيا يقضی فيما بينهم لا يصير قاضيا ‘‘ (فتاویٰ ہندیہ: ۳۱۵/۴)

التعليق والتخريج

(۱) شامی مع الدر ج:۵ ص:۳۶۹۔ کراچی۔

(۲) المصدر السابق ج:۵ ص:۳۶۹۔ کراچی۔

(۳) المصدر السابق ج:۵ ص:۳۶۹۔ کراچی۔

(۴) الفتاویٰ الهندية ج:۳ ص:۲۰۔ رشيدية۔

هكذا فی: الشامی مع الدر ج:۵ ص:۳۶۸۔ کراچی۔

نصب قاضی کا تعلق انتظام سے ہے انتخاب سے نہیں

اس لئے کہ ان کی ذمہ داری قاضی بنانے کی نہیں ہے اور نہ رائے عامہ سے کوئی قاضی بن سکتا ہے اس لئے کہ اس کا تعلق انتظام سے ہے انتخاب سے نہیں اور انتظام کا تعلق والی یا سلطان سے ہے لہٰذا قاضی حاکم یا سلطان ہی بنا سکتا ہے دوسرا نہیں ’’يجوز تقلد القضاء من السلطان وهذا ظاهر فی اختصاص تقليد القضاء بالسلطان نحوه، كالخليفة، حتی لو اجتمع اهل بلدة علی تولية واحد للقضاء لم يصح بخلاف ما ولوا سلطانا بعد موت سلطان ‘‘۔ (کما فی البزازیۃ: ۳۶۸/۵)(۱)

التعلیق والتخریج

(۱) البزازیة علی هامش الهندیة ج:۵ص:۳۶۸۔ رشیدیة

هکذا فی: الشامی مع الدر ج:۵ص:۳۶۸۔ کراچی۔

الفتاویٰ الهندیة ج:۳ص:۲۳۰۔ رشیدیة۔

حنفی مسلک کے اعتبار سے قاضی کے لئے قوت قاہرہ ضروری ہے

(۵) مذکورہ بالاتصریحات وتفصیلات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ قاضی شرعی کے لئے قوت قاہرہ نافذ حنفی مسلک کے اعتبار سے ضروری ہے، چنانچہ علامہ شامی، ابن ہمام، تاتارخانیہ اورصاحب بزازیہ کی عبارتوں سے یہ بات واضح ہوگئی کہ تقلید قضاء والی اورحاکم کاخصوصی منصب ہے، لہٰذا دوسرا کوئی شخص اس منصب کونہیں لے سکتا ہے، اوراگرلےلیا تو اس کااعتبارنہیں۔

اس لئے بضرورت شدیدہ فقہ مالکی پرعمل کی ضرورت باقی رہی۔

(۶) فقہاء کی عبارات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ایک شہر میں ایک قاضی مقرر کرنے کادستوررہاہے اوراختلاف کی صورت میں قاضی القضاۃ بصورت دیگرخلیفۃ المسلمین یا سلطان وحاکم کے پاس مرافعہ کے ذریعہ فیصلہ ممکن بنادیاجاتاہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبدحبیب اللہ القاسمیؒ

ایک غیر مقلد کے اعتراضات کے جوابات

سوال: (۱) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال ے تقریباً اسی سال کے بعد امام ابوحنیفہؒ پیداہوئے پیداہوکربڑے ہوکرعلم حاصل کرنے کے لئے گئے، سترسال ہوئے درمیانی عرصہ میں جوایک سوسال ہوتاہے کس طرح سے مسلمان نماز پڑھا کرتے تھے؟

(۲) حدیثوں میں ضعیف حدیث ہے یانہیں؟ اگرہوتواس کی تشریح کیاہے؟ صحیح حدیث

کی اتباع کرنے میں کسی قسم کا اشکال نہیں ہے۔ پھر کیا ضرورت ہے ضعیف اور موضوع حدیثوں پر عمل کرنے کی؟ جن اماموں نے یہ حدیثیں پیش کی ہیں وہ کیا دلائل پیش کرتے ہیں؟

(۳) نماز میں ہاتھ سینے پر باندھنا چاہئے یا زیر ناف حدیثوں سے اس کا ثبوت دیں۔

(۴) جنازے کی نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنا چاہئے یا نہیں؟ اس کے لئے بھی دلیل پیش کریں۔

(۵) قرآن وحدیث سامنے رکھ کر نماز پڑھنے والا اور دین پر چلنے والا اماموں کے پیچھے چلے بغیر یہ لوگ سیدھے راستے پر چلنے والے ہیں یا مذہب اختیار کرنا ضروری ہے؟ میں نومسلم ہوں اس قسم کے شبہات پیدا ہو رہے ہیں اللہ کے لئے دلائل کے ساتھ جواب لکھیں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام على سيد المرسلين وعلى آله واصحابه اجمعين اما بعد:

مکرمی! آپ کے سوالات ملے چونکہ آپ حق کے متلاشی ہیں سائل کے ساتھ حسن ظن کی وجہ سے لکھا گیا ہے اس لئے جو کچھ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے سمجھ میں آتا ہے عرض کرتا ہوں خالی الذہن ہو کر ملاحظہ فرمائیں ”ان كان صوابا فمن الله وان كان خطأ فمني ومن الشيطان“ آپ کا پانچواں سوال زیادہ اہم معلوم ہوا کیونکہ اسی کے جواب پر بقیہ کا مدار ہے پانچواں سوال گویا اصل کا خلاصہ رکھتا ہے۔

تمہید

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب اس دنیا سے تشریف لے گئے تو آپ نے ایک جامع دین اور کامل شریعت یعنی جو قیامت تک کے لئے اتاری گئی تھی امت میں چھوڑی اس دین میں تبدیلی وتنسیخ کا اور گھٹانے بڑھانے کا احتمال نہیں رکھا، بدیہی امر ہے کہ قیامت تک کے آنے والی جزئیات کا احاطہ دشوار ہے حالانکہ شریعت کو قیامت تک کے لئے رہنما بنایا گیا ہے لہٰذا اس کا قائل ہونا پڑے گا کہ شریعت نے کچھ ایسے اصول متعین کر دیئے ہیں جو قیامت

تک کے لئے رہنما ہیں اور زمانے کے جزئیات کو ان پر منطبق کیا جائے گا۔ جس کی بین دلیل قرآن کریم کا اصل الاصول ہونا اور قرآن کریم کا اجمال ہے اور اس کا اصولی انداز بیان ہے قرآن کریم کا جزئیات سے بہت کم تعرض ہے۔

شریعت کے اصول اربعہ

اس لئے حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانے میں شریعت محمدیہ کے چار اصول متعین ہوئے قرآن، حدیث، اجماع، قیاس، ان میں سے شروع کے تین اصول قطعی ہیں اور آخری اصل قیاس مجتہد فیہ اور ظنی ہے اب یہ صورت ہوگئی کہ جو بھی جزئیہ درپیش ہوگا اولاً قرآن وحدیث کی صراحت کی طرف رجوع کیا جائے گا اور تصریح نہ موجود ہوئی تو پھر اشارات، دلالات اور اشتراک علت سے مسئلہ کا استنباط اور جزئیہ کا ان اصول حقیقیہ پر انطباق کیا جائے گا جیسا کہ حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن بھیجتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا تھا اے معاذ! مسئلہ کیسے بتاؤ گے، انہوں نے عرض کیا، کتاب اللہ سے، آپ نے فرمایا کہ اگر اس میں نہیں ملا تب، حضرت معاذؓ نے عرض کیا کہ سنت رسول اللہؐ سے، آپؐ نے فرمایا کہ اس میں بھی نہ ملا تب، حضرت معاذؓ نے عرض کیا، اجتہاد سے کام لوں گا، آپؐ نے اس پر خوشی کا اظہار فرمایا، تو اس سے معلوم ہوا کہ قیاس واجتہاد کی اجازت اس سے مسائل شرعیہ کا ثبوت زمانہ نبوت سے ثابت ہے اور اگر ایک مجتہد کے قیاس واجتہاد پر اس زمانے کے تمام مجتہدین اتفاق کرلیں تو ”لا تجتمع امتی علی الضلالة“ (۱) کی روشنی میں یہ اجماع حجت قطعیہ شرعیہ بن جاتا ہے، جس کی بیسیوں نظیریں دور صحابہ میں ملتی ہیں۔

التعلیق والتخریج

(۱) عن أنس بن مالك رضي الله عنه يقول: سمعت رسول الله صلى الله عليه إن أمتي لا تجتمع على الضلالة ۔ فإذ رأيتم اختلافاً فعليكم بالسواد الأعظم۔ (سنن ابن ماجة، باب السواد الأعظم رقم الحديث: ۳۹۵۰)۔

جس زمانہ میں جس انداز کی ضرورت تھی ویسے رجال اللہ نے پیدا کئے

سنت اللہ یوں ہی جاری ہے کہ جب جس چیز کی ضرورت ہوتی ہے اس وقت وہ چیز پیدا ہوتی ہے اور جب ضرورت نہیں ہوتی تو وہ چیز بھی مفقود ہو جاتی ہے مثلاً بارش، گھوڑے وغیرہ کہ جب ان کی ضرورت ہوئی کثرت سے ہوئے ہیں اور جب ضرورت نہیں رہتی تو نہیں رہتے یہی حال شریعت کے مدونین کا ہے کہ جب تک اس کی ضرورت تھی کہ اصول وکلیات قرآن وحدیث سے مستنبط کئے جاویں جن پر قانون شریعت کا مدار ہو اس وقت تک ایسے ذہن پیدا ہوتے رہے اور جب اصول وکلیات تنقیح وتہذیب کے بعد مدون ہو گئے تو اب وہ ذہن پیدا ہونے بند ہو گئے اور وہ پیدا ہونے لگے جو فروع وجزئیات کا استنباط واستخراج کر سکتے تھے اور ایسے ذہن قیامت تک پیدا ہوتے رہیں گے اس کی نظیر حضرات محدثین ہیں کہ جب تک احادیث کے حفظ وضبط اور اس کی تدوین وتصویب، تحقیق وتنقیح کی ضرورت تھی حافظ ابن حجر جیسے ذہین افراد پیدا ہوتے رہے۔ اور جب یہ ضرورت پوری ہوگئی تو اب ایک لاکھ دو لاکھ احادیث کیا بخاری کے حافظ بھی پیدا نہیں ہوتے۔

تدوین شریعت کے بعد اجتہاد مطلق کی ضرورت باقی نہیں رہی

حاصل یہ کہ تدوین شریعت ہو جانے کے بعد اجتہاد مطلق (یعنی اصول وکلیات وضع کرنے والا اجتہاد) کا دروازہ بند ہو گیا، تکوینی طور پر بند کر دیا گیا اور اجتہاد فروعی کا دروازہ قیامت تک کھلا و باقی رہے گا۔

اجتہاد مطلق کا حق تو ان حضرات کو تھا جو متدین، متقی، صاحب فہم تھے۔ صاحب بصیرت تھے، فقیہ النفس وفقیہ دین تھے، اور ذکی وذہین تھے۔ مثلاً امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام ابویوسفؒ، اما محمدؒ، عبد اللہ بن مبارک، حسن بن زیاد، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، اسحاق بن راہویہ، فقیہ ابواللیث سمرقندی، ابن ابی لیلیٰ، وغیرہم رحمۃ اللہ

علیہم اجمعین۔

اب تو خواہشات نفسانی اور ہوائے ظلماتی، بدفہمی، جہالت اور ذہنی افلاس کا زمانہ ہے، عصبیت اور ذاتی منفعت کے پیش نظر فتوے دئیے جاتے ہیں اور یہ اس زمانے کی خصوصیت نہیں ہے بلکہ یہ حالت تقریبا دس سوسال سے مسلمانوں میں پائی جاتی ہے۔

چوتھی صدی ہجری کے بعد کا زمانہ

جواب (۵): یہی وجہ ہے کہ تقریباً چوتھی صدی کے علماء کرام واکابرین نے اس کی ضرورت محسوس کی کہ فقہ وفتاویٰ کی حد بندی کردی جائے جبکہ اس زمانے تک دستور یہ تھا کہ علماء کرام مسالک فقہ میں سے جس مسلک کے مطابق جو مسئلہ ان کے نزدیک راجح ہوتا فتوی دیا کرتے تقلید محض اس زمانے تک ناجائز تھی لیکن جب سے وہ دور شروع ہوتا ہے، جس میں خواہشات نفسانی دین پر کثرت سے غالب آنے لگی اور علماء کرام کی صورت میں بہت سے جہلاء منصب افتاء پر بیٹھنے لگے اور مذاہب میں سے جس سے اپنی ذاتی نہ کہ دینی وشرعی سہولت ہوتی اس پر فتویٰ دینے لگے، اور عمل کرنے لگے، نظام دین مختل ہونے لگا، اکابرین علماء اور اہل بصیرت حضرات نے اتفاق کرلیا کہ جو عالم فقہ شافعی کے اکثر مسائل کو حق پر سمجھے وہ فقہ شافعی کے مطابق فتوی دے بغیر کسی ضرورت شرعی کے دوسرے ائمہ کے فقہ پر فتویٰ نہ دے، اسی طرح حنفی عالم امام ابوحنیفہؒ کے فقہ پر فتویٰ صادر کرے الا بالضرورۃ چونکہ یہ تفریق شرعی ضرورت کی بنا پر کی گئی اس لئے سبھی علماء نے اس پر اتفاق کرلیا اور اجماع ہوگیا کہ تقلید ضروری ہے واجب ہے۔

پس اگرچہ ابتدائی زمانے میں یہ تفریق وتقلید ناجائز تھی لیکن بعد کے زمانے میں اسے ضروری خیال کیا گیا اور واجب کردیا گیا اور مبرہن ہوچکا کہ اجماع اصول شرعیہ میں سے ایک اصل ہے اور حجت قطعیہ ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب

(۵) رہا یہ سوال کہ مذاہب اربعہ میں سے کون حق پر ہے تو اس سے متعلق اجمالا اتنا عرض کرنا ہے کہ مذاہب اربعہ کے ائمہ حضرات اپنے اجتہاد کے اعتبار سے سبھی حق پر ہیں (اگر چہ ایک امام کا اجتہاد دوسرے امام کے نزدیک خطا ہو) اس لئے ہر مقلد کو اپنا مذہب حق جاننا چاہئے یہی وجہ ہے کہ ابتداءً کسی نومسلم پر کوئی پابندی نہیں مذاہب اربعہ میں سے جس کو چاہے اختیار کرے ائمہ اربعہ میں سے ابتداءً جس کی چاہے تقلید کرے کوئی پابندی نہیں لیکن جب کسی مذہب کا پیرو ہو جائے تو اب اسی کا اتباع کرے اور اجمالا یہ اعتقاد رکھے کہ سب حق ہیں البتہ اپنا مذہب زیادہ صحیح ہے۔

تقلید کے تارکین بھی کسی نہ کسی کے مقلد ہیں

بعض حضرات ایسے ہیں جنہوں نے تقلید کو حرام بتلایا اور تقلید کرنے والوں کا مذاق اڑایا، ان پر بہتانیں باندھیں، انہیں ائمہ مجتہدین کا امتی بنایا اور ائمہ مجتہدین و اسلاف کرام کو گالیاں دیں، ان کی توہین کی، احادیث کی بے ادبی کی، صحابہ کرام کی بے ادبی اور گستاخی کی، ان ساری خصوصیات سے خود بخود معلوم ہو گیا ہو گا کہ ان میں حق کتنا ہے اور شر کتنا؟ خواہشات کی پیروی کرنے والے ہیں یا حق کی؟ ان حضرات نے ائمہ متقدمین کی تقلید چھوڑ دی اسلاف سے اپنا منہ موڑ لیا متاخرین کی تقلید پر فخر کرتے ہیں لیکن بہر حال یہ ضال و فاسق ہیں اور (معاذ اللہ) خارج عن الاسلام نہیں ہیں ان میں واقعتاً جو حق پسند ہیں اسلاف کو گالیاں نہیں دیتے صرف اجتہادی اختلاف رکھتے ہیں وہ ہمارے بھائی ہیں، ہمارے دوست ہیں البتہ حق ان پر واضح نہ ہو سکا۔

روایات کے ضعف وقوت کا مدار

جواب (۲): روایات کے ضعف وقوت کا مدار رواۃ ہیں ان راویوں کے سلسلے میں ایک راوی بھی ضعیف ہے تو روایت میں ضعف پیدا ہو جاتا ہے، حضرات صحابہ سے جو روایتیں تابعین تک پہنچی ہیں وہ سب صحیح ہیں ذرا بھی ضعف نہیں ہے اس کے بعد سند میں ضعف پیدا ہوتا ہے۔

انصاف سے بتائیے کہ امام ابوحنیفہؒ (جو بالاتفاق تابعی ہیں) تک جتنی روایات پہنچی ہیں ان کے ضعف کی کیا دلیل ہے؟ صدیوں کے بعد ضعیف اور مرجوح کہی جانے والی احادیث کیا ضروری ہے کہ امام صاحب اور بقیہ ائمہ مجتہدین کے حق میں بھی ضعیف رہی ہوں؟ اور احناف نے امام ابوحنیفہؒ اور ان کے ساتھ کے سینکڑوں متدین علماء کا اعتماد حاصل کیا ہے، ان کی تقلید کی ہے، لہٰذا وہ تو بری ہیں البتہ ضعیف روایات سے استدلال کی دلیل کا مطالبہ اب آپ سے یعنی غیر مقلدین سے کیا جاتا ہے کہ آپ ثابت کیجئے کہ جن روایات سے امام اعظمؒ نے استدلال کیا ہے وہ ان کے حق میں بھی ضعیف تھیں، رہا یہ سوال کہ موضوع روایات سے کس امام نے استدلال کیا ہے؟ نظر ومثال پیش کیجئے تب کچھ عرض کیا جائے۔

جواب (۱): یہ سوال تو محض سطحی ہے حنفی سے پوچھئے گا وہ کہے گا جیسے امام ابوحنیفہؒ نے بتلائی شافعیؒ سے پوچھئے گا، وہ کہے گا جیسے امام شافعیؒ نے بتلائی، مالکی کہے گا جیسے امام مالکؒ نے بتلائی حنبلی کہے گا جیسے امام احمدؒ نے بتلائی حتی کہ غیر مقلد سے پوچھئے گا وہ کہے گا جیسے میرے مقتداؤں نے بتلائی اور سب کا مرجع قرآن وحدیث وآثار صحابہ ہیں۔

رہا یہ شبہ کہ جب سب کا مرجع ایک ہے تو پھر اختلاف کیوں ہوا مختلف طریقے کیسے رائج ہو گئے یہ ایک مستقل سوال ہے اگر حل کرنا چاہتے ہوں تو صراحۃً اس کا سوال کیجئے۔

نماز میں زیر ناف ہاتھ باندھنے کی دلیل

جواب (۵): احناف کے نزدیک زیر ناف ہاتھ باندھنا راجح ہے، دلیل ملاحظہ ہو''عن علقمة بن وائل عن حجر عن ابیه قال رأیت النبی ﷺ یضع یمینه علی شماله فی الصلوٰة تحت السرة''(رواہ ابن شیبہ اسنادہ صحیح) ترجیح روایت کی وجہ صحت سند ہے اور زیر ناف ہاتھ باندھنے میں تواضع بھی زیادہ ہے۔

نماز جنازہ میں ترک سورہ فاتحہ کی وجہ

جواب (۴): نماز جنازہ میں قرآت فاتحہ کے بارے میں حضرات صحابہ کا عمل مختلف رہا ہے بعض کے سوا اکثر صحابہ قرأت نہیں کرتے تھے ظاہر ہے کہ اجلہ صحابہ کے عمل کو دلیل مانا جائے گا اور بعض حضرات کی قرأت فاتحہ کو ثناء اور دعاء پر محمول کیا جائے گا ملاحظہ ہو''قال ابن بطال فی شرح بخاری اختلاف فی قرأة الفاتحة علی الجنازة فقرأ بها قوم علی ظاهر حدیث ابن عباس وبه قال الشافعی وکان عمر وابنه وعلی وابوهریرة ینکرونه وبه قال ابوحنیفة ومالك وقال الطحاوی من قرأها یحتمل ان یکون علی وجه الدعاء لا التلاوة الخ''(اعلاء السنن: ۷/ ۲۷۵)

ہر سوال کا جواب مختصر دینے کی کوشش کی ہے کیونکہ ان سوالات کے جوابات بہت سے علماء کرام اس سے پہلے دے چکے ہیں اگر واقعۃً آپ حق کے متلاشی ہیں تو خدمت سے عذر نہیں آپ پھر اپنے شبہات کا اظہار کیجئے لیکن سوال کا انداز بتاتا ہے کہ سائل وہ نہیں جو آپ نے اپنے آپ کو ظاہر کیا ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ تم واحکم

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

زمانہ شرکت میں خرچ کردہ رقم کی واپسی کا حکم

سوال: والد صاحب مرحوم کے انتقال کے بعد زید عمرو بکر تینوں حقیقی بھائی مشترکہ طور پر کاروبار کرتے تھے ہر ایک کاروبار جائداد اور سبھی چیزوں میں برابر کا شریک تھا، خورد ونوش کا سامان بھی یکجا طور پر آتا تھا اور مشترک پکتا تھا اور ہر ایک حسب ضرورت بلکہ کسی پابندی کے بغیر استعمال کرتا ساتھ ہی اخراجات کی کوئی پابندی نہیں تھی جسے جتنی ضرورت ہوتی روپیہ لیتا اور ذاتی اخراجات میں خرچ کرتا اسی دوران زید جوکہ بڑا بھائی ہے ۱۹۸۸ء میں حج کے لئے اپنی والدہ صاحبہ اور اہلیہ کے ساتھ گیا اور حسب سابق کاروبار کرتے رہے کئی سال کے بعد بھائی میں آپسی رضامندی سے تجارت جائداد کھانا وغیرہ تمام ہی چیزیں تقسیم کرلیں کچھ جائداد بازار میں لینا دینا بھی تھا، اس کے متعلق طے پایا کہ لینے دینے کا حساب ہوجائے گا تو برابر تقسیم کرلیا جائے گا، وقت تقسیم زید کے سفر حج کے اخراجات پر کوئی گفتگو نہ ہوئی پھر اس سال عمرو مع اپنی اہلیہ کے سفر حج میں گئے اور اپنے اخراجات سفر کا کوئی مطالبہ نہیں کیا واپس آنے پر عمرو زید سے مطالبہ کرتا ہے کہ شرکت کے دوران آپ نے حج کیا تھا اس لئے سفر کا خرچہ مجھے ملنا چاہئے اور بکر جوکہ تیسرے نمبر کا بھائی ہے اس کا بھی مطالبہ ہے کہ مشترک حساب سے اس کو بھی سفر حج کا خرچہ دیا جائے لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کے ذمے سفر خرچ کی واپسی لازم ہے اگر لازم ہے تو جتنی رقم زید نے نہیں خرچ کی تھی اتنی ہی دینی ہوگی یا اس کا حساب لگا کر آج کے حساب سے دینا ہوگا؟ مفصل جواب سے نوازیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً

جب زید عمرو بکر کی شرکت اس نوع کی تھی کہ حسب ضرورت ہر ایک مشترکہ کھاتے سے رقم لیکر اپنی ضرورت پوری کرتا تھا اور اس پر کسی کو کوئی اعتراض نہیں تھا تو زید نے جو رقم نکالی جملہ برادران کی طرف سے دلالۃ اجازت پائی گئی، لہٰذا اب زید سے خرچ کردہ رقم کی واپسی کا مطالبہ شرعاً واخلاقاً درست نہیں البتہ اگر عمرو پریشان حال ہو اور زید برضاء خود برادرانہ سلوک

کے تحت تعاون کر دے تو یہ اخلاقی بات ہوگی اور زید شرعاماجور ہوگا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التـــعــــلــيـــــق والـــتــخـــريـــــج

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الصلح جائز بين المسلمين إلا صلحاً حرّم حلالاً أو أحل حراماً والمسلمون على شروطهم۔ إلا شرطاً حرّم حلالاً أو أحل حراماً۔ (سنن أبي داؤد ج:۱ ص:۵۰۴۔ بلال)۔

هكذا في: (سنن الترمذي ج:۱ص:۲۵۱۔ بلال)۔

(۲) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من ستر أناه المسلم في الدنيا ستره الله في الآخرة ومن نفس عن أخيه كربةً من كرب الدنيا نفس الله عنه كربة يوم القيامة والله في عون العبد ما كان العبد في عون أخيه۔ (مصنف ابن أبي شيبة باب في الستر على الرجل وعون الرجل لأخيه، رقم الحديث: ٢٦٥٦٦)۔

امانت کے ضائع ہونے کا حکم

سوال: زید نے عمر کو بمبئی سے زکوٰۃ کی رقم ادا کرنے کے لئے کسی دینی مدرسے میں دی راستے میں وہ رقم ضائع ہوگئی قصداً عمر نے ضائع کر دیا یا بغیر ارادہ کے مثلا یہ کہ چوری ہوگئی تو ان صورتوں میں عمر اس زکوٰۃ کی ادائیگی کا ضامن ہوگا؟ ایک صاحب کا کہنا ہے کہ اگر وہ اپنی رقم سے ادا کرے تب ادا نہ ہونا چاہئے اس لئے کہ زکوٰۃ جن روپیوں کی نکالی جاتی ہے وہ متعین شدہ روپیہ ہوتا ہے اس روپیہ کو دوسرے روپے سے بدل نہیں سکتے، کیا یہ صحیح ہے کہ زکوٰۃ کے پیسے کے علاوہ دوسرے پیسے سے زکوٰۃ ادا نہیں کی جاسکتی؟ حالانکہ بعض اوقات میں

درسہ کے سفراء حضرات کو دینے کے لئے فی الحال جیب میں زکوٰۃ کی معین شدہ رقم نہیں ہوتی بلکہ زکوٰۃ کے علاوہ دوسری رقم ادائیگی زکوٰۃ کے لئے دیتے ہیں اور بعد میں مال زکوٰۃ کی معین شدہ رقم سے منہا کرلیتا ہے کیا یہ صورت جائز ہے؟

افروز احمد، مدرسہ امدادیہ چونا بھٹی بمبئی محمد علی روڈ

الجواب: حامدًاومصليًا

اگر ضیاع میں امین کی غفلت کو دخل ہے تو ضمان واجب ہوگا اور امین نے اگر معہود متعین رقم ادا کردی تو زکوٰۃ ادا ہوجائے گی نقود معین کرنے سے متعین نہیں ہوتے مقدار صرف مطلوب ہوتی ہے گو کہ افضل یہی ہے کہ جو رقم نکالی جائے وہی مصرف میں خرچ کیا جائے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: ليس على المستعير غير المغل ضمان۔ ولا على المستودع غير المغل ضمان۔ (سنن الدار قطنى ج:۳ ص:۳٦۔ رقم الحديث: ۲۹۳۹)۔

والوديعة أمانة فى يد الوديع فإذا هلكت بلا تعدٍ منه وبدون صنعه وتقصيره فى الحفظ لا يضمن۔ (شرح المجلة لسليم رستم باز ص:۳۳۱)۔

النقود الا تعين فى العقود والفسوخ ديناً كانت أو عيناً۔ (تبيين الحقائق ج:۴ ص:۱۳٦۔ بيروت)۔

ولأن النقد لا يتعين وقوّاه فى الفتح۔ (شامى مع الدر المختار ج:۵ ص:۲٦۔ كراچى)۔

لاوارث عورت کی لاش کا حکم

سوال: کسی مقام پر اگر کوئی لاوارث عورت کی لاش پائی جائے تو اس کو مسلمان پہچاننے کی علامت کیا ہوگی؟ کیا اس کو غسل دے کر نماز جنازہ پڑھی جائے یا نہیں؟ نیز یہ کہ مسلمانوں کے مقابر میں دفن کیا جائے یا دوسرے مذہبی قوموں کی طرح جلا کر سمندر میں پھینک دیا جائے۔

زید وعمر کے درمیان ایک مشترک بیکری ہے دونوں میں یہ معاملہ طے ہوا کہ ایک سال تم بیکری چلاؤ گے اور ایک سال میں اس کی شکل یہ ہوگی کہ سال کے اخیر میں تین ہزار روپئے دینے ہوں گے چاہے تمہارا نقصان ہو یا فائدہ، کیا یہ شکل درست ہے حالانکہ یہ اجارہ مجہول کی شکل معلوم ہوتی ہے۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

لاوارث عورت کی لاش کہیں موجود ہو تو قرائن سے پتہ لگائیں کہ مسلمان ہے یا نہیں، اگر کوئی علامت اسلام کی نہ ہو تب بھی احوط یہی ہے کہ دفن کیا جائے جلایا نہ جائے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؒ

التعلیق والتخریج

(۱) اختلط موتانا بكفارٍ ولا علامة اعتبر الأكثر فإن استووا غسلوا الخ۔ (الدر المختار مع الشامي ج:۲ص:۲۰۱۔ کراچی)۔

ہکذا في: النہر الفائق ج:۱ص:۴۰۶۔زکریا۔

تبیین الحقائق ج:۱ص:۲۴۸۔بیروت۔

الفتاویٰ الہندیۃ ج:۱ص:۱۵۹۔رشیدیۃ۔

رشدی اور اس کی تحریرات کا حکم

سوال: آنحضرت کی خدمت میں درج ذیل سوالات ارسال خدمت ہیں امید ہے کہ تفصیلی جواب مرحمت فرما کر ممنون ومشکور فرمائیں گے۔آپ کو بخوبی معلوم ہے کہ ایک بدبخت جس کا نام اس نے ''شیطانک ورسیز'' رکھا جیسے ہی اس ناول کا ہمیں علم ہوا، حزب العلماء یو کے نے برطانوی مسلمانوں کو اس سے واقف کرتے ہوئے جس میں اس خبیث نے اسلامی مقدسات صحابہ کرام ازواجِ مطہرات ملائکہ اور جبریل امین قرآن کریم وغیرہ حتی کہ نبی اکرم ﷺ کے خلاف ذلت بھرے الفاظ استعمال کئے ہیں (اسے مارکیٹ سے ضبط کرنے اور آئندہ اس قسم کی کوئی کتاب قانوناً ممنوع ہو اس طرح کے بطانوی پارلیمنٹ سے قانون منظور کرانے کی مہم شروع کی ہماری یہ تحریک یہاں کے قانون کے دائرہ میں وکلاء اور بیرسٹروں کی رہبری میں شروع کی گئی اور آج تک یہ تحریک جاری ہے اور اس کتاب کے ضبط ہونے اور پارلیمنٹ سے تحفظ کا قانون پاس نہ ہونے تک ان شاء اللہ جاری رہے گی۔مسلمانوں کی طرف سے اس ناول کے خلاف مزاحمت کامیابی کی طرف گامزن ہے جس کی طرف آپ کو اتنا اشارہ دینا کافی سمجھتا ہوں کہ اس خبیث نے ۲۴ دسمبر ۱۹۹۰ء کو اسلام کے قبول کرنے کا دعویٰ کر کے دنیا کو حیرت میں ڈال دیا۔اگرچہ برطانوی مسلمانوں کے ساتھ دنیا بھر کے مسلمانوں نے اس کے اس دعوے کو رد کر دیا اس نے اس دعوے کے ساتھ ساتھ اپنی اس ذلیل کتاب کو مارکیٹ سے ہٹانے سے انکار کر دیا ہے۔ یہ چند سطریں تمہیدی طور پر بیان کرنے کے بعد ہمیں یہ معلوم کرنا ہے کہ 1: کیا رُشدی کا قبولِ اسلام کا دعویٰ کرنا اور اس کا کلمہ پڑھنا قابل قبول ہے؟ یعنی کہ کیا وہ اب مسلمان ہے؟

نوٹ: یہاں پر بات واضح ہو کہ اس کے اختیار میں ہونے کے باوجود اس نے اس ذلیل کتاب کو مارکیٹ سے ہٹانے کا انکار کیا ہے بلکہ وہ اب بھی مصر ہے کہ مسلمانوں نے میری اس کتاب کو سمجھا ہی نہیں ہے۔ مذکورہ وضاحت کے بعد اگر وہ مسلمان ہے یا نہیں ہے تو

دونوں باتیں وضاحت کے ساتھ بتلائیں۔

2: برطانوی مسلمانوں نے جو مانگ کی ہے ستمبر ۱۹۸۸ء سے وہ یہ ہے:

(۱) پبلیشر اور رُشدی اس ناول کو مارکیٹ سے مکمل واپس لے۔

(۲) برطانوی مسلمانوں سمیت دنیا بھر کے مسلمانوں سے معافی مانگے۔

(۳) اس ناول کی وجہ سے مسلمانوں کا جو جانی و مالی نقصان ہوا ہے اسے وہ پورا کرے۔

(۱) آپ سے عرض یہ ہے کہ مسلمانوں کی مذکورہ مانگ کو رُشدی مکمل پوری کرتا ہے اور کلمہ بھی پڑھتا ہے تو کیا اب وہ مسلمان ہے۔ (۲) اگر چہ وہ مذکورہ تمام مانگیں تو وہ پوری نہیں کرتا ہے، بلکہ نمبر ایک اور نمبر دو تو پورا کرتا ہے اور کلمہ بھی پڑھتا ہے مگر تیسری مانگ وہ پوری نہیں کرتا ہے تو کیا اب وہ مسلمان ہے۔

نوٹ: یہاں یہ بات ملحوظ رہے کہ اس نے اس ناول سے لاکھوں پونڈ کمائے ہیں اور نام بھی کمایا ہے اور اسی نام اور کمائی پر اب وہ جو بھی کتاب لکھتا ہے وہ مارکیٹ سے بہت جلد بک جاتی ہے مطلب یہ ہے کہ شیطان کے ورسیز اب نہیں بک رہی ہے، اس لئے وہ مارکیٹ میں نہ رہنے سے رشدی کو کوئی نقصان نہیں ہوگا بلکہ اسلام کے قبول کرنے کا دعویٰ کر کے وہ مسلمانوں کے قہر وغضب سے بچ جاتا ہے۔ اس ناول سے جو کمایا ہے وہ بھی اس کے پاس بھی رہے گا تو کتاب کے جو منافع اسے لینا تھا وہ تو اس نے قربان نہیں کیا۔ کیا اس طرح سے وہ مسلمان ہونے کا دعویٰ کر کے مسلمانوں کو بیوقوف نہیں بنا رہا ہے۔

(۳) ایک اسلام پرست اسلامی مقدسات اور اس کی برگزیدہ ہستیوں کی تذلیل کرتا ہے اور ایک غیر مسلم بھی اس قسم کی حرکتیں کرتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ شرعاً ان دونوں کے احکام یکساں ہیں یا الگ اور وہ کیا ہیں؟ اگر فقہاء میں کوئی اختلاف ہو تو وہ بھی بیان فرمادیں اور اپنی رائے کا بھی کھل کر اظہار فرمادیں۔

نوٹ: آپ کی معلومات کے لئے عرض ہے کہ رشدی کہتا ہے کہ اگر چہ میں مسلمان گھرانے میں پیدا ہوا لیکن اس وجہ سے میرا کوئی واسطہ نہیں رہا، میں بارہ سال کی عمر

میں لندن آگیا اور یہاں کے کالج اور یونیورسیٹیوں کے ماحول میں پڑھا اس لئے میں پہلے سے مسلمان تھا ہی نہیں، اس لئے میرے مرتد ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے، کیونکہ میں پہلے مسلمان تھا ہی نہیں۔

نوٹ: رشدی او پرتو یہ کہتا ہے مگر آپ کی معلومات کے لئے عرض یہ ہے کہ رشدی نے مسلمان عورت سے شادی کی، اس کے یہاں لڑکے کی پیدائش ہوئی، اس کا نام بھی مسلمانوں جیسا رکھا۔ اگر چہ رشدی نے بعد میں یہودی اور عیسائی عورتوں سے شادی کی۔ جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب: حامدًا و مصلیًا

(۱) اس پر تمام علماء امت کا اتفاق ہے کہ رشدی اپنی تحریرات وہفوات کی روشنی میں کافر و مرتد ہو گیا لیکن اسلام نے دائمی طور پر کسی کافر کے کفر پر مہر اس طرح نہیں لگائی ہے کہ اس کی توبہ کسی بھی حال میں قابل قبول نہ ہو البتہ توبہ کے بارے میں یہ ضرور ہے کہ ''التوبۃ مثل الحوبۃ ''، یعنی جس انداز جس نوعیت کی غلطی ہو اسی نوعیت کی توبہ ضروری ہے۔ رشدی مردود کی توبہ کی قبولیت کے لئے یہ ضروری ہے کہ جن جن نفوس قدسیہ کی توہین کی ہے ان تمام مقدس ہستیوں کے فضائل حمیدہ پر مشتمل اسی انداز کی کتاب لکھے جس انداز کی کتاب توہین پر مشتمل لکھی تھی اور اپنی غلطی کا اعتراف کر کے پورے عالم کے مسلمانوں سے تقریراً و تحریراً معافی مانگے اور پوری دنیا سے اپنی کتاب واپس لے اور اس کتاب سے جتنا پیسہ کمایا ہے اسے صدقہ کرے اور تجدید ایمان اور تجدید نکاح کرے اور روضہ اقدس پر حاضر ہو کر سرکار دو جہاں علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے معافی مانگے۔

ان امور مذکورہ میں سے اگر کسی کے بارے میں اس کو تردد ہو یا انکار کرے تو اس کا ایمان ہرگز قابل قبول نہ ہوگا بلکہ مسلمانوں کو دھوکہ دے کر مقصد نکالنا مطلوب ہوگا۔

(۲) برطانوی مسلمانوں نے جو مانگ کی ہے وہ بالکل درست ہے بلکہ اس میں ان امور کا اضافہ بھی کر لیا جائے جن کا تذکرہ ناکارہ نے نمبر ایک میں کیا ہے اور جب تک سارے

نمبروں پر عمل درآمدوہ نہ کرے تو اس کا ایمان قابل قبول نہ ہوگا۔

(۳) مسلمان کی طرف سے برگزیدہ ہستیوں کی تذلیل زیادہ خطرناک ہے کافر کے مقابلے میں، کافر و مسلمان اس معاملہ میں برابر نہیں جیسے ایک بیٹا ایسے شخص کی تذلیل کرے جس کی اس سے نسبت باپ کی ہو یہ یقیناً جرم عظیم ہے اس کے مقابلہ میں اس کی تذلیل کوئی ایسا شخص کرے جس کی نسبت اس سے باپ کی نہ ہو۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

عالم کو گالی دینے والے شخص کا حکم

سوال: بقول احمد صاحب ایک عالم دین ہیں وہ اپنا تجارتی سامان لیکر ایک گاڑی کے ذریعہ آبادی میں اپنے مکان کی طرف جارہے تھے راستے میں ایک صاحب کی گاڑی ان کے مکان کے پاس کھڑی تھی راستہ کی تنگی کی وجہ سے ان کی گاڑی میں پیچھے کی طرف دھکا لگا جس کی وجہ سے پیچھے والی لائٹ پھوٹ گئی اتنے میں گاڑی کا مالک جوکہ اپنے مکان پر بیٹھا تھا گالی گلوج بکنے لگا مولانائے مذکور جن کا سامان جانے والی گاڑی پر لدا ہوا تھا انہوں نے کہا کہ بھائی جتنا نقصان ہوا ہے ہم سے اس کا عوض لے لیجئے تو وہ بجائے خاموش ہونے کے اور بھی بدزبانی پر اتر آیا اور مولانا کا نام لیکر ایسی تیسی گالی دینے لگا جس کو بندہ تحریر میں نہیں لاسکا کیونکہ بہت ہی گندے اور گھنونے الفاظ تھے اور بعد میں اس نے اپنا پورا معاوضہ بھی وصول کرلیا اب ایسے آدمی کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا فیصلہ ہے جو ایک عالم دین کو بلاوجہ طرح طرح کی گالی بکے اور گندے الفاظ سے اپنی زبان کو گندہ کرے اگر غلطی ہے بھی تو وہ ڈرائیور کی ہے نہ کہ مولانا کی اب ایسی صورت میں شریعت کا کیا فیصلہ ہے کیا بدزبانی کرنے والے آدمی سے ربط و تعلق رکھا جائے اور اس کے ساتھ اَکل وشرب باقی رکھا جائے یا چھوڑ دیا جائے؟ شریعت کا جو حکم ہو تحریر فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

عالم اپنے علم کی وجہ سے قابل احترام ہے اس کو گالی دینا مذموم وقبیح ہے (۱) اس کو چاہئے کہ مولانا سے معافی تلافی کرے اور توبہ استغفار بھی کرے اور آئندہ خیال رکھے گالی دینا فسق ہے "کما فی الحدیث وسباب المسلم فسق" (۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) عن أبي هريرة رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: قال الله تعالىٰ: من عادى لى ولياً فقد أذنته بالحرب ـ (الصحيح للبخارى ج:۲ ص:۹۶۳ـ كتاب الرقاق باب من جاهد نفسه فى طاعة الله ياسر نديم)ـ

وعلماء السلف من السابقين ومن بعدهم من التابعين أهل الخير والأثر وأهل الفدقه والنظر ولا يذكرون إلا بالجميل ومن ذكرهم بسوء فهو على غير السبيل۔ (العقيدة الطحاوية ص:۳۹)ـ

ونعم ما قيل من طعن فى علماء الأمة فلا يلو من إلا أمة۔ (سكب الأنهر ج:۳ ص:۲۷۸ـ ـ فقيه الأمة)ـ

قال الصدر الشهيد فى فتاوىٰ بديع الداين من استخف بالعالم يكفر وتطلق امرأته۔ (درة الناصحين فى الوعظ والإرشاد ص:۲۲)ـ

(۲) عن عبد الله بن مسعودٍ رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ـ سباب المسلم فسوق وقتاله كفر۔ (الصحسيحص للمسلم ص:۵۸ـ ج:۱ فيصل)ـ

زنا کے بعد توبہ استغفار ضروری ہے

سوال: ایک شادی شدہ مسلم شخص نے کسی مسلم عورت کے ساتھ زنا کیا تو کیا یہ گناہ حقوق اللہ میں سے ہے یا حقوق العباد میں سے؟ کیا توبہ کرنے سے اس شخص کا یہ گناہ معاف ہو جائے گا؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

اگر زانی کو زنا کا اقرار ہو یا شرعی طور پر زنا ثابت ہو جائے تو اس پر توبہ واستغفار ضروری ہے، نیز مزنیہ کے لئے بھی توبہ واستغفار ضروری ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

قوله تعالىٰ: إلا الذين تابوا من قبل أن تقدروا عليهم فاعلموا أن الله عفو رحيم۔ (سورة المائدة رقم الآية: ۳۴)۔

عن أنس ابن مالك رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كل ابن آدم حطاء وخير الحطائين التوابون۔ (مصنف ابن أبي شيبة باب ما ذكر في سعة رحمة الله تعالىٰ: رقم الحديث: ۳۴۲۱۶)۔

بازار سے خریدے ہوئے سامان میں سونا ملا، کیا حکم ہے؟

سوال: ہمارے پاس ایک دن باہر سے مٹر کی پھلی آئی اس میں کچھ سونے کا سامان ملا کیا وہ چیز ہم کو رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ ابھی تک اس کا کوئی وارث بھی نہیں ملا، اس کو کیا کروں اس میں سے کچھ خیرات کر دوں یا نہ کروں کہ اس کو استعمال کر لوں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً

آپ نے صرف مٹر کی پھلی خریدی ہے سونا نہیں اس لئے جہاں سے مٹر کی پھلی ملی ہے اس کو واپس کرنا ضروری ہے آپ اپنی ضرورت میں اس کو استعمال نہیں کر سکتے، (۱) اگر مالک نہ ملے تو کسی مسلمان فقیر کو دیدیں۔(۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) لا یجوذ التصرف فی مال غیرہ بلا إذنه ولا ولایته إلا فی مسائل مذکورۃ فی الأشباہ۔ (الدر المختار مع الشامی ص:۲۰۰۔ مطلب فی لحوق الإجارۃ للاتلاف والافعال فی اللقطۃ۔ کراچی)۔

عن أبی حرۃ الرقاشی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: لا یحل مال امرأی مسلمٍ إلا عن طیب نفسہ۔ (سنن الدار قطنی ج:۳ص:۲۲۔ دار الإیمان)۔

(۲) ویردونها علی أربابها إن عرفوهم وإلا تصدقوها لأن سبیل الکسب الخبیث التصدق إذا تعذر الردّ علی صاحبه۔ (شامی ج:۶ص:۱۸۲۔ کراچی)

سونے کا بٹن استعمال کرنے کا حکم

سوال: مرد کے لئے کپڑے میں سونے کا بٹن استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ میں نے یہاں پر سنا ہے جائز ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً

مرد کے لئے سونے کا بٹن لگانا جائز نہیں، جو لگائے گا گنہگار ہوگا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) وفی التاتارخانیة عن السیر الکبیر لا بأس بأزار الدیباج والذهب وفیها عن مختصر الطحاوی لا یکره علم الثوب ویکره من الذهب قالوا وهذا مشکل فقدر خص الشرع فی الکفاف۔ (الدر المختار مع الشامی ج:٦ص:۳۵۵۔ کراچی)

ولأن الأصل فیه التحریم والإباحة ضرورةً والنموذج قد اندفعت بالأدنی۔ (هدایة ج:۴ص:۴۴۱۔ تھانوی)۔

انٹرسٹ کی رقم غریب مسلمان کو دینا کیسا ہے؟

سوال: مفلوک الحال مسلمان کو جو اپنا مقروض ہو اور اس کے پاس قرض ادا کرنے کی گنجائش نہ ہو تو اس کو انٹرسٹ کی رقم دیکر اور اس کو مالک بنا کر اپنا قرض وصول کرنا جائز ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

یہ ایک حیلہ ہے ویسے جائز ہے اس لئے کہ انٹرسٹ کی رقم واجب التصدق ہے (۱) اور ہر وہ رقم جو واجب التصدق ہو اس میں تملیک ضروری ہے (۲) اور تملیک کے بعد مملک لہ، اس کو جہاں چاہے صرف کرے (۳) ویسے اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ مقروض سے قرض خواہ کہے کہ کہیں سے قرض لیکر میرا قرض ادا کردو مجھے ضرورت ہے اور وہ جب ادا کرے تو قرض خواہ انٹرسٹ کی رقم مقروض کو دیدے کہ تم جہاں چاہو خرچ کرو اس رقم کے تم مالک ہو چاہے قرض ادا کرو چاہے کسی اور ضرورت میں صرف کرو۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) إن سبیل الکسب الخبیث التصدق إذا تعذر الرد علی صاحبه۔ (شامی ج:٦ ص:۳۸۵۔ کراچی)۔

(۲) الواجب فی الکسب الخبیث تفریغ الذمّة والتخلیص منه بردّه إلی اربابها إن علموا وإلّا إلی الفقراء۔ (الموسوعة الفقهیة ج:۳ص:۲۴۵)۔

إذا کان عند رجل مال خبیث... ولا یمکنه الردّ إلی مالکه ویرید أن یدفع مظلمته عن نفسه فلیس له حیلة إلّا أن یدفعه إلی الفقراء (بذل المجهود: باب فرض الوضوء ص:۳۶۰ ج:۱) مرکز الشیخ أبی الحسن الندوی۔

(۳) المالك هو المتصرف فی الأعیان المملوکة کیف شاء من الملك بیضاوی شریف:۷یاسر ندیم کمپنی)۔

المالك یتصرف فی ملکه أیّ تصرف شاء (الفقه الاسلامی وأدلته: المبحث السادس: حکم الملك وما یقتضیه من حقوق ج:۸ ص:۶۰۲۵)۔ دار الفکر المعاصر۔

ویشترط أن یکون الصرف تملیکاً لا اباحة فلا یکفی فیها الإطعام إلاّ بطریق التملیك۔ (شامی ج:۳ص:۲۹۱)۔ زکریا۔

انٹرسٹ کی رقم غیر مسلم کو دینے کا حکم

سوال: کیا غریب مفلوک الحال کو انٹرسٹ کی رقم دینا جائز ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

انٹرسٹ کی رقم واجب التصدق ہے، (۱) اور ہر وہ رقم جو واجب التصدق ہو اسے غیر مسلم کو دینا جائز نہیں، لہٰذا انٹرسٹ کی رقم غیر مسلم کو دینا جائز نہیں۔ (۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) الواجب فی الکسب الخبیث تفریغ الذمّة والتخلیص منه بردّه إلی أدبایه إن علموا وإلّا إلی الفقراء۔ (الموسوعة الفقهیه ج:۳ص:۲۴۵۔)

إن سبیل الکسب الخبیث التصدق إذا تعذر الرد علی صاحبه۔ (شامی کتابا الحظر والاباحة ج:۶ص:۳۸۵۔ کراچی)۔

والسبیل فی المعاصی ردّها وذلك ههنا بردّ المأخوذ إن تمکن من ر دّه بان عوف صاحبه وبالتصدق به إن لم یعرفه۔ (هندیه: کتاب الکراهیه: الباب الخامس عشر فی الکسب ج:۵ص:۳۴۹)۔ رشیدیه۔

(۲) عن الحسن قال: لا یعطی المشرکون من الزکاة ولا من شیئ من الکفّارات۔ (المصنف لابن ابی شیبة، باب ما قالوا فی الصدقة یعطی منها أهل الذمّة ص:۵۱۳۔ ج:۶ رقم: ۱۰۴۱۴)۔

(۵) قال رسول الله صلی الله علیه وسلم۔ لاتصدقوا إلأ علی أهل دینکم۔ رقم: ۱۰۴۹۹)۔ (حواله سابق)۔

(۶) أمّا أهل الذمّة فلا یجوز صرف الزکاة إلیهم بالاتفاق ویجوز صرف صدقة التطوع إلیهم بالاتفاق واختلفوا فی صدقة الفطر والنذور والکفارات قال ابو حنیفه و محمد: یجوز إلّا أنّ فقراء المسلمین أحبّ إلینا (الفتاویٰ الهندیه: الباب السابع فی المصارف ص:۲۵۰۔ ج:۱۔ مکتبه التحاد)۔

(۷) لا تدفع إلی ذمّیٍّ لحدیث معاذ و جاز دفع غیرها وغیر العشر والخراج إلیه أی الذمی ولو واجبا کنذر و کفارة وفطرة خلافا للثانی وبقوله یفتی۔ وتحته فی الشامیه: "وبقوله یفتی" الذی فی حاشیة الخیر الرملی عن الحاوی وبقوله نأخذ۔ (شامی: کتاب الزکاة، باب المصارف ص:۳۰۱۔ ج:۳)۔ زکریا۔

انٹرسٹ کی رقم رشوت میں دینے کا حکم

سوال: انٹرسٹ کے پیسہ کو رشوت میں دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

انٹرسٹ کی رقم واجب التصدق ہے، (۱) اور جو رقم واجب التصدق ہو اس سے کسی قسم کا ذاتی انتفاع جائز نہیں، (۲) اور رشوت میں دینا ذاتی انتفاع ہے، اس لئے کہ اگر رشوت میں انٹرسٹ کی رقم نہیں دی گئی تو اپنی جیب سے اتنی رقم دینی ہوگی اور انٹرسٹ کی رقم دینے کی صورت میں اپنی ذاتی رقم بچ جائے گی۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) الواجب فی الكسب الخبيث تفريغ الذمّة والتخليص منه بردّه إلى أربابه إن علموا وإلّا إلى الفقراء۔ (الموسوعة الفقهية ج:۳ص:۲۴۵)۔

(۲) أن من ملك بملك خبيث ولم يمكنه الردّ إلى الملك فسبيله التصدق على الفقراء (معارف السنن: باب لا تقبل الصلاة بغير ظهری ص:۳۴ ج:۱۔ المكتبه البنوريّة)۔

ثمّ يتصدّق به على الفقراء ولا يصرفه إلى حوائج نفسه۔ (اعلاء السنن باب الربا فی دار الحرب ج:۱ص:۳۵۹)۔ ادارة القرآن كراچی)۔

إن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد على صاحبه۔ (شامی: كتاب الحظر والاباحة ج:۶ص:۳۵۸)۔ كراچی۔

’’میری حدیث‘‘ کہنے سے آدمی کافر نہیں ہوتا ہے

سوال: ایک شخص ایک مسجد میں نماز ادا کرنے کی غرض سے گیا اور مصلیوں سے کہا کہ قرآن کا جو جزدان ہے، وہ نہایت میلا اور بوسیدہ ہوگیا ہے، مہربانی کرکے اس کو بدل ڈالیے۔ یہاں تک کہ اس شخص نے اس میں امداد کرنے کی بھی خواہش ظاہر کی، تب تک فرض نماز کا وقت ہوگیا اور نماز شروع ہوگئی، دعاء کے بعد اس شخص نے اسی بات کو دہرایا تو امام صاحب نے کہا کہ کیا کوئی حدیث ہے؟ تو اس شخص نے کہا کہ میری حدیث ہے، اس پر امام صاحب بہت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ یہ جملہ کہنا کفر ہے، اور اس شخص کو مسجد سے باہر کرنے کی پوری کوشش کی اور جسمانی ایذاء پہنچائی، تو کیا یہ کہنا کہ میری حدیث ہے کوئی کفریہ جملہ ہے، اور اس شخص کے یہ کہنے پر امام صاحب کا یہ ردعمل کیا صحیح ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

میری حدیث ہے یہ جملہ کفریہ نہیں ہے، حدیث کے معنی بات کے آتے ہیں، لہٰذا میری حدیث ہے، کا مطلب ہوا یہ میری بات ہے، میں کہہ رہا ہوں، حضرات فقہاء فرماتے ہیں اگر کسی نے کوئی جملہ کہا۔ اور اس کے دس وجوہ میں سے نو وجہ کفر کی اور ایک وجہ ایمان کی ہو، تو ایمان کو ترجیح حاصل ہوگی، اور اس کو مؤمن کہا جائے گا، حضرات فقہاء نے اسی وجہ سے تکفیر میں بہت احتیاط سے کام لیا ہے (۱) (ردالمحتار) الحاصل، میری حدیث کہنے والا شخص کافر نہیں بلکہ مسلمان ہی ہے، امام صاحب ان کو ایذاء پہونچانے کی وجہ سے سخت گنہگار ہوئے۔ امام صاحب پر واجب ہے کہ جن لوگوں کے سامنے ایذا دی ہے، ان کے سامنے اس شخص سے معافی مانگے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) ما فی جامع النصولین وفی الفتاویٰ الصغری: الکفر شیئ عظیم فلا أجعل المؤمن کافراً متی وجدت روایة أنه لا یکفر وفی الخلاصة وغیرها إذا کان فی المسألة وجوه توجب التکفیر ووجه واحد یمنعه فعلی المنتی أن یسیل إلی الوجه الذی یمنع التکفیر تحسیناً للظن بالمسلم۔

(شامی مع الدر ج:۴ص:۲۲۴۔ باب المرتد کراچی)۔

(النهر الفائق ج:۳ص:۲۵۳۔ زکریا)۔

الفتاویٰ الهندیة ج:۲ص:۲۸۳۔ رشیدیة)۔

عن أنس ابن مالك رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم کل ابن آدم خطاء وخیر الخطائین التوّابون۔ (مصنف ابن أبی شیبة باب ماذکر فی سعة رحمة تعالیٰ رقم الحدیث: ۳۴۲۱۶)۔

داڑھی کی شرعی حیثیت

سوال: داڑھی کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ واجب ہے یا سنت، اور داڑھی منڈوانا جائز ہے یا مکروہ یا حرام؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

واجب ہے، اور ایک مشت ہونے سے پہلے کٹوانا یا ایک مشت ہوجانے کے بعد اس سے کم کرنا ناجائز وحرام ہے، (۱) ابن ہمام صاحب فتح القدیر فرماتے ہیں واما الاخذ منها وهی دون القبضة کما یفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم یبحه احد وهکذا فی الدر المختار، شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں والظاهر من کلامهم حرمة حلق اللحیة ونقصانها من القدر المسنون۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) یحرم علی الرجل قطع لحیته۔ (شامی کتاب الحظر الباحۃ ج:۶ص:۴۰۷)۔

وقد قام الدلیل علی وجوب اعفاء اللحیۃ وقص الشارب (احکام القرآن للتھانوی خلال الفطرۃ ج:۱ص:۶۵)۔ کراچی۔

قوله: وهو أی القدر المسنون فی اللحیة القبضة... عن ابن عمر أنّه کان یقبض علی لحیته ثم یقص ما تحت القبضة۔ (فتح القدیر کتاب الصوم ج:۲ص:۲۷۰)۔ دار إحیاء التراث العربی۔

(و کذا فی بذل المجهود باب اسواك من الفطرۃ ج:۱ ص:۳۳۶)۔ مرکز الشیخ أبی الحسن الندوی۔

وأمّا الأخذ منها "الخ" (شامی: کتاب الصوم: مطلب فی الأخذ من اللحیة ج:۲ ص:۴۱۸۔ کراچی)۔

داڑھی نہ رکھنے کا نظریہ

سوال: بہت سے حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ داڑھی رکھنا ایک سنت ہے اگر کوئی رکھے تو اچھی بات ہے اور نہ رکھے تب بھی کوئی گناہ نہیں۔ یہ نظریہ کہاں تک صحیح ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

جن حضرات کا یہ نظریہ ہے کہ نہ رکھے تب بھی کوئی گناہ نہیں مردود ہے (۱) ان پر لازم ہے کہ توبہ کریں اور آئندہ اس انداز کے جملوں سے احتراز کریں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) یحرم علی الرجل قطع لحیته (شامی: کتاب الحظر والإباحه ج:۶ ص:۴۰۷)۔ کراچی۔

أمّا الأخذ منها وهی دون الاقبضة کما یفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم یبحه أحد۔ (شامی: کتاب الصوم: مطلب فی الأخذ من اللحیة ج:۲ ص:۴۱۸)۔ کراچی۔

(۲) وما کان فی کونه کفراً اختلاف فإن قائله یؤمر بتجدید النکاح اوبالتوبة والرجوع عن ذلك بطریق الاحتیاط۔ (تاتارخانیه ج:۷ص:۱۸۴)۔ زکریا۔ (وکذا فی الهندیه ج:۲ ص:۲۸۳)۔ رشیدیه۔

وما کان خطأ من الالفاظ ولا یوجب الکفر فقائله یقر علی حاله ولا یؤمر بتجدید النکاح ولکن یؤمر بالاستغفار والرجوع عن ذلك۔ (شامی: باب المرتد ج:۶ ص:۳۹۱)۔ زکریا۔

داڑھی کی مقدار

سوال: شریعت میں داڑھی کی کوئی مقدار ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کتنی ہے؟

الجواب: حامدًاومصلیًا

داڑھی کی مقدار ایک قبضہ ہے (ہدایہ وبحر) ان ابن عمر کان اذا حج او اعتمر قبض علی لحیته فما فضل اخذ، (۱) اخرجه السنة ورزین جمع الفوائد جلد اول۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) (صحیح البخاری: کتاب اللباس، باب تقلیم الاظفار ج:۲ ص:۸۶۵)۔ النسخ الهندیة۔

والسنّة فیها القبضة وهو أن یقبض الرجل لحیته فما زاد منها علی قبضة قطعه، کذا ذکره محمد فی کتاب الآثار عن الإمام قال وبه نأخذ۔ (شامی: کتاب الحظر والاباحة ج:۹ ص:۵۸۳)۔ زکریا۔

(وفی کتاب الآثار: باب حق الشعر من الوجه ص:۱۸۹)۔

(وفی بذل المجهود باب السواك الفطرة ج:۱ ص:۳۳۶)۔ مرکز الشیخ ابی الحسن الندوی۔

(وفی فتح القدیر کتاب الصوم ج:۲ ص:۲۷۰)۔ دار إحیاء التراث العربی۔

داڑھی پر طعن وتشنیع کرنے کا حکم

سوال: بعض لوگ داڑھی سے نفرت کرتے ہیں اور اسے نظرِ حقارت سے دکھتے ہیں اگر اولاد یا اعزہ میں سے کوئی رکھنا چاہے تو اسے روکتے اور طعنہ دیتے ہیں اور کچھ لوگ شادی کے لئے داڑھی صاف ہونے کی شرط لگاتے ہیں ایسے لوگوں کے بارے میں شریعت نے کیا حکم دیا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

کسی بھی سنت کا استخفاف اور اس کی تحقیر وتذلیل جائز نہیں، انتہائی خطرناک ہے، ایمان کے زوال کا اندیشہ ہے، اس لئے ایسے لوگوں پر لازم ہے کہ وہ توبہ واستغفار کریں اور آئندہ احتیاط کریں۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) اتفق الفقهاء على كفر من استخف بالأحكام الشرعيّة من حيث كونها احكاماً شرعيّة مثل الاستسخفاف بالصلاة أو الزكاة... أو الاستخفاف بحدود الله كحد السرقة والزنى۔ (الموسوعة الفقهية ج:۳ص:۲۵۱)۔

إن الاستهزاء بالله وآياته اورسوله كفر، يكفر به صاحبه بعد إيمانه ۔ (مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ ج:۷ص:۲۷۳)۔

قل اباالله اوآيته ورسوله كنتم تستهزئون۔ (التوبة: ٦٥)۔

الاستهزاء بأحكام الشرع كفر ۔ (هنديه ج:۲ص:۲۸۱)۔

الاستهزاء على الشريعة كفر لأن ذلك من أمارات التكذيب وعلى وعلى هذه الأصول أي كفر العسقل والمستحلين والمستهزئي ۔ (نبراس: ۳۳۹)

زوال ایمان کا خطرہ ہے

سوال: بعض حضرات اس لئے داڑھی نہیں رکھتے کہ اگر ہم داڑھی رکھ کر کوئی غلط کام کریں گے تو اس سے داڑھی والوں کی بدنامی اور داڑھی کی بے حرمتی ہوگی ایسے حضرات کے بارے میں شریعت نے کیا فیصلہ کیا ہے؟

الجواب: حامدًاومصليًا

ان کا فیصلہ غلط ہے ۔صرف داڑھی نہ رکھنے کا شیطانی بہانہ ہے ان کے لئے دل و دماغ کی تصحیح ضروری ہے، داڑھی رکھ کر برائی پر صرف ایک گناہ برائی کا ہوگا اور داڑھی کٹوا کر برائی کرنے پر دوہرا گناہ ہوگا۔(۱) داڑھی کٹانے کا۔(۲) برائی کا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) یحرم علی الرجل قطع لحیته۔ (شامی: کتاب الحظر والاباحۃ ج:۶ ص:۴۰۷)۔ کراچی۔

(۲) أمّا الأخذ منها وهی دون ذلك كما یفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم یبحه أحد۔ (شامی: کتاب الصوم، مطلب فی الأخذ من اللحیۃ ج:۲ ص:۴۱۸)۔ کراچی۔

الحیة هی الفارقة بین الصغیر و الكبیر وهی جمال الفوحول وتمام هیأتهم فلا بدّ من اعفاؤ قصّها سنة المجوس وفیه تغییر خلق الله ولحوق اهل السؤدد و الكبریاء بالرعاع۔ (رحمة الله الواسعة: خصال الفطرة ج:۳ ص:۲۴۶)۔ مکتبہ حجاز۔

داڑھی کا ثبوت

سوال: داڑھی کا ثبوت کہاں سے ملتا ہے داڑھی نہ رکھنے پر نیز اسی حالت پر موت واقع ہوجانے پر کیا کیا عذاب احادیث میں وارد ہوئے ہیں؟ ان کو مفصل ومدلل تحریر فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

قرآن سے اس کا ثبوت ہے، اور احادیث سے، سارے انبیاء نے داڑھی رکھی ہے، سارے صحابہ نے رکھی ہے، کسی صحابی سے کٹانا ثابت نہیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ’’عشر من الفطرة قص الشوارب اعفاء اللحیة‘‘ (مسلم شریف)(۱) ’’خالفوا المشركین أهنكوا الشوارب واعفوا اللحی‘‘ (بخاری ومسلم) کچھ بعید نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے لوگوں سے یہ کہہ کر چہرہ پھیرلیں کہ تمہیں جب ہماری صورت پسند نہیں تھی اب میری زیارت کرکے کیا کروگے اللهم احفظنا وسائر المسلمین من سخطه۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) عشر من الفطرة۔ (أبوداؤد ج:۱ ص:۸۔ باب السواك من الفطرة) مكتبه بلال۔ (وفی مسلم شریف ج:۱ص:۱۲۹)۔

(۲) قال رسول الله۔ صلی الله علیه وسلم۔ انهکوا الشوارب واعفوا اللحی۔ (بخاری شریف: کتاب اللباس ج:۲ ص:۸۷۵)۔ یاسر ندیم۔

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم۔ خالفوا المشرکین۔ احفوا الشوارب وأوفوا اللحی۔ (مسلم شریف: حصال الفطرة ج:۱ ص:۱۲۹)۔ فیصل۔

اللحیة هی الفارقة بین الصغیر والکبیر وهی جمال الفحول وتمام هیأتهم فلا بدّ من اعفائها سنة المجوس وفیه تغییر خلق الله ولحوق اهل السؤدد والکبریاء بالرعاع۔ (حجة الله البالغة مع شرحه رحمة الله الواسعه: خصال الفطرة ج:۳ ص:ص۲۴۶)۔ مکتبه حجاز۔

اجنبیہ سے ناجائز تعلقات سے توبہ کی صورت

سوال: زید کا تیس سال قبل عارفہ سے ناجائز تعلق کچھ عرصہ تک رہا اس کے بعد دونوں الگ کر دیئے گئے کسی شبہ کی بناء پر۔ یاد رکھیں دونوں شادی شدہ بھی ہیں، آج تیس سال بعد پھر دونوں کو مل جانے کا اتفاق ہو گیا عارفہ کا شوہر باہر تھا اس لئے لگ بھگ گیارہ ماہ برابر دونوں زنا کے مرتکب ہوتے رہے حتی کہ اس درمیان ماہ رمضان المبارک کا پہلا عشرہ بھی اس لہولعب میں گزرا پھر دونوں الگ کر دیئے گئے اب زید کو خدا اور رسول کے احکامات یاد آئے وہ تائب ہونا چاہتا ہے ہر قیمت پر چاہے اس کو سنگسار ہی کیوں نہ ہونا پڑے کیا ارشاد فرماتے ہیں مفتیانِ دین کہ زید کی تلافی کیسے ہو؟ حکم فرما کر مشکور فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

زنا کے اقرار یا شرعی ثبوت کے بعد اس کا حکم منصوص کوڑا یا سنگسار ہے (۱) لیکن اسکے

نفاذ کے لئے دار الاسلام ہونا ضروری ہے، (۲) ہندوستان میں جزئی وشخصی طور پر اس کو نافذ کرنے کی صورت نہیں، اس لئے اب زید عارفہ دونوں صدق دل سے گریہ وزاری کے ساتھ اللہ سے معافی مانگیں، توبہ واستغفار کریں اور آئندہ کے لئے عزم کریں کہ ایسا گناہ کبھی نہیں کریں گے، نمازوں کی پابندی دونوں شروع کردیں اور زیادہ سے زیادہ صدقہ خیرات کرکے اپنے کو عذاب الٰہی اور ناراضگی باری سے بچائیں۔ (۳)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) قوله تعالیٰ: الزانية والزاني فاجلدوا كل واحدٍ منهما مأة جلدةٍ..... الیٰ۔ (سورة النور رقم الآية: ۲)۔

(۲) مستفاد من: ولو شرب في دار الإسلام وقال: علمت أنها حرام حُدَّ كذا في السراجية۔

(۳) عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الصدقة لتطفئ غضب الرب وتدفع ميتة السوء۔ (سنن الترمذي باب في فضل الصدقة رقم الحديث: ٦٦٤)۔

کیا انجمن اصلاح الآدم نام رکھنا صحیح ہے

سوال: ایک انجمن کھولی گئی ہے ہندو مسلم کی اصلاح کے لئے جس کا نام ’’اصلاح الآدم‘‘ رکھا گیا ہے کیا یہ نام رکھنا صحیح ہے اگر صحیح ہے تو کس طرح سے اور کس ترکیب سے؟ اگر صحیح نہیں ہے تو اس کا نام صحیح نام کیا رکھنا چاہئے؟ مکمل ومدلل جواب سے سرفراز فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

اصلاح الآدم نام رکھنا مناسب نہیں، اس لئے کہ آدم نبی کا نام ہے جو باپ کے درجہ

میں ہیں اس میں دوسرے معنی کا شائبہ بھی ہے جو سوء ادب کو مستلزم ہے اس لئے نام بدل لیں تو انسب ہے اگر مسلمانوں کی اصلاح ہو جائے یہی بہت ہے اس اعتبار سے اصلاح المسلمین نام رکھا جاسکتا ہے لیکن انجمنوں کے ذریعہ نہ اصلاح ہوتی ہے اور نہ آئندہ توقع ہے البتہ اس نام سے کچھ روپیہ جمع ہو جائے گا اور خازن وسکریٹری کے مناصب عالیہ پر کچھ لوگ فائز ہو جائیں گے۔ اس لئے اگر اصلاح ہی کا کام کرنا ہے تو دعوت وتبلیغ کے نہج پر کام کیا جائے تاکہ مسجد آباد ہو نمازی بڑھیں زندگیوں میں دین آئے ہفتہ میں گشت کا نظام بنائیں بعد میں نماز سکھانے کا حلقہ ہو تعلیم کا سلسلہ ہو۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

قیمت متعین ہونے کے بعد پھر اس میں اضافہ کرنا کیسا ہے؟

سوال: ایک شخص نے زمین بیچی اور اس کی قیمت اکیس ہزار طے ہوگئی اور مشتری نے اس رقم کو ادا بھی کر دیا لیکن بعد میں ان کے لڑکوں نے مذکورہ بالا رقم پر دینے سے انکار کیا اور دوگنی رقم یعنی بیالیس ہزار روپیہ کر دیا اور یہ زمین صرف باپ ہی کی ملکیت تھی اور ابھی پہلی بیع فسخ بھی نہیں ہوئی، بہر حال جب اتنی بات ہوگئی تو مشتری نے جو اکیس ہزار روپیہ بائع کو دیا تھا اس کو واپس مانگا لیکن انہوں نے کہا کہ اگر ہم نہ دیں تو آپ کیا کرلیں گے۔ بہر حال اتنی بات سن کر مشتری نے مجبور ہو کر زمین کو لکھوالیا۔

اب دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ اس زمین کو لکھوا لینے کے بعد زائد رقم یعنی اکیس ہزار روپیہ بائع کو مشتری نہ دے تو آیا از روئے شرع اس پر کوئی گرفت ہوگی یا نہیں؟ اور بائع کو اس زائد رقم کا لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

جب فریقین کی رضامندی سے اکیس ہزار میں بات مکمل ہوگئی تو اب شرعاً مشتری پر مزید

اکیس ہزار کی ادائیگی لازم نہیں اور بغیر مشتری کی رضامندی کے زبردستی اگر کچھ رقم وصول کرلی گئی تو اس کا لینا بائع کے لئے جائز نہ ہوگا۔(۱) اور اگر اصلاح ذات البین کے تحت مشتری بائع کو مزید کچھ دیدے تو بہتر ہے اور بائع کے لئے اس کا لینا بھی جائز ہے۔(۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) عن أبی حرۃ الرقاشی عن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال: لا یحل مال امرء مسلمٍ إلا عن طیب نفسه۔ (سنن الدار قطنی ج:۳ص:ص۲۲)۔ دار الإیمان۔

لا یجوز التصرف فی مال غیرہ بلا إذنه ولا ولایته إلا فی مسائل مذکورۃٍ فی الإشباہ۔ (الدر المختار مع الشامی ص:۲۰۰۔ مطلب فی لحوق الإجارۃ للإتلاف والأفعال فی اللقطة کراچی)۔

(۲) ویجوز للمشتری أن یزید للبائع فی الثمن ویجوز للبائع أن یزید للمشتری فی المبیع۔ الخ۔ (هدایة ج:۳ص:۵۹۔ باب المرابعة والتولیة)۔

گھر دماد بسانے کا حکم

سوال: لڑکی کی شادی کے بعد تمام اخراجات بیوی اور اس کے بال بچوں کے شوہر کے ذمہ واجب ہیں اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تمام صاجزادیوں کو ان کے شوہروں کے یہاں بھیج دیا اپنے گھر کسی کو گھر دماد نہیں بسایا (اپنے گھر میں داماد بیٹی وغیرہ کو رکھنا) آنا جانا اور بات ہے اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ گھر دماد بسانے سے (یعنی اپنے گھر بسانا) تمام اخراجات لڑکی کے والد کے ذمہ عائد ہوتے ہیں، یہاں تک کہ داماد کا خرچ بھی، اور داماد تمام اخراجات سے بری الذمہ ہوجاتا ہے جس سے لڑکی کے باپ یعنی سسر اور اس کے بچوں کا کافی مالی نقصان ہوتا ہے۔ اگر ہم اپنی بیوی کے گھر اور ہمارے اوپر والے اور تمام

دنیا اپنی اپنی بیویوں کے گھر بس جائیں تو کوئی کسی کو جان بھی نہ سکے گا بلکہ صرف اتنا ہی کہا جائے گا کہ فلاں کے داماد ہیں اور بس اور زندگی محدود ہو کر رہ جائے گی حالانکہ خطبہ نکاح میں جو آیت پڑھی جاتی ہے ”وبث منهما رجالًا كثيرًا ونساءً“ اس سے اللہ تعالیٰ کا مقصد تمام روئے زمین پر مردوں اور عورتوں کو پھیلانا معلوم ہوتا ہے۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ گھر دمدا بسانا بلا وجہ اور بلا ضرورت شرع شریف کے رو سے کیسا ہے اور کیا حکم ہے؟ مع دلائل وعبارات سے واضح فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

باپ نے جب لڑکی کی شادی کر دی تو اب اس کی ہر ضرورت شوہر سے متعلق ہوگئی شوہر اپنی حیثیت کے مطابق پہننے کے لئے کپڑا دے صفائی کے لئے تیل صابون وغیرہ دے کھانے کا انتظام کرے رہنے کے لئے مکان دے وغیرہ وغیرہ۔(۱) لیکن اگر کوئی خسر اپنے داماد کو اپنے گھر رکھنا چاہے اور اپنی خوشی سے اپنی لڑکی اور اپنے داماد کا خرچ برداشت کرے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ بعض خسر اپنی تنہائی کی وجہ سے یا اپنی بچی یا داماد سے زیادہ لگاؤ کی وجہ سے داماد کو اپنے ہی گھر رکھنا چاہتے ہیں اور ان کی کفالت بھی کرتے ہیں شرعاً اس میں کوئی قباحت نہیں (۲) اب رہ گیا لڑکوں کے نقصان کا مسئلہ تو شرعاً جب تک باپ زندہ ہے وہ اپنی ہر چیز کا مالک ہے جس طرح چاہے (حدود شرعیہ میں رہ کر) تصرف کرے۔ لیکن لڑکوں کو سوچنا چاہئے کہ ایسی نوبت کیوں آئی؟ اگر لڑکے اور ان کی بیویاں اطاعت شعار، خدمت گذار ہوں تو والد داماد کو کیوں رکھے گا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(١) ونفقة الغير على الغير بأسباب ثلاثةٍ زوجيةٍ وقرابةٍ وملكٍ۔ ... فتجب للزوجة بنكاحٍ صحيحٍ على زوجها لأنها جزاء الاحتباس۔ (الدر المختار مع الشامي ج:٣ص:١٧١۔ کراچی)۔

فلأن النفقة تجب جزاء الاحتباس ومن كان محبوساً بحق شخصٍ كانت نفقته عليه لعدم تفرغه۔ (تبيين الحقائق ج:٣ص:٥١۔ بيروت)۔

(٢) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من ستر أخاه المسلم ستره الله في الآخرة۔ ومن نفس عن أخيه المسلم كربة نفس الله عنه كربة يوم القيامة والله في عون العبد ما كان العبد في عون أخيه۔ (مصنف ابن أبي شيبة باب في الستر على الرجل وعون الرجل لأخيه رقم الحديث: ٢٦٥٦٦)۔

وصیت نامہ

سوال: رحیم اللہ خاں ولد نور محمد خاں ساکن موضع زین الدین پور، پوسٹ ہنسور، تحصیل ٹانڈہ ضلع فیض آباد کا ہوں۔ چونکہ احقر کی عمر تقریباً ۷۴ سال ہو چکی ہے اور ہر شخص کا یہ فرض ہے کہ اپنی زندگی میں اپنی جائداد کا معتدل انتظام کردے تاکہ بعد اس کے کسی قسم کا کوئی نزاع اس کی جائیداد کی نسبت نہ پیدا ہو اور نہ اس کی جائیداد کسی طرح سے تلف و برباد ہووے۔ من مقر پڑھا لکھا آدمی ہوں اور اپنے معاملات کو سمجھنے کی پوری صلاحیت رکھتا ہوں، من مقر کی زوجہ شری متی بیوی رجعت النساء دختر شری شکور حیات ہے و نیز من مقر کی ایک لڑکی آثمہ خاتون زوجہ نور محمد خاں ساکن موضع مینری پور پرگنہ بڑ بڑ تحصیل ٹانڈہ ضلع فیض آباد وایک نواسہ انیس احمد نابالغ پسر شری نور محمد ہیں اور من مقر اس کی کارکردگی سے بے حد خوش ومطمئن ہوں چنانچہ من مقر کی دلی خواہش ہے کہ اس کی کل جائیداد منقولہ وغیر منقولہ بالترتیب اس کے وارثان مذکورہ کو ملے من مقر کا ایک لڑکا مسمی نعیم اللہ خاں بھی موجود ہے لیکن وہ انتہائی

غیر ذمہ دار و نالائق ہے اور من مقر کو اس بات کا خطرہ ہے کہ وہ جائیداد کو تلف و برباد کر دے گا اس لئے میں اپنی جائداد میں سے اس کو کچھ بھی نہیں دینا چاہتا، لہٰذا میں باہوش وحواس بلا جبر و اکراہ یہ وصیت کرتا ہوں کہ جب تک میں زندہ رہوں گا اپنے جملہ جائیداد منقولہ اور غیر منقولہ کا مالک رہوں گا۔ بعد وفات من اس جائیداد کی اس کی زوجہ مسماۃ رجعت النساء دختر عبد الشکور ساکن مقر بلا اختیار و انتقال تنہا مالک ہونگی بعد وفات شری متی رجعت النساء من مقر کی دختر مسماۃ آثمہ خاتون زوجہ نور محمد خاں ساکن موضع منیری پور مذکور واس کی اولاد نرینہ (نواسگان مقر) با اختیار انتقال بالترتیب مالک کامل نسل میرے ہوں گے میرے لڑکے کو میری جائداد پر وراثت کا حق نہ ہوگا (مندرجہ بالا نام زدگان کو یہ حق ہوگا کہ میری وفات کے بعد میری متروکہ جائداد کا داخل خارج اپنے نام میری وصیت کے مطابق کرالیویں اور قابض و دخیل رہیں اگر کوئی شخص میری کوئی تحریر پیش کر کے نام زدگان کے حقوق سے منکر ہوگا تو اس کا دعویٰ وانکار فرضی وجھوٹا ہوگا، لہٰذا یہ آخری وصیت نامہ لکھ دیا تا کہ سند رہے اور وقت پر کام آوے تاریخ ۱۲/ ۶/ ۱۹۷۵ء تحریر کنندہ انعام اللہ خاں دستخط نویس رجسٹری دفتر فیض آباد (اتر پردیش) حاصل بموجب مسودہ لکھا اس قانون کی دفعہ ۱۵۲ کے بموجب ''بھومدھر کو اسی ایکٹ'' (قانون) کی شرطوں کی پابندی کرتے ہوئے بیع وشراء کا اختیار دیا۔ اس قانون کی دفعہ ۱۵۵ میں ''بھومدھر'' کو رہن یا قبضہ کرنے کا اختیار نہیں دیا اور کہا کہ کوئی ''بھومدھر'' آراضی کو رہن یا قبضہ کسی شخص کے حق میں نہیں کرسکتا اور دفعہ ۱۵۶ میں یہ روک لگایا کہ اگر بھومدھر اپاہج و نابالغ جس کا باپ زندہ یا اپاہج نہ ہو یا عورت جس کا شوہر زندہ یا اپاہج نہ ہو کسی شخص سے حکمی بیٹھے پر دینے کا اختیار نہیں ہوگا۔

اسی قانون کی دفعہ ۱۶۱ کے ماتحت بھومدھر کو اختیار نہیں ہے کہ وہ اپنی بھومدھری آراضی کو کسی ایسی آراضی سے تبادلہ کرے جو موروثی دروں سے لگائی گئی مالیت سے دس فیصدی کم یا زیادہ ہو اور دفعہ ۱۵۴ میں بھومدھر کو یہ اختیار نہیں ہے کہ کسی ایسے شخص کے حق میں اپنی بھومدھری کسی طرح منتقل کرے جس کے پاس اتر پردیش میں ساڑھے بارہ ایکڑ سے زیادہ

آراضی ہو اور دفعہ ۱۶۸ ایف کے حکم کے مطابق ذریعہ چکبندی متحد کی گئی زمین کا کوئی ٹکڑا بھومدھر کسی طرح منتقل نہیں ہوسکتا۔

دفعہ ۱۵۴، دفعہ ۱۵۸ و دفعہ ۱۵۶ و دفعہ ۱۶۱، دفعہ ۱۶۸، الف کی خلاف ورزی پر دفعہ ۱۶۶ و دفعہ ۱۶۸ کے احکاموں کے ماتحت بے دخل ہوسکتا ہے اور اس کے نیچے میں وہ آراضی سرکار کے حق میں منتقل ہو جائے گی اور کسی طرح کا معاوضہ ایسے بھومدھر کو نہیں دیا جائے گا۔

اسی قانون کی دفعہ ۱۶۹ میں بھومدھر کو اس کی مرضی کے مطابق وصیت کرنے کا اختیار دیا گیا ہے اور اس میں کہا گیا ہے کہ بھومدھر اپنی کل یا جزء بھومدھر جس کو چاہے اس کے حق میں وصیت کرسکتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ وصیت نامہ تحریری ہو، اور اس کی دو گواہوں کے ذریعہ تصدیق کی گئی ہو۔ اسی قانون کی دفعہ ۱۷۱ میں مرد بھومدھر کے وارث کے بارے میں حکم دیا گیا کہ دفعہ ۱۶۹ کے تحت کی گئی وصیت کی خلاف ورزی نہ کرتے ہوئے اس کا وارث اولاً اس کے پسران و پوتے (جس کا باپ اس بھومدھر کی زندگی میں مرگیا ہو) ہوں گے ان کی عدم موجودگی میں اس بھومدھر کی بیوہ اور اس کے پسران و پوتوں کی بیوائیں وارث ہوں گی اور ان دونوں طرح کے وارثوں کی عدم موجودگی میں بالترتیب مندرجہ ذیل وارث ہوں گے۔

(۱) باپ۔ (۲) بلا شادی شدہ لڑکی۔ (۳) سگا بھائی باپ زادہ۔ (۴) بلا شادی شدہ بہن۔ (۵) شادی شدہ لڑکی۔ (۶) نواسہ۔ (۷) بھتیجہ۔ (۸) دادا۔ (۹) دادی۔ (۱۰) لڑکے کی لڑکی۔ (۱۱) شادی شدہ بہن۔ (۱۲) سوتیلی بہن باپ زادہ۔ (۱۳) بھانجہ۔ (۱۴) سوتیلی بہن کا لڑکا۔ (۱۵) بھائی کے لڑکے کا لڑکا۔ (۱۶) دادا کا لڑکا۔ (۱۷) دادا کا پوتہ۔

اسی قانون کی دفعہ ۱۷۵ کے ماتحت دفعہ ۱۷۹ کی وصیت و دفعہ ۱۷۱ میں مذکورہ وارثان کی عدم موجودگی میں آراضی بھومدھری اس کے مشترکہ حصّہ دار کے حق میں منتقل ہو جائے گی ورنہ دفعہ ۱۹۴ کے تحت آراضی بھومدھری سرکار کے حق میں منتقل ہو جائے گی اور

دفعہ ۱۸۷ میں یہ بھی شرط لگائی گئی ہے کہ بھومدھران کو اگر ان کے پاس مشترکہ یا پانچ بیگہ سے کم آراضی ہے تو اس کا بٹوارہ نہ ہو کر انہیں بھومدھروں میں سے کسی ایک کے حق میں جو سب سے زیادہ معاوضہ دے گا بیچ دی جائے گی اور بقیہ حصہ دار کو ان کے حصہ کے مطابق زرِ ثمن تقسیم کر دیا جائے گا۔

دفعہ ۲۰۹ و دفعہ ۲۱۰ میں یہ بھی شرط لگائی گئی ہے کہ اگر بھومدھر کی آراضی پر کوئی شخص بلا اس کی رضامندی کے غاصبانہ قابض ہو جائے اور میعاد مقررہ چھ سال کے اندر اس کو باضابطہ طور پر بے دخل نہ کیا جائے تو شخص غاصب اس کا سیر دار ہو جائے گا اور بھومدھر کے حقوق زائل اور کالعدم ہو جائیں گے اور دفعہ ۲۱۱ میں شخص غاصب کو سرکار باضابطہ بے دخل کر سکتی ہے بالآخر آراضی سرکار کے حق میں منتقل ہو جائے گی۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین امور مذکورہ بالا کی روشنی میں مسلمان بھومدھر کی وراثت شرعی طریقہ پر چلے گی یا شرعاً قانون خاتمہ زمینداری کے احکاموں کی پابندی کرنی ہوگی اگر کسی مسلمان بھومدھر نے اپنے کل اراضیات کو بھومدھری کی بابت یہ وصیت نامہ رجسٹری شدہ تحریر کر دیا ہے کہ میری جائداد میں میرا لڑکا کوئی حق وحصہ نہیں پائے گا، بلکہ میری بیوی بلا اختیار انتقال تنہا مالک ہوگی اور بعد وفات اس کے میری لڑکی اور نواسے بااختیار انتقال بالترتیب مالک کامل بہ مثل میرے ہوں گے تو ایسی حالت میں جو کہ قانون خاتمہ زمینداری کے دفعات ۱۶۹ و دفعہ ۱۷۱ میں جائز ہے اور قابل نفاذ ہے وصیت نامہ کا نسخہ منسلک استفتا ہذا ہے شرعاً پابندی ہوگی تا کہ مذکورہ بھومدھری متوفی کی متروکہ بھومدھری شرعی طور پر اس کے وارثان میں تقسیم ہوگی اور بالخصوص یہ فرمائیں کہ قانونِ خاتمہ زمین داری احکاموں کی پابندی شرعاً مسلمانوں پر عائد ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

قال اللہ تعالیٰ: يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ

وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝ (سورہ نساء)

اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور صاحب حکم کی تم میں سے پھر اگر جھگڑو تم کسی شئی میں تو پھیر واس کو اللہ اور رسول کی طرف اگر ایمان لائے ہو تم اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور یہ بہتر ہے اور اچھی تاویل ہے۔

اس آیت کریمہ میں خداوند قدوس نے مومنین کو ایک حکم دیا ہے کہ تمہارے لئے لازم ہے کہ اپنے مسائل عامہ وخاصہ ومختلف فیہا وغیر مختلف فیہا میں اللہ اور اس کے رسول محمد رسول اللہ ﷺ اور اولی الامر یعنی علماء کی اطاعت کرو غرضیکہ زندگی کے ہر شعبہ کے مسائل میں خداوند قدوس اور حضور پاک ﷺ اور اولی الامر کی اطاعت واجب ہے اور اصل قانون وہی ہے جس کو خداوند قدوس اور حضور ﷺ نے بنایا ہے اسی کی اتباع ہر مسلمان کے لئے لازم اور ضروری ہے چنانچہ حضور پاک ﷺ نے ایک قانون بنایا ”لا وصیۃ لوارث“ وارث کے لئے وصیت نہیں لہٰذا اگر کوئی شخص اپنے کسی وارث کے لئے وصیت کرے تو وہ وصیت شرعاً نافذ اور جاری نہیں ہوگی صورت مسئولہ میں رحیم اللہ خاں نے اپنی بیوی کے لئے وصیت کی ہے اور بیوی ورثاء میں ہے لہٰذا رحیم اللہ خاں کی وصیت باطل ہوگئی نیز نعیم اللہ کو جائداد کا کوئی حصہ نہ دینے کی وصیت بھی نافذ نہیں ہوگی۔ رحیم اللہ خاں کے مرنے کے بعد ورثاء میں ان کے لڑکے نعیم اللہ خاں کا بھی شمار ہوگا اور ان کو بھی شرعاً حصہ ملے گا نیز رحیم اللہ خاں کی وصیت کہ بیوی کے مرنے کے بعد میری لڑکی اسماء خاتون ساری جائداد کی مالک ہوگی یہ بھی باطل رحیم اللہ خاں کے مرنے کے بعد تقسیم شرعی کے مطابق جتنے کی مالک ہوگی آئندہ وراثت اسی میں جاری ہوگی فی الحال رحیم اللہ خاں کے جائداد کی تقسیم حسبِ ذیل ہوگی۔

مسئلہ ۲۴

زوجہ	ابن	بنت
رجعت النساء	نعیم اللہ	اسما
۳	۱۴	۷

حقوق متقدمہ علی الارث مثلاً قرض مہر وغیرہ کی ادائیگی کے بعد رحیم اللہ خاں مرحوم کی کل جائداد کی تقسیم چوبیس سہام پر ہوگی جن میں سے تین سہام زوجہ کو اور چودہ سہام لڑکے کو اور سات سہام لڑکی کو ملیں گے اسماء خاتون کا لڑکا انیس احمد رحیم اللہ خاں کی جائداد سے ایک حصہ بھی پانے کا مستحق نہیں ۔وہ محروم ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) سورۃ النساء رقم الآیۃ: ۵۹۔

(۲) عن أنس ابن مالك رضی اللہ عنه قال إنی لتحت ناقة رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یسیل لعابها فسمعتها یقول: إن اللہ قد أعطی کل ذی حق حقة۔ ألا لا وصیة لوارثٍ۔ (سنن ابن ماجة باب لا وصیة لوارثٍ رقم الحدیث: ۲۷۱۴)۔

(۳) قوله تعالیٰ: من بعد وصیةٍ یوصی بها أو دین۔ (سورۃ النساء رقم الآیۃ: ۱۲)

فإنه یتأکد بالموت أو الدخول ولو حکماً۔ (الشامی مع الدر ج:۳ ص:۱۹۴) کراچی۔

”اگر تم سے بولوں تو کافر“ کہنے کا حکم

سوال: اگر کسی نے غصہ میں (قسم نہیں کھایا) بلکہ یہ کہہ دیا کہ اگر میں تم سے بولوں تو کافر ہوں تو کیا اب اس سے بات کرنا گناہ ہوگا یا نہیں اس کو کفر کا مرتکب کہیں گے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلیاً

اس کے شوہر کو بھیج دیں تاکہ مزید معلومات حاصل کرکے ان سے زبانی بات کرلی جائے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

کسی کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونے کا حکم

سوال: جماعت اسلامی کی ایک صاحبہ ارشاد فرماتی ہیں کہ کسی بزرگ کے آنے پر کھڑا ہونا اسلامی شعار کے خلاف ہے، بیٹھے بیٹھے سلام کر دینا چاہئے، کیا کسی بزرگ کی تعظیم جائز نہیں؟ سرکاری دفاتر میں بڑے عہدے پر فائز لوگوں کے استقبال کے لئے لوگ کھڑے ہوجاتے ہیں، اسکولوں میں مینجر اور پرنسپل کی آمد پر ان کے ماتحت اور طالب علم کھڑے ہوجاتے ہیں، استاذ کو دیکھ کر بچے کھڑے ہوجاتے ہیں، کیا یہ سب ناجائز ہے؟ اسلام میں احترام حرام ہے، ایک حکایت نگاہ سے گذری، حضرت امام ابوحنیفہؒ درسگاہ میں درس دے رہے تھے اتنے میں ایک مہتر جھاڑو لگانے کے لئے کلاس میں آیا، آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنی جگہ سے کھڑے ہوگئے اور اس وقت تک کھڑے رہے جب تک وہ چلا نہیں گیا، کسی شاگرد نے پوچھا کہ ایسا کیوں تھا، امام اعظم ابوحنیفہؒ نے فرمایا وہ میرا استاذ آگیا تھا اس کی تعظیم میں کھڑا ہوگیا تھا، کیونکہ ایک دن اس مہتر سے امام صاحب نے کتے کی بلوغت کے آثار پوچھے تھے اتنی بات بتانے پر وہ ان کا استاذ بن گیا تھا یہ تو ایک حکایت تھی، آپ ہمیں شریعت کی روشنی میں بتائیں کہ کیا جائز ہے اور کیا ناجائز ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

جائز ہے، کسی آنے والے کو دیکھ کر اس کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا فی نفسہٖ مکروہ نہیں بلکہ یہ مکروہ لغیرہٖ ہے۔ وہ شخص جس کے لئے قیام کیا گیا ہے اگر اس کو یہ پسند ہو اور اس کا خواہشمند رہتا ہو کہ لوگ مجھ کو دیکھ کر میری تعظیم میں کھڑے ہوجائیں اس وقت قیام مکروہ ہے، جیسا کہ محدث کبیر حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ نے بذل المجہود میں اور علامہ شامیؒ نے رد المحتار میں اس کی تصریح کی ہے والقیام للغیر لیس بمکروہ لنفسہٖ وانما المکروہ محبتہ القیام لمن یقام لہٗ (بذل ۵/ ۳۲۶، رد المحتار ۵/ ۲۴۶) اور اگر قیام کسی ایسے شخص کے آنے پر کیا جو اپنی تعظیم میں قیام کا خواہشمند نہیں تو یہ مکروہ نہیں جیسا کہ علامہ شامی

نے تصریح کی ہے فان قام لمن لا یقام لہ لا یکرہ (۲۴۶/۵)(۲)

بلکہ صحیح یہ ہے کہ اہل فضل علماء، وصلحاء، شرفاء کے لئے قیام جائز ہے جیسا کہ بذل میں ہے والصحیح ان احترام اھل الفضل والعلم والصلاح والشرف بالقیام جائز (۳۲۶/۵)(۳)

امام نوویؒ تو ایسے حضرات کے لئے احتراماً کھڑے ہونے کو مستحب فرماتے ہیں، (کما فی البذل ۵/ ۳۶۴) وقال النوویؒ القیام للقادم من اھل الفضل مستحب وقد جاءت فیہ أحادیث ولم یصح عنہ بشیء تصریحًا (۴) اس انداز کی بات علامہ شامیؒ نے بھی نقل کی ہے۔ نہ ہونے کی وجہ سے کینہ، بغض وعداوت جیسی مہلک چیزیں پیدا ہوجاتی ہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) القیام لیس (بذل المجهود: کتاب الآداب، باب فی القیام ج:۱۳ ص:۶۰۲)۔ مرکز الشیخ۔ أبی الحسن الندوی۔ (وکذا فی الشامی ج:۶ص:۳۸۴)۔ کراچی۔

(۲) فان قام (شامی ج:۶ص:۳۸۴۔ کراچی)۔

(وفی بذل المجهود ج:۱۳ص:۶۰۳۔ مرکز الشیخ ابی الحسن الندوی۔

(۳) والصحیح إن احترام الخ۔ (بذل المجهود ج:۱۳ص:۶۰۲)۔ مرکز الشیخ أبی الحسن۔

(۴) قال النووی: القیام للقادم "الخ"۔ (بذل المجهود ج:۱۳ ص:۶۰۲۔ مرکز الشیخ ابی الحسن الندوی۔

(وفی الشامی ج:۶ص:۳۸۴)۔ کراچی۔ (وفی الموسوعة الفقهیة ج:۳ص:۱۱۵)۔

أمّا القیام تعظیما للقادم فجائز أو مندوب (سکب الأنهر مع مجمع الأنهر ج:۴ ص:۲۰۵)۔ فقیہ الأمت۔

دو ملکوں کی کرنسی کے تبادلے کا حکم

مکرمی مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی سلام مسنون

خدا کرے مزاج بعافیت ہوں

سوال: دو ملکوں کی کرنسیوں کا باہم تبادلہ کمی، زیادتی کے ساتھ جائز ہے، اس پر سبھی علماء کا اتفاق ہے، لیکن کیا دو ملکوں کی کرنسیوں کا باہم تبادلہ ادھار بھی جائز ہے یا نقد کا ہونا ضروری ہے، اس بارے میں دو رائیں ہیں، جناب ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی صاحب کی ایک تحریر ''بحث ونظر'' میں شائع ہو چکی ہے، جس میں ان کی رائے میں ادھار تبادلہ درست نہیں، اس کے انہوں نے دلائل بھی دئے ہیں۔ دوسری طرف مولانا تقی عثمانی صاحب کی رائے یہ ہے کہ دو ملکوں کی کرنسیوں کا ایک دوسرے کے ساتھ تبادلہ ادھار بھی جائز ہے، انہوں نے بھی دلائل دیئے ہیں۔ ہر دو نقطہ نظر پر مشتمل ایک سوالنامہ چند حضرات علماء کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا جنہوں نے اپنی تحریر رائے دے دی ہے اب آپ کی خدمت میں جناب ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی کی تحریر اور مولانا تقی عثمانی کی تحریر اور دیگر علماء کی رائے کی تلخیص ارسال کر رہے ہیں۔ اور آپ سے یہ توقع کرتے ہیں کہ آپ مسئلہ کے سبھی گوشوں پر غور کر کے اپنی حتمی رائے دلائل کے ساتھ ارسال فرمائیں گے تاکہ چوتھے فقہی سمینار میں انہیں پیش کیا جاسکے اور بحث وگفتگو کے بعد کسی فیصلہ تک پہونچا جاسکے۔

مجاہد الاسلام القاسمی (جنرل سکریٹری)

ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی صاحب کا مکتوب اور مولانا تقی عثمانی کی تحریر ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

مکرمی ومحترمی! سلام وتحیات

(ا) بحث ونظر جنوری تا مارچ 1990ء میں صفحہ 12 پر یہ لکھا ہے کہ ''دو ملکوں کی کرنسیاں دو اجناس ہیں اس لئے ایک ملک کی کرنسی کا تبادلہ دوسرے ملک کی کرنسی سے کمی

بیشی کے ساتھ حسب رضائے فریقین جائز ہے"۔ مجھے ایسا خیال آتا ہے کہ مذکورہ بالا عبارت کے بعد درج ذیل عبارت لکھنے سے رہ گئی ہے، بہرحال یہ اضافہ ضروری ہے "بشرطیکہ یہ تبادلہ نقد (دست بدست) ہو"۔

موجودہ عبارت سے پڑھنے والا یہ سمجھے گا کہ فریقین راضی ہوں تو دو ملکوں کی کرنسیوں کے تبادلہ میں نہ صرف کمی بیشی جائز ہے بلکہ یہ بھی جائز ہے کہ ایک فریق نے ایک کرنسی نقد دیدی اور دوسرے فریق نے دوسری کرنسی کچھ عرصہ بعد دینے کا ذمہ لیا۔ مذکورہ بالا عبارت سے پہلے شق ۲ کے آخر میں چونکہ نقد اور ادھار دونوں شکلوں کا صراحتاً ذکر ہے اس لئے اس کے بعد شق ۳ سے پڑھنے والا وہی سمجھے گا جو میں نے بیان کیا۔

دو کرنسیوں کے تبادلہ میں کمی بیشی جائز ہے مگر ادھار ناجائز ہونے کی دلیل صحیح مسلم باب الصرف میں حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی روایت کی ہوئی حدیث ہے جس کے آخر میں تاکید ہے کہ صرف کا عمل دست بدست ہونا ضروری ہے، حدیث کا متن درج ذیل ہے:

الذهب بالذهب والفضة بالفضة والبُرّ بالبُرِّ والشعيرُ بالشعيرِ والتمر بالتمر والملح بالملح مثلًا بمثلٍ سواءً بسواءٍ يدًا بيدٍ، فاذا اختلفت هٰذه الاصناف فبيعوا كيف شئتم اذا كان يدًا بيدٍ.

اس ممانعت کی حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ اگر ادھار کی اجازت ہو تو صرف (MONEY CHANGING) کو سود کا ذریعہ بنایا جاسکتا ہے مثلاً ایک ایس وقت میں جب کہ بازار کا نرخ ایک ڈالر برابر بیس روپئے ہو اگر ایک آدمی بائیس روپئے فی ڈالر کی شرح سے پچاس ڈالر ادھار خرید رہا ہے تو اس کا قوی امکان ہے کہ وہ دراصل آج ایک ہزار روپئے ادھار لے کر وقت مقررہ پر گیارہ سو ادا کرنے کا ذمہ لے رہا ہے۔ (چونکہ ادھار لئے ہوئے بچاس ڈالر سے وہ آج ہزار روپئے نقد حاصل کرسکتا ہے)۔

مسئلہ کی اہمیت کے پیش نظر امید ہے کہ آپ مذکورہ عبارت میں ضروری ترمیم کا اعلان

مجلہ ''بحث ونظر'' میں کریں گے یا اگر آپ کا موقف سمجھنے میں مجھ سے کچھ غلطی ہوئی ہے تو اس کی وضاحت فرمائیں گے''

والسلام: محمد نجات اللہ صدیقی

(2) اب سوال یہ ہے کہ کرنسی کا ادھار معاملہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جیسا کہ تاجروں اور عوام لوگوں میں اس کا رواج ہے کہ وہ ایک ملک کی کرنسی دوسرے شخص کو اس شرط پر دیتے ہیں کہ تم اس کے بدلے اتنی مدت کے اندر فلاں ملک کی کرنسی فلاں جگہ دینا، مثلاً زید، عمر و کو سعودی عرب میں ایک ہزار ریال دے اور یہ کہا کہ تم اس کے بدلے مجھے پاکستان میں چار ہزار پاکستانی روپیے دینا تو یہ معاملہ جائز ہے یا نہیں؟ (اقتباس از مقالہ مولانا تقی عثمانی صاحب)

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ معاملہ جائز ہے۔ اس لئے کہ ان کے نزدیک اثمان کی بیع میں بیع کے وقت ثمن کا عقد کرنے والے کی ملکیت میں ہونا شرط نہیں، لہٰذا جب جنسین مختلف ہوں تو ادھار کرنا جائز ہے، چنانچہ شمس الائمہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَإِذَا اشْتَرَى الرَّجُلُ فُلُوسًا بِدراهمَ وَنقد الثَّمَن وَلَمْ تَكُنِ الْفُلُوْسُ عِنْدَ الْبَائِعِ جَائِزٌ لِاَنَّ الْفُلُوْسَ الرائجة ثمنٌ كالنَّقُود وَقَدْ بَيَّنَّا انَّ حُكْمَ الْعَقدِ فِي الثَّمَنِ وجوبها ووجودها معًا ولا يشترطُ قيامها فى ملك بائعها لِصحة العقدِ كما يشترط فى الدراهم والدنانير.

(مبسوط السرخسی ج ۱۴ ص ۲۴)

آراء

مفتی احمد بیمات صاحب

مولانا تقی عثمانی کی تحریر کی موافقت کرتا ہوں۔

مفتی شبیر احمد صاحب

ایک ملک کی کرنسی دوسرے ملک کے حق میں بمنزلہ عروض ہے اس لئے اس میں ادھار اور تفاضل دونوں جائز ہے۔

مولانا معاذ الاسلام صاحب

ایک ملک کی کرنسی کا دوسرے ملک کی کرنسی کے ساتھ تبادلہ ادھار کیا جاسکتا ہے یہ بیع صرف کی حریف میں نہیں آتا۔

مفتی نسیم احمد قاسمی

دو ملکوں کی کرنسیوں کا تبادلہ کمی بیشی کے ساتھ نقد اور ادھار دونوں طرح جائز ہے۔ کرنسیاں ثمن عرفی ہیں، جو بحکم اثمان خلقیہ ہیں مگر جملہ احکام میں اثمان خلقیہ (سونا چاندی) کے مثال نہیں ہیں، کما ھو مصرح فی عامۃ کتب الفقہ فی باب الصرف وغیرہ۔

فقہاء کی تصریحات سے واضح ہوتا ہے کہ اگر باہمی تبادلہ اور خرید وفروخت میں ایک طرف سے ثمن خلقی ہو اور دوسری طرف ثمن عرفی، تو اس صورت میں نسیئہ جائز ہوگا، اور اگر دونوں ہی طرف سے ثمن عرفی ہوں تو پھر نسیئہ کا جواز بدرجہ اولیٰ ہونا چاہئے، کرنسیوں کے تبادلہ

میں دونوں طرف سے ثمن عرفی ہوتا ہے، اس لئے نسیئہ کا جواز بدرجہ اولیٰ ہوگا نیز فقہاء نے صراحت کی ہے کہ فلوس میں ثمنیت صفت مالیت کے مثل ہے، جو اعیان میں پائی جاتی ہے، اور جب فلوس اور اثمان عرفیہ میں صفت ثمنیت ملحوظ نہیں ہوتی بلکہ اسم صفت مالیت کے مثال قرار دیا گیا تو اختلاف جنس کی صورت میں نسیئہ کے عدم جواز کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے؟

علامہ سرخسیؒ نے فلوس پر محققانہ بحث کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے:

"إذا اشترى الرجل فلوسًا بدراهم إلى ان قال: وان استقرض الفلوس من رجل ودفع إليه قبل الافتراق أو بعد، فهو جائز إذا كان قد قبض الدراهم في المجلس لأنّهما قد افترقا عن عين بدين وذلك جائز في عين الصرف إلى قوله و كذلك لو افترقا بعد قبض الفلوس قبل قبض الدراهم" (مبسوط ۴۲۔ ۵۲/ ۴۱) اور دوسری جگہ لکھا ہے: وكان صفة الثمنية في الفلوس كصفة المالية في الأعيان (بحوالہ بالا ۲۶/ ۱۲)

مولانا یحییٰ قاسمی صاحب

دو ملکوں کی کرنسیوں کا ادھار تبادلہ بھی جائز ہے اور تفاضل بھی جائز ہے خواہ اس کو بیع کہا جائے یا قرض۔

بیع کی صورت میں جواز کی دلیل وہی عبارت ہے جو مبسوط سے مولانا مفتی تقی عثمانی نے نقل کی ہے، اور قرض ہونے کی صورت میں جواز کی دلیل مبسوط ہی کی وہ عبارت ہے، جو اس عبارت کے متصلاً بعد ہے۔

"وان استقرض الفلوس من أجل ودفع اليه قبل الافتراق او بعده فهو جائز اذا كان قد قبض الدراهم في المجلس لانهما قد افترقا عن عين بدين وذلك جائز في عين الصرف وانما يجب التقابض في الصرف بمقتضى اسم العقد وبيع الفلوس بالدراهم ليس بصرف"

(مبسوط للسرخسی: ۱۴/ ۲۴ باب بیع الفلوس)

دو ملکوں کی کرنسیاں مختلف جنس ہیں اور ثمن عرفی ہیں، اس کے علاوہ بیع صرف کی تین صورتیں ہیں، دونوں ثمن خلقی ہوں، اس صورت میں اگر متحد الجنس ہیں تو تفاضل اور نسیئہ دونوں ربا ہیں، دونوں میں سے ایک خلقی ہو دوسرا عرفی، اس صورت میں تفاضل اور نسیئہ دونوں جائز ہے۔ جیسا کہ عبارت بالا سے ظاہر ہے، دونوں ثمن عرفی ہو تو مختلف الجنس ہونے کی صورت میں تفاضل اور نسیئہ دونوں کا جواز بدرجہ اولیٰ ہوگا۔ واللہ اعلم

مفتی عزیز الرحمٰن صاحب

مختلف ملکوں کی کرنسیوں کے ادھار تبادلے (بیع نسئیہ) کے سلسلے میں ناچیز کی رائے یہ ہے کہ یہ (کرنسیاں) اثمان عرفیہ واصطلاحیہ ہیں نہ کہ خلقیہ، لہٰذا یہ حکماً ثمن اگرچہ ہیں مگر جملہ احکام ثمن خلقی کے جاری نہ ہوں گے۔ اور اس تبادلے کو بیع صرف مان کر، یداً بید کی شرط بھی نہیں لگائی جا سکتی، ہمارے فقہاء متقدمین نے فلوس کو حکماً ثمن ماننے کے باوجود بیع فلوس بدارہم کو بیع صرف نہیں مانا اور اس میں نسیئہ کو درست کہا ہے، حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی نے المبسوط کی جو عبارت نقل فرمائی ہے وہ اس باب میں کافی ثبوت ہے، اس کے علاوہ المبسوط کے اسی باب میں کتنی مقامات پر مزید وضاحت موجود ہے جس سے مسئلہ اور بھی منقح ہو جاتا ہے، مثلاً صاحب مبسوط (علامہ سرخسیؒ) نے فلوس میں صفہ ثمنیہ کو اعیان میں صفت مالیت کے مساوی قرار دیا ہے، فرماتے ہیں: ''وكان صفة الثمنية فى الفلوس كصفة المالية فى الأعيان'' (۱۴/ ۲۶)

مسئلہ کی مزید وضاحت اس جزئیہ سے بھی ہوتی ہے ''أعطى لرجل درهما وقال أعطني بنصفه كذا فلسًا وأعطني بنصفه درهمًا صغيرًا وزنه نصف درهم فهو جائز لأنه جمع بين عقدين يصح كل واحد منهما بانفراد. قال فان افترقا قبل أن يقبض الفلوس والدراهم بطل فى الدرهم

الصغیر لأن العقد فیہ صرف وقد افترقا قبل قبض أحد البدلین ولم یبطل العقد فی الفلوس لأن العقد فیہ بیع ''

علاوہ ازیں ابن ہمامؒ نے بھی بیع فلوس بدراہم کو بیع عین بدین مانتے ہوئے: ''افتراق قبل القبض '' کو جائز قرار دیا ہے: ''وفی شرح الطحاوی لو اشتری مائۃ فلس بدرھم وقبض الفلوس أو الدرھم ثم افترقا جاز البیع لأنھما افترقا عن عین بدین ''(فتح القدیر ۵/ ۳۸۵)

اس عبارت سے بھی ادھار تبادلہ کا جواز واضح ہے۔

مفتی سراج احمد ملی صاحب

دو ملک کی کرنسیاں دو جنس نہیں۔ اس لئے ایک ملک کی کرنسی کا تبادلہ دوسرے ملک کی کرنسی سے کمی بیشی کے ساتھ خواہ یداً بید ہو یا بالنسیۂ جائز ہے۔

ثمن اصطلاحی کے تبادلے میں جس ثمن پر حرف باء داخل ہو جائے وہ مبیع بنے گا اور ادائیگی مبیع جب کہ اجل معلوم ومتعین ہو علی التراخی بھی درست ہے، اور خود یہ بات مبادلہ اثمان میں بدل ثمن کا بائع کی ملک میں موجود ہونا صحت عقد کے لئے شرط نہیں جیسا کہ جریدۂ استدراک پر بحوالہ مبسوط درج ہے یہ عبارت خود بتاتی ہے کہ مبادلہ اثمان میں ادائیگی بدل، علی التراخی بھی درست ہے اور اس کی اجازت نہ دینا ضرر وحرج سے خالی نہیں۔

اس لئے میری رائے میں حضرت مولانا تقی عثمانی صاحب نے جس رائے کا اظہار کیا ہے وہ درست ہے، بندہ اس سے اتفاق کرتا ہے۔

مفتی احمد خانپوری صاحب

دو ملکوں کی کرنسیوں کے آپسی تبادلہ کی صورت میں اگر معاملہ اس طرح ہو کہ احد البدلین مجلس میں قبضہ ہو جائے تو یہ جائز اور درست ہے، البتہ یہ معاملہ اس درجہ شیوع پا جائے کہ اس

کی وجہ سے ملکی معیشت خطرہ میں پڑ جائے یا کوئی آدمی اس کا پیشہ بنالے تو یہ درست نہ ہوگا۔اس لئے کہ اس صورت میں ملک وقوم کو نا قابل تلافی نقصان پہنچتا ہے، نفس جواز کا ثبوت فتح القدیر کی اس عبارت سے ہوتا ہے: وفی شرح الطحاوی مأۃ فلس بدرھم وقبض الفلوس او الدراھم ثمّ افترقا جاز البیع لانھما افترقا عن عین بدین۔(فتح القدیر:۵/۳۸۵،مطبوعہ مصر)

مفتی رفیق المنان قاسمی صاحب

دو مختلف ملکوں کی کرنسیوں کا باہمی تبادلہ میری ناقص رائے میں بیع صرف کے ذیل میں آئے گا۔اوراس میں مبادلہ دست بدست اور قبل افتراق عاقدین تقابض ضروری ہوگا۔

بیع صرف کی تعریف میں حضرات فقہاء یوں فرماتے ہیں: ’’الصرف ھو البیع اذا کان کل واحد من عوضیہ من جنس الأثمان ‘‘(متن ہدایہ ۳/۸۸)

بیع صرف میں اگر عوضین ہم جنس ہوں تو تفاضل ناجائز ہے، لیکن اگر ہم جنس نہ ہوں تو تفاضل جائز ہے، مگر تقابض قبل الافتراق ضروری ہے بصورت دیگر عقد فاسد ہوگا۔

’’فان باع فضة بفضّة أو ذھبا بذھب لا یجوز إلا مثلا بمثل وإن اختلف فی الجودۃ والصیاعة لابد من قبض العوضین قبل الافتراق وإن باع الذھب بالفضة جاز التفاضل (لعدم المجانسة) ووجب التقابض (لقوله علیه السلام الذھب بالورق ربا)‘‘

’’فان افترقا فی الصرف قبل قبض العوضین او احدھما بطل العقد (لفوات الشرط وھو القبض ولھذا لا یصح شرط الخیار فیه ولا الاجل‘‘(ہدایہ ۳/۸۹)

یہ صحیح ہے کہ کاغذی نوٹ اور کرنسیاں زر خلقی وثمن اصلی نہیں ہیں بلکہ ان کی حیثیت زر عرفی وثمن اعتباری کی ہے تاہم اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ آج یہ ثمن ہی کے حکم میں ہیں اور ثمن کا

جو کام ہے چاہے عرفاً و اعتباراً ہی سہی زر کاغذی انہیں بخوبی انجام دیتا ہے۔

سونا چاندی کی دو حیثیتیں ہیں ایک تو ان کی ذاتی مالیت اور قدر و قیمت اور اس اعتبار سے یہ سلعہ ہے دوسری یہ ہے کہ اشیاء کے تبادلہ کے لئے انہیں معیار و ذریعہ کے طور پر لوگوں نے قبول کیا اور بے تکلف ان کے ذریعہ اشیاء کا مبادلہ کیا جاتا ہے سونا اور چاندی کی یہی دوسری حیثیت درحقیقت ان کی ثمنیت کی بنیاد ہے، ورنہ مالیت کے اعتبار سے ان کے بہت زیادہ گراں قیمت اشیاء موجود ہیں مگر وہ ثمن نہیں۔

ثمنیت کی جو اصل بنیاد ہے وہ روپئے اور کاغذی نوٹوں میں پائی جاتی ہیں اس لئے انہیں ثمن قرار دینا اور ’’من جنس الأثمان کے عموم میں زر کاغذی کو بھی شامل کرنا زیادہ قرین صواب معلوم ہوتا ہے اور جب انہیں ثمن تسلیم کرلیا جائے تو بلاشبہ ان پر بیع صرف کے احکام جاری ہوں گے۔

جناب مولانا مصطفیٰ مفتاحی صاحب

دو ملکوں کی کرنسیوں کا تبادلہ کمی بیشی کے ساتھ نسئیہ بھی درست ہے، جیسا کہ حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب نے تحریر فرمایا ہے۔

جناب شمس پیرزادہ صاحب

ایک ملک کی کرنسی سے دوسرے ملک کی کرنسی کا تبادلہ کرنے میں یداً بید کی قید لگانا اس لئے ضروری نہیں ہے کہ یہ ثمن اعتباری ہے نیز اس قید کے ساتھ معاملہ کرنا عام طور سے ممکن نہیں ہے۔

جناب بشیر احمد صاحب

ہماری ناقص رائے میں جواہر الفقہ میں مولانا مفتی تقی عثمانی کی لکھی ہوئی عبارت ”بیع صرف خلقی اثمان کے ساتھ خاص ہے، موجودہ عہد کی کرنسیاں اگرچہ زرقانونی اور ثمن عرفی یا اصطلاحی کہلاتی ہیں لیکن ان میں بیع صرف کے احکام جاری نہیں ہونگے۔“ سے استفادہ، کرتے ہوئے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ دوملکوں کی کرنسیوں کا تبادلہ اور قیمت ایک ہی مجلس میں طے ہوجانے کے بعد شریک آخر کو وصول یابی میں جو قانونی مجبوریوں کی وجہ سے تاخیر ہوتی ہے اس کو الضرورات تبیح المحظورات پر محمول کیا جائے۔

مولانا محمد ایوب ندوی صاحب

دوملک کی کرنسیوں کا باہم تبادلہ نقد کمی بیشی کے ساتھ جائز ہے اور ادھار جائز نہیں ہے اس لئے کہ شوافع کے نزدیک علت ربا دو چیزیں ہیں۔(۱) نقدی ہونا۔(۲) طعم یعنی مطعوم ہونا۔
اب چونکہ روپیہ بہت سارے معاملات میں نقدی کے حکم میں ہے لہٰذا اگر جانبین میں جنس مختلف ہو تو تفاوت جائز ہے لیکن تقابض اس صورت میں بھی شرط ہے۔ جیسے گیہوں کا تبادلہ چاول سے کیا جائے تو تفاوت جائز ہے اور تقابض شرط ہے۔ البتہ بعض ملکی قوانین کی وجہ سے مجبوری کی صورت میں دو کرنسیوں کا تبادلہ ادھار قدر حاجت جائز ہے بشرطیکہ اس وقت کے ویلو کے حساب سے معاملہ طے ہوجائے۔
نیز اگر دوملک کی کرنسیوں کا تبادلہ ادھار کمی بیشی کے ساتھ جائز قرار دیا جائے تو فاران ایکسچینج کی اصطلاح میں Arbitrage کے لئے دروازہ کھل جائے گا، جس کی بنیاد سود پر ہے۔

مفتی اختر امام عادل صاحب

دوملکوں کی کرنسیاں، الگ الگ جنس کی حیثیت رکھتی ہیں، اس لئے اختلاف جنس کی وجہ

سے دو ملکوں کی کرنسیوں کا تبادلہ کمی بیشی کے ساتھ ادھار بھی جائز ہے، کرنسیاں ثمن عرفی ضرور ہیں لیکن ثمن خلقی کے تمام احکام ان پر عائد نہیں ہو سکتے، دونوں کے احکام کے درمیان کچھ نہ کچھ بنیادی فرق ہونا ضروری ہے، جس سے دونوں کی خلقی اور عرفی حیثیتوں کے درمیان خط امتیاز کھینچا جا سکے۔

مولانا محمد عزیز القاسمی صاحب

دو ملکوں کی کرنسیاں الگ الگ حیثیت رکھتی ہیں اس لئے اختلاف جنس کی وجہ سے دو ملکوں کی کرنسیوں کا تبادلہ کمی وبیشی کے ساتھ ادھار جائز ہے۔

مولانا زبیر احمد قاسمی صاحب

کرنسی نوٹ سابقہ تجویز کے مطابق ثمن عرفی واصطلاحی ہیں، کالفلوس النافقہ، فلوس نافقہ اور دراہم دنانیر کا تبادلہ بدون التقابض صحیح ہے، فلوس نافقہ اصلاً از قبیل عروض ہیں اس میں بھی تقابض ضروری نہیں، اس طرح دو ملکوں کی کرنسیوں کا ثمن اصطلاحی ہونے کے سبب مختلف القدر رہوتے ہوئے بدون التقابض تبادلہ صحیح ہونا چاہئے **كالفلوس النافقة**۔

مفتی سعید احمد پالنپوری صاحب

(۱) دو ملکوں کی کرنسیاں ثمن حقیقی نہیں ہیں، بس قدر وجنس کے فقدان کی وجہ سے کمی بیشی اور ادھار دونوں جائز ہیں، البتہ دونوں عوض ادھار نہیں ہو سکتے **لنهي بيع الكالي بالكالي**۔

(۲) ہر ملک کی کرنسی منفرداً ثمن عرفی ہے فاحکامہ واضح۔

مفتی برہان الدین سنبھلی صاحب

دو ملکوں کی کرنسیوں کے درمیان تبادلہ میں تفاضل کے جواز پر تو اب علماء متفق ہیں،

لیکن نسئیہ کے بارے میں اختلاف ہے (جیسا کہ بحث ونظر کے تازہ شمارہ ص ۹،ص ۱۱۶،۱۱۵ سے بھی معلوم ہوتا ہے) یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ ایک ملک کی کرنسی کے درمیان تبادلہ ہوتو اس میں تفاضل کے حرام ہونے پر سب کا تقریباً اتفاق کیوں ہے؟ اب سوچنا یہ ہے کہ حرمت کاملہ فی الربوٰ کے لئے دوعلتوں کا (عند الاحناف) ہونا ضروری ہیں، اتحاد قدر، اتحاد جنس تو ایک ملک کی کرنسی کے اندر وہ دو علتیں کون کون سی ہیں؟ ان میں سے ایک علت بظاہر، (اتحاد جنس) حقیقی ہے دوسری علت (اتحاد قدر) اعتباری ہے، اب جبکہ دو ملکوں کی کرنسیوں کے درمیان تبادلہ کا مسئلہ سامنے ہے تو ان کے درمیان صرف ایک علت (اتحاد جنس) مفقود ہوئی، دوسری علت (اتحاد قدر اعتباری) موجود ہے اور یہ مسلمہ اصول ہے کہ صرف ایک علت کے فقدان سے صرف ایک بات (تفاضل) کا جواز ہوتا ہے، دوسری بات (نسئیہ) حرام رہتی ہے، لہٰذا مسئلہ زیر بحث کا حکم یہی اصولاً سمجھ میں آتا ہے کہ دو ملکوں کی کرنسیوں کے تبادلہ کی صورت میں تفاضل تو جائز ہو مگر نسئیہ جائز نہ ہو۔

لیکن فتح القدیر اور مبسوط کی عبارات سے نسئیہ کے جواز کی بھی گنجائش نظر آتی ہے۔ (برہان)

مولانا عتیق احمد بستوی صاحب

جناب ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی صاحب نے کرنسی کی خرید وفروخت کے سلسلے میں جس نقطہ کی طرف اشارہ کیا ہے اس کی بابت میرا خیال بھی وہی ہے جس کو مولانا تقی عثمانی صاحب سے نقل کیا ہے میرے نزدیک کرنسی نے اگرچہ اب ثمن کی حیثیت اختیار کرلی ہے لیکن بعینہٖ اس پر وہی احکام جاری نہیں ہونگے جو کہ ثمن خلقی یعنی سونے چاندی کے ہیں بلکہ کرنسی کے احکام کچھ ان سے مختلف ہوں گے، منجملہ ان احکام کے یہ بھی ہے کہ دو ملکوں کی کرنسی کا باہمی تبادلہ نقد ہونے کے ساتھ ادھار بھی ہوسکتا ہے، محض نقد ہی معاملہ ہونا اگرچہ جنس مختلف ہو یہ صرف بیع صرف کا حکم ہے اور بیع صرف حقیقی سونے و چاندی میں محصور ہے۔

مفتی عزیز الرحمٰن بجنوری صاحب

بحث ونظر شمارہ ۹ میں مذکورہ اسی باب میں ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی کی رائے زیادہ، صواب ہے اور صحیح ہے کہ ایک ملک کی کرنسی دوسرے ملک کی کرنسی سے کم وزیادہ تو فروخت ہوسکتی ہے لیکن ادھار جائز نہیں ہے، حضرت اسامہ بن زید کی روایت میں ہے ''انما الربا في السنئیه''.

مولانا شفیق احمد مظاہری صاحب

دو ملکوں کی کرنسیوں کا اُدھار تبادلہ کے جواز اور عدم جواز کے سلسلے میں مولانا تقی عثمانی صاحب کی رائے اور استدلال سے مکمل اتفاق ہے، یعنی کرنسی کا تبادلہ دوسرے ملک کی کرنسی کے ساتھ ادھار بھی جائز ہے۔

نوٹ کی شرعی حیثیت کے بارے میں سوالات

تمہید

عہد قدیم میں اشیاء کا تبادلہ اشیاء سے ہوا کرتا تھا مختلف معاشی وجوہ سے سونے چاندی کو ذریعہ تبادلہ کی حیثیت سے تسلیم کرلیا گیا اور اس کے سکے بازار میں جاری ہوگئے اور ان کے ذریعہ اشیاء کی خرید وفروخت جاری ہوئی۔ ضرورت پڑی کہ ایسے چھوٹے چھوٹے سکے بھی ہوں جن سے چھوٹی چھوٹی چیزیں حاصل کی جاسکیں تو دوسری کم قیمت دھاتوں کے سکے رواج پذیر ہوئے، یہاں تک کہ کسی زمانہ میں لوہے کے چھوٹے ٹکڑے اور کوڑی بھی ذریعہ تبادلہ کی حیثیت سے رواج پذیر رہے۔

کاغذ کا نوٹ

مختلف معاشی اسباب کی وجہ سے آہستہ آہستہ سونے چاندی کی کرنسی کا رواج ختم ہوگیا اور دوسری دھاتوں کی کرنسی کا بھی رواج کم سے کم تر ہوگیا، اور ان کی جگہ کاغذی نوٹ جاری ہوگیا۔ شروع میں ایسا سمجھا جاتا تھا کہ ان کاغذی نوٹوں کا رشتہ سونے چاندی کے ساتھ جڑا ہوا ہے اور حکومتیں اتنا ہی نوٹ جاری کرتی ہیں جتنی مقدار میں متبادل صورت میں ان کے پاس سونا یا چاندی موجود ہوتا ہے۔

آہستہ آہستہ یہ رشتہ بھی کمزور ہوتا گیا، اور نوٹوں پر لکھی ہوئی یہ عبارت کہ ”حکومت اس نوٹ کے حامل کو اس کی مقدار میں دینار، درہم، ڈالر، پونڈ، ین، ریال یا روپیہ ادا کرنے کی ذمہ دار ہے“ بے کارسی ہو کر رہ گئی، اب کوئی بھی حکومت اس نوٹ کے عوض سونے یا چاندی کے اصل سکے ادا کرنے یا سونے یا چاندی کی اس مقدار کو ادا کرنے کو تیار نہیں ہے، ہاں اتنا تو ضروری ہے کہ اگر حکومت کسی نوٹ کو کالعدم قرار دیتی ہے تو وہ ایک مخصوص اعلان شدہ مدت

کے دوران اسکے عوض نیا جاری شدہ نوٹ اسی قیمت کا ادا کردیتی ہے، غرض یہ کہ تجربہ اور مشاہدہ کی بات یہی ہے کہ حکومتوں کی طرف سے جاری کئے گئے نوٹ اب سونے اور چاندی کے ساتھ ہم رشتہ نہیں رہے۔

نوٹ اور دراہم و دنانیر میں فرق

یہ بات بھی اہم ہے کہ سونے چاندی یا کسی دھات کا سکہ اگر اس کی کرنسی کی حیثیت ختم ہو جائے تب بھی بھی ایک دھات ہونے کی حیثیت سے اس کی مالیت برقرار رہتی ہے، بخلاف نوٹوں کے کہ اگر ان کی قانونی حیثیت ختم ہو جائے تو یہ کاغذ کا بے قیمت پرزہ بن کر رہ جاتے ہیں جن کی کوئی مالیت نہیں ہوتی ہے۔

نوٹ کا ابتدائی دور

اس میں کوئی شک نہیں کہ نوٹ کا جب رواج شروع ہوا تو اس کی قانونی اور رواجی حیثیت سند اور حوالہ کی تھی اسی لئے علمائے سلف جن کے سامنے یہ مسئلہ آیا انہوں نے اسے سند اور حوالہ قرار دیا، جیسے جیسے سونے یا چاندی کی کرنسی بازار سے اٹھتی چلی گئی اور نوٹ بے دھڑک بازار میں استعمال کیا جانے لگا اور حکومتوں نے جمع سونے یا چاندی کی مقدار کو نظر انداز کر کے نوٹ چھاپنے شروع کئے رواجا اور عرفا اس کی حیثیت بجائے سند اور حوالہ کے خود مستقل ثمن کی ہوگئی، اب یہ بات طے کی جانی چاہئے کہ موجودہ عہد میں شرعا اسے محض سند اور حوالہ تسلیم کیا جائے یا اسے ثمن قرار دیا جائے، یا کیا ایسا بھی سوچا جا سکتا ہے کہ نوٹ جو اصلا سند و حوالہ تھا اور اب یہ رواجا ثمن ہے اس میں دونوں جانب کی مشابہتیں ہیں تو کیا فقہاء غور و فکر کے بعد نوٹ کی ہر دو حیثیتوں کو سامنے رکھ کر نوٹ کے شرعی احکام مقرر کر سکتے ہیں اگر ہاں تو کیا؟

نوٹ کو حوالہ ماننے کی صورت میں دشواریاں

اس ذیل میں یہ بھی ذہن میں رہنا چاہئے کہ اگر نوٹ کو محض سند اور حوالہ تسلیم کیا جائے تو ظاہر ہے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی نوٹ کے ذریعہ اس وقت تک نہ ہو سکے گی جب تک زکوٰۃ لینے والا اس سے کسی شئی کا تبادلہ نہ کرلے، اسی طرح قرض کی صورت میں جتنے نوٹ بطور قرض دئیے گئے ہیں اتنے نوٹ کی واپسی نہ ہوگی بلکہ سونے اور چاندی کی جتنی مقدار کے لئے اس نوٹ کو سند تسلیم کیا جائے گا، اتنی مقدار سونے یا چاندی کی قیمت کے ادا کرنے ہوں گے۔

اسی طرح سند یا حوالہ ہونے کی صورت میں بین الاقوامی مارکیٹ میں ایک ملک کے نوٹ کو دوسرے ملک کے نوٹ سے تبدیل کرتے وقت ایسے دو نوٹ جو سونے کے سکوں کی سند ہیں یا ایسے دو نوٹ جو چاندی کے سکوں کی سند ہیں ہر دو نوٹ کے تبادلہ میں معتبر قدر زر کے درمیان مساوات اور فوری قبضہ ضروری ہوگا۔ پس یہ اور اس طرح کے کئی مسائل صرف سند ماننے کی صورت میں پیدا ہوتے ہیں۔

قابل لحاظ امر

اس ذیل میں ایک امر یہ قابل لحاظ ہے کہ سونا اور چاندی کو فقہاء ثمن خلقی کہتے ہیں، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ محض ذریعہ تبادلہ نہیں بلکہ ایک حد تک اشیاء کی قدر و قیمت کی حفاظت اور دیون (مؤخر مطالبے) کی ادائیگی کا معیار بھی ہے، اسی لئے اگرچہ سونے چاندی کے سکے کی قانونی حیثیت ختم ہو جائے پھر بھی وہ سکہ اپنی قدر و قیمت کو برقرار رکھتا ہے اس لئے اگر سو دینار مہر مقرر کیا جائے اور ہر دینار ایک تولہ سونے کا تسلیم کیا جائے تو اگر وہ سکہ قانونی حیثیت کھو دے تو بھی سو تولہ سونا ادا کرنا ہوگا۔ اسی طرح مہر مقرر کرتے وقت جو قدر ملحوظ تھی وقت گذرنے کے بعد بھی وہ قدر باقی رہتی ہے۔ نوٹ کے ساتھ مشکل یہ ہے کہ اگر اسے محض ثمن تسلیم کرلیا جائے تو پچاس برس گذرنے کے بعد بھی وہی نوٹ یا متبادل نوٹ جو اسی مالیت کا

جاری کیا گیا ہو، ادا کرنا ہوگا۔ چاہے اس نوٹ سے حاصل ہونے والی سونے چاندی کی مقدار میں کتنا فرق پڑ گیا ہو۔

علماء معاشیات کی ایک رائے

علماء معاشیات کا ایک رخ یہ بھی ہے کہ اشاریہ (INDEX) کے ذریعہ نوٹ کی قدر و قیمت کا تعین کیا جائے اور اس متعین قدر کی ادائیگی واجب قرار دی جائے، مثلا آج اگر روپیہ کی قدر بارہ پیسوں کے برابر ہے تو آگے چل کر مہر یا کسی دین کی ادائیگی کا وقت آئے تو روپیہ کی قدر گھٹ کر چھ پیسے ہوگئی تو ادائے گی سو روپیہ دین کی دو سو روپیہ کے نوٹ سے ہوگی، یا روپیہ کی قدر بڑھ کر ۲۴ پیسے ہوگئی تو سو روپے کی ادائیگی پچاس روپے کے نوٹ سے ہو جائے گی، علماء فقہاء کے لئے یہ بات قابل غور ہے رائج کرنسی کے قدر کے گھٹنے اور بڑھنے (غلا اور رخص) اور قوت خرید کے کم یا زیادہ ہو جانے کی صورت میں اور خاص کر اس وجہ سے کہ افراط زر تیز رفتاری کے ساتھ روپیہ کی قدر گھٹتا جا رہا ہے، اس لئے مہر اور دین، وقت گذرنے کے ساتھ اپنی قدر کھوتا جاتا ہے یا صفر سے بھی نیچے چلا جاتا ہے، مثلاً ایک عورت کا مہر ۱۹۵۰ میں پانچ سو روپے مقرر ہوا تھا جس کے عوض میں ڈھائی سو تولے چاندی ملتی تھی، اب ۱۹۸۹ میں ادائے گی کے وقت اگر ہم اسے پانچ سو روپے دلواتے ہیں تو اس پانچ سو روپے میں صرف سوا چھ تولہ چاندی آتی ہے، پس یہ اہم سوال ہے کہ شریعت میں جو عدل ملحوظ ہے اس طرح کی ادائیگی اس عدل کو پورا کرتی ہے یا نہیں؟

براہ کرم مندرجہ بالا تمہید کو پیش نظر رکھ کر مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات تحریر فرمائیں:

(۱) کرنسی نوٹ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

(۲) زر حقیقی یعنی سونے چاندی کے دینار و درہم اور زر اصطلاحی یعنی کاغذی نوٹ کے شرعی احکام یکساں ہوں گے یا ان میں کوئی فرق ہوگا؟

(۳) کرنسی نوٹوں کا نصاب زکوٰۃ کس اعتبار سے مقرر کیا جائے گا؟ یعنی بعض کرنسی ابتدائی

زمانہ میں سونے کی رائج تھی مثلاً دینار اور اس کے متبادل کے طور پر نوٹ جاری کیا گیا، بعض کرنسی چاندی کی رائج تھی، ان کے متبادل نوٹ جاری کیا گیا، تو آج کے کرنسی نوٹوں میں نصاب زکوٰۃ مقرر کرتے وقت سونے کا اعتبار کیا جائے گا یا چاندی کا؟

(۴) کاغذی نوٹوں کی اپنی ذاتی کوئی قیمت نہیں ہوتی اور افراط کی صورت میں اس کی قوت خرید تیزی سے گر جاتی ہے کیا اس صورت حال کی وجہ سے شرعاً یہ صحیح ہوگا کہ دیون یعنی مؤخر مطالبوں مثلاً قرض، مہر، پنشن، ادھار خریداری کی رقم اور وقت پر ادا نہ ہونے والی تنخواہوں کی ادائیگی کو قیمتوں کے اشاریہ سے وابستہ کر دیا جائے اور کیا ایسے کسی اشاریہ کی ترتیب اور اس کے ذریعہ ادائیگیوں میں انضباط ممکن بھی ہے اور کیا یہ کہنا صحیح ہے کہ عامۃ الناس کے درمیان ادائیگیوں کے لئے ایسی معیار مقرر کرنا جن کی بنیاد دقیق فنی اصولوں پر ہو، باہمی مشکل تنازعہ کا موجب ہوگا، نیز یہ کہ اس طرح سو روپئے کے بدلے پانچ سو روپئے کی ادائیگی باب ربوا کو کھولنے کا ذریعہ بنے گی؟

(۵) کیا یہ جائز ہوگا کہ نوٹوں کی شکل میں قرض دیتے وقت یا مہر کے تقرر کے وقت یا ادھار فروختگی کے وقت طرفین واجب الاداء نوٹ کی مالیت سونے یا چاندی میں طے کرلیں اور بوقت ادائیگی اس قدر سونے یا چاندی کی قیت کے مساوی نوٹوں کی ادائیگی پر معاملہ طے کرلیں؟

نوٹ کی شرعی حیثیت

تمہید

نوٹ ایک حادث چیز ہے جس کا وجود قرون اولیٰ میں نہیں تھا اس لئے ائمہ مجتہدین کے اقوال میں اس کے متعلق کسی تصریح کے ملنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لیکن یہ بھی مسلمات میں سے ہے کہ شریعت محمدیہ میں اللہ پاک نے ایسی جامعیت رکھی ہے کہ ایمان والا کسی موڑ پر پہنچ کر اپنے سامنے تاریکی محسوس نہیں کرتا، قرآن وحدیث سے حضرات ائمہ نے ایسے ضوابط مستنبط کر دئیے ہیں جو ہمیشہ کے لئے نئے مسائل کے سلسلے میں مشعل راہ رہیں گے۔ لیکن ان اصولوں پر انطباق کا انداز ہر ایک کا جداگانہ ہے اس لئے نئے مسائل میں اختلاف رائے سے مفر کی کوئی صورت نہیں، چنانچہ نوٹ کی شرعی حیثیت کی تعیین کے سلسلے میں بھی ہمارے اسلاف کا اختلاف رہا ہے، گو موجودہ صورت حال نے ان اسلاف کے اختلاف سے بھی اختلاف کرنے کی گنجائش فراہم کر دی ہے، ظاہر سی بات ہے جو حضرات سند، حوالہ کہہ کر جا چکے ہیں گو انہوں نے اپنے زمانے کے اعتبار سے ایک واقعی وشرعی بات کہی، لیکن اس وقت سے اب تک مسائل کو جو پیچیدگیاں امت مسلمہ کے سامنے آئیں یا ہیں ان کا بظاہر کوئی حل انہوں نے نہیں چھوڑا، اس لئے عصر حاضر کے علماء ومفتیان کرام کی شرعی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ مسئلہ کی صحیح نوعیت موجود صورت حال کے اعتبار سے پیش کر کے مسائل کی پیچیدگیوں کو دور کریں۔

اظہار تشکر

اللہ پاک جزائے خیر عطا فرمائے حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی صاحب مدظلہ کو کہ انہوں نے مجمع الفقہ الاسلامی کے عنوان سے حضرات علماء کرام ومفتیان عظام سے رابطہ پیدا

کر کے ان جیسے نئے مسائل کا حل امت مسلمہ کے سامنے پیش کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے وہ اپنی ان مساعی میں کس حد تک کامیاب یا ناکام ہیں اس کے لئے مستقبل کے فیصلوں کے انتظار کی ضرورت نہیں، ماضی کی کارکردگی ان کی خوش نامی کی ضمانت کے لئے کافی ووافی ہے۔

اس وقت نوٹ کی شرعی حیثیت کے سلسلے میں چند سوالات کے جوابات سپرد قلم کئے جارہے ہیں، ان جوابات میں گو کوشش اس بات کی کی گئی ہے کہ موجودہ صورت حال کو سامنے رکھ کر اپنے رجحانات بیان کر دیئے جائیں لیکن بہت ممکن ہے کہ یہ رجحانات کسی عارض کی وجہ سے غیر قابل قبول ہوں اس لئے اصرار نہیں۔

دو ملکوں کی کرنسیوں کے تبادلہ کا حکم

زیر بحث مسئلہ ''دو ملکوں کی کرنسیوں کے تبادلہ کے سلسلہ میں اظہار رائے سے قبل فقہاء کرام کی ذکر کردہ اصولی چند باتیں سپرد قلم ہیں تا کہ مسئلہ مسئول عنہا کے سلسلہ میں رائے کے انطباق میں سہولت ہو جن چیزوں سے معاملات کا تعلق ہوتا ہے۔'' حضرات فقہاء نے اس کی تین قسمیں بیان کی ہیں:

(۱) کیلی۔ (۲) وزنی۔ (۳) غیر کیلی غیر وزنی۔

کسی چیز کے مکیل یا موزون ہونے کی صفت کو اصطلاحِ فقہاء میں قدر کہتے ہیں اور اس کی حقیقت کو جنس کہتے ہیں۔

اشیاء کی جنس و قدر کے اعتبار سے چار قسمیں ہیں:

(۱) متحد الجنس متحد القدر جیسے گیہوں اور جو (۲) غیر متحد الجنس مختلف القدر جیسے بکری کی بیع بھینس سے۔ (۳) متحد الجنس مختلف القدر (یا مفقود القدر) جیسے کپڑے کی بیع کپڑے سے جنس ایک ہے لیکن کپڑا نہ کیلی ہے نہ وزنی۔ (۴) غیر متحد الجنس متحد القدر جیسے گیہوں کی بیع نمک سے۔ ان اقسام یہ ہے کہ پہلی قسم میں سواءً بسواءٍ نہ یدًا بیدٍ دونوں واجب

ہیں ورنہ دونوں لازم آئے گا اور دوسری قسم میں نہ سواءً بسواءٍ واجب ہے نہ یدًا بیدٍ "فبیعوا کیف شئتم" میں داخل ہے اور تیسری قسم میں یدًا بیدٍ واجب ہے سواءً بسواءٍ واجب نہیں اور چوتھی قسم میں صرف یدً ابیدٍ واجب ہے سواءً بسواءٍ واجب نہیں۔

دوملکوں کی کرنسیوں کا حکم

اب دیکھنا ہے کہ دوملکوں کی کرنسیاں ان اقسام اربعہ میں سے کسیقسم میں داخل ہے کہ نہیں، ظاہر ہے کہ قسم اول میں داخل نہیں ہے اس لئے کہ پہلی قسم میں اتحاد جنس کے ساتھ اتحاد قدر بھی ضروری ہے اور یہ کرنسیاں متحد الجنس نہیں جیسا کہ دوسرے فقہی سمینار میں اس پر علماء کرام ومفتیان عظام کا اتفاق ہو چکا ہے۔

اور متحد فی القدر بھی نہیں چونکہ یہ کرنسیاں نہ کیلی ہیں نہ وزنی۔ البتہ کرنسیاں اقسام اربعہ میں سے دوسری قسم میں داخل ہیں، چونکہ دوسری قسم میں نہ اتحاد جنس کی قید ہے اور نہ ہی اتحاد قدر کی۔ دوملکوں کی کرنسیوں کا جنس کے اعتبار سے مختلف ہونا متفق علیہ ہے اور اتحاد قدر کا فقدان بھی مسلمات میں سے ہے چونکہ یہ کرنسیاں نہ کیلی ہیں نہ وزنی۔

اور جب اتحاد جنس اور اتحاد قدر دونوں مفقود ہوں تو نہ سواءً بسواءٍ واجب ہے نہ یدًا بیدٍ یہ صورت فبیعوا کیف شئتم میں داخل ہے۔ اس لئے دوملکوں کی کرنسیوں کا تبادلہ کمی بشی کے ساتھ بھی جائز ہے اور ادھار بھی جائز ہے جیسا کہ نقد جائز ہے۔

ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی کو شبہہ اس سے ہوا ہے کہ انہوں نے حدیث پاک کو محدثین کے کلام کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کی ہے اگر امام ترمذیؒ کے بقول "الفقهاء اعلم بمعاني الحديث" (ترمذی شریف) حضرات فقہاء کرام کے کلام کی روشنی میں سمجھتے تو ان کو یہ شبہ پیدا نہ ہوتا۔

اگر مذکورہ بالا تفصیلات (جو حضرات فقہاء کی ذکر کردہ ہیں) کی روشنی میں حدیث پاک

کو اس مسئلہ میں سمجھیں تو انشاء اللہ ان کا شبہہ فوراً ختم ہو جائے گا اس لئے کہ حضرات فقہاء کی تفصیلات بھی احادیث نبویہ سے مستنبط ہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمیؒ

ماشاء اللہ محترم مفتی حبیب اللہ صاحب زاد مجدہٗ نے مسئلہ مبحوث عنہا سے اشتباہ کا اچھی طرح ازالہ فرمادیا ہے جو مدلل بھی ہے اور مفصل بھی۔ اس حقیر کے خیال میں بھی یہی حق ہے **والحق أحق أن يتبع والله يهدى إلى سواء السبيل۔**

محمد حنیف غفرلہ　　لقد اصاب من اجاب　　فقط عبد الحلیم غفرلہ

اموال کے حدود اربعہ

حضرات فقہاء نے اموال کی چار قسمیں بیان کی ہیں:

(۱) جو اصل خلقت کے اعتبار سے ثمن ہیں اور ہر حال میں وہ ثمن رہتے ہیں خواہ اپنے جنس کے مقابلہ میں ہوں یا غیر جنس کے، اس قسم میں فقہاء کرام نے سونا چاندی کو داخل کیا ہے۔

(۲) جو ہر حال میں مبیع ہیں، جیسے کپڑے چوپائے وغیرہ۔

(۳) جو من وجہ ثمن اور من وجہ مبیع ہیں جیسے مکیلات وموزونات۔

(۴) جو اصل کے اعتبار سے سامان ہو لیکن اصطلاح ناس کی وجہ ثمن کا اطلاق اس پر کیا جاتا ہو، اسی کو ثمن عرفی واصطلاحی کہتے ہیں۔

نوٹ کا تجزیاتی پہلو

ظاہر ہے کہ نوٹ اقسام اربعہ میں سے پہلی تین قسموں میں داخل نہیں، اس لئے اسے چوتھی قسم میں داخل کر کے یہ کہنا ہوگا کہ اصل خلقت کے اعتبار سے تو یہ کاغذ ہے، لیکن عرف واصطلاح نے اس کو ثمن کا درجہ دے دیا ہے اب جب تک یہ رائج رہے گا ثمن ہے بلکہ عین ثمن

ہے یہی وجہ ہے کہ نوٹ دینے کے بعد کوئی ثمن خلقی کا مطالبہ نہیں کرتا۔لیکن یہ اتحاد اسی وقت تک قائم رہے گا جب تک اس کی حیثیت عرفیہ باقی رہے گی اور جب اس کی حیثیت عرفیہ ختم ہوجائے گی تو اس کی ثمنیت بھی ختم ہوجائے گی لیکن اس کو ثمن خلقی کا درجہ اس وجہ سے نہیں دیا جاسکتا کہ ثمن خلقی کی جب رواجی حیثیت ختم ہوجاتی ہے تب بھی اس کی فی الجملہ مالی حیثیت باقی رہتی ہے، بخلاف نوٹ کے کہ اس کی حیثیت عرفیہ ختم ہونے کے بعد شئی مبتذل بے قیمت چیز بن کر رہ جاتی ہے۔

نوٹ سے متعلق چند احکامات

لیکن چونکہ نوٹ ثمن عرفی ہے، ثمن خلقی نہیں، اس لئے اس کے ذریعہ سونے و چاندی کی خریداری میں بیع صرف کے احکام جاری نہ ہوں گے، ان نوٹوں سے نقد یا ادھار کم وبیش ہر طرح سے سونا چاندی خریدی جاسکتی ہے اور اس کے علاوہ بہت سی جزئیات ہیں جہاں دونوں کی حیثیتیں الگ الگ ہوجاتی ہیں، مثلاً یہ کہ زر حقیقی کی رواجی حیثیت کے ختم ہونے کے بعد بھی اسے نصابی حیثیت حاصل رہے گی اور ساڑھے سات تولہ (۸۷؍گرام ۴۸۰؍ملی گرام) سونا اور ساڑھے باون تولہ (۶۱۲؍گرام ۳۶۰؍ملی گرام) چاندی وزن کے اعتبار سے ہونے پر زکوٰۃ واجب ہوجائے گی، بخلاف ثمن عرفی کے کہ اس کی رواجی حیثیت ختم ہونے کے بعد نصابی حیثیت کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہوگا لیکن سو کا نوٹ دے کر پچھتر یا سوا سو روپئے لینا درست نہیں ہوگا، اس مسئلہ میں اس کو ثمن خلقی کی مناسبت سے فائدہ پہنچے گا، گو حقیقتاً ربوا نہ ہو، عینیت کے فقدان کی وجہ سے، لیکن شبہ ربوا سے تو مفر نہیں، اور کتب فقہ میں یہ مصرح ہے کہ شبہ ربوا بھی باعث حرمت ہے، یہی وجہ ہے کہ حضرات فقہاء نے بیع عینہ اور شراء باقل مما باع سے منع کیا ہے اور حدیث پاک سے بھی اس کی ممانعت ثابت ہے۔الحاصل چونکہ عرفا اسے ثمن خلقی سمجھا گیا ہے اور مقاصد ثمن خلقی اس سے متعلق ہیں اس لئے تفاضل کے مسئلہ میں اس کا اعتبار رہوگا۔

انفع للفقراء کی رعایت کا پہلو

لیکن نصاب زکوٰۃ کے سلسلہ میں جب اعتباری گفتگو کی باری آئے گی تو حضرات فقہاء کے ضابطہ ''انفع للفقراء '' کو ملحوظ رکھنا پڑے گا۔اور بقدر نصاب چاندی، یا کیش رقم کسی کے پاس ہو اور اس پر حولان حول ہو جائے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہو جائے گی، پھر ڈھائی فیصد والا حساب جو دراہم میں رائج تھا وہی چلے گا چنانچہ اس کی تصریح بہت سے اسلاف نے بھی کی ہے۔

سونے کا اعتبار کرنے کی صورت میں انفع للفقراء کی رعایت نہیں ہو پائے گی اس لئے نصاب زر یہاں ساقط الاعتبار ہو گا۔

اشاریہ سے متعلق رائے

یہ کہنا بجا ہے کہ نوٹوں کی اپنی ذاتی کوئی قیمت نہیں، یہی وجہ ہے کہ اسے ثمن خلقی قرار نہیں دیا گیا ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ افراط زر کی صورت میں اس کی قوت خرید تیزی سے گرجاتی ہے لیکن ان وجوہات کی بنا پر دیون کو قیمتوں کے اشاریہ سے وابستہ کرنے میں امت مسلمہ کو پھر الجھاؤ میں جہاں مبتلا کرنا ہے جس کا انضباط مشکل تر ہے، وہیں باب ربوا کو کھولنے کا ذریعہ بھی ہے، جب کہ انہیں احتمالات ے خاتمہ کے لئے حضرات فقہاء نے سفاتج اور ان جیسی شکلوں سے منع کیا ہے، **کل قرض جر نفعا فهو ربوا حرام** کے وسیع دامن سے یہ صورت نکل نہیں سکے گی جس کے نتیجہ میں پھر حقیقت ربوا یا شبہ ربوا کے تحت امت حرام مال لینے دینے والی ہو جائے گی۔

حیلہ شرعی

اس لئے بظاہر حیلہ کی وہ شکل جو سوال نمبر ۵ کے تحت درج ہے اس کو اپنانے میں کوئی

قباحت نظر نہیں آتی اور اس میں بظاہر کوئی دشواری بھی نہیں اور طرفین کی رعایت بھی ہے اور اس انداز کے حیلوں کی اجازت بھی کلام فقہاء میں ملتی ہے۔

مسئلہ زفاف میں ایک عورت کی خبر کا حکم

سوال: دیہاتوں میں عام طور پر جب بیوی میکہ سے رخصت ہو کر پہلی بار آتی ہے تو اسے کسی ایک کمرہ میں مقیم بنا دیا جاتا ہے اس کے بعد رات کے کچھ حصے کے گذرنے پر بھابھی آ کر کہتی ہے آؤ اور بلا کر اسی کمرہ میں داخل کر دیتی ہے یہ کہہ کر تمہاری بیوی اسی میں ہے تو کیا شرعاً اس انداز کے مسائل میں صرف ایک عورت کی بات قابل قبول ہو سکتی ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

زفاف کے مسئلہ میں ایک عورت کی بھی بات قابل قبول ہے بشرطیکہ مرد کے نزدیک وہ ثقہ ہو یا ظن غالب اس کے ثقہ اور صادق ہونے کا ہو۔ (کمافی البنایہ:۹/۳۳۱) الا ترى ان من تزوج امرأة فادخلها عليه انسان وأخبره أنها امرأته فله أن يعتمد على خبره ويطأها إذا كان ثقة عنده أو كان أكبر رايه أنه صادق الخ۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) عن عقبة بن الحارث أنه تزوج ابنةً لأبي إهابٍ بن عزيزٍ فأتت امرأة فقالت: قد أرضعت عقبة والتي تزوج بها فقال لها عقبة: ما أعلم أنك قد أرضعتني ولا أخبرتني. فأرسل إلى آل أبي إهاب فسألهم فقالوا ما علمنا أرضعت صاحبتنا فركب إلى النبي صلى الله عليه وسلم. بالمدينة فسأله: فقال: رسول الله صلى الله عليه وسلم كيف وقد قيل: ففارقها عقبة ونكحت زوجاً غيره. (مشكاة المصابيح باب المحرمات رقم الحديث: ۳۱۶۹)۔ (۲) بناية ج:۹ص:۳۳۱۔ قديم۔

فتنہ کے دفعیہ کے لئے قیام کا حکم

سوال: زید یہ کہتا ہے کہ امراء واغنیاء اگر آئیں تو دفعا للفتنة ان کا استقبال کھڑے ہو کر کرنا چاہیئے۔ اور اگر فقراء طلباء آجائیں نہ کھڑا ہو۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

اگر ترک قیام پر ضرر کا اندیشہ ہو، تو کھڑا ہو جانا چاہیئے، اس کی تائید شیخ ابو القاسم سمرقندی کے فعل سے ہوتی ہے: ”كما حكى عن الشيخ ابى القاسم السمرقندى الحكيم ؒ انه كان اذا دخل عليه أحد من الاغنياء يقوم له ويعظم ولا يقوم للفقراء وطلبة العلم فقيل له فى ذالك فقال لانه الاغنياء يتوقعون من التعظيم فلو ترك تعظيم انزعجوا والفقراء وطلبة العلم لا يطمعون فى ذالك وانما يطمعون جواب السلام والتكلم معهم فى العلم ونحوه فلا يتضررون بترك القيام“۔ (بنایہ:٩/٣٢٧)(١)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(١) كما حى عن الشيخ أبي القاسم السمر قندى: "الخ"۔ (بنايه ج:١٢ ص:١٩٩)۔ كتاب الكراهية: فصل فى الاستبراء وغيره)۔ دار الكتاب العلميه بيروت۔

سونے کی سلائی سے سرمہ لگانے کا حکم

سوال: زید کے پاس ایک سرمہ دانی ہے جس کی سلائی صرف سونے کی ہے، تو کیا اس سلائی سے سرمہ لگا سکتے ہیں یا نہیں؟ **بینوا وتوجروا**

الجواب: حامدًا ومصلیًا

اس سلائی کا استعمال جائز نہیں، استعمال کرنے والا خواہ مرد ہو یا عورت کذا فی الهدایه.
کتاب الکراهیه، والاکتحال بمیل الذهب والفضة ۴/۴۳۶(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) هداية ج:۴ص:۴۳۶۔ کتاب الكراهية تهانوی۔

هكذا فی: الدر المختار مع الشامی: ج:۶ص:۳۴۲۔ کراچی۔

وكذا الأكل بملعقة الذهاب والفضة والاكتحال بميلها واما أشبه ذلك۔ (مجمع الأنهر ج:۲ص:۵۲۶۔ مصری قديم)۔

تبيين الحقائق ج:۶ص:۱۱۔ بيروت۔

قمار کی ایک شکل

سوال: پانچ افراد نے مل کر ایک ایک ہزار روپے جمع کئے اور پھر آپس ہی میں اس کا ڈاک کیا اور جو جتنا زیادہ چھوڑ کر خرید لے اس کو دیدیا مثلاً ان پانچوں میں سے ایک نے ایک ہزار چھوڑ کر چار ہزار لے لیا اور بقیہ ایک ہزار کو پانچ افراد نے ڈھائی ڈھائی سو آپس میں تقسیم کرلیا، پھر دوبارہ اسی طرح سے کرتے ہیں اور باری باری ہر شخص خریدتا ہے آیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور ناجائز ہے تو اس کی وجہ کیا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

یہ بھی فی الجملہ قمار ہی ایک شکل ہے لہٰذا اس کی اجازت نہیں ۔(١)

التعليق والتخريج

(١) قال الله تعالى: يا ايّها الذين اٰمنوا انّما الخمر و الميسر و الانصاب والازلام رجس من عمل الشيطان فاجتنبوه لعلكم تفلحون. (سورة المائدة: ٩٠).

يسئلونك عن الخمر والميسر قل فيهما اثم كبير ومنافع للناس واثمهما اكبر من نفعهما (سورة البقرة: ٢١٩). قال فى روح المعانى: وفى حكم ذلك أى الميسر جميع انواع القمار من النرد واشطرنج وغيرهما حتى أوخلوا فيه لعب الصبيان بالجوز والكعاب والقرعة فى غير القسمة وجميعو انواع المخاطر والرهان. (روح المعانى ج:٢ ص:١٧٢). زكريا.

لأنّ القمار من القمر الذى يزداد تارة وينقص أخرى وسمى القمار قماراً لأنّ كل واحد من المقامرين ممن يجوز أن يذهب ماله إلى صاحبه ويجوز أن يستفيد مال صاحبه وهو حرام بالنص. (شامى: فصل فى الاستبراء: ج:٦ ص:٤٠٣). (و كذا فى تبيين الحقائق: مسائل شتى قبيل كتاب الفرائض ج:٦ ص:٢٢٧). امداديه ملتان.

لا تأكلوا اموالكم بينكم بالباطل (سورة البقرة: ١٨٨). فى تفسير قرطبى: والمعنى لا يأكل بعضكم مال بعض بغير حق فيدخل فى هذا القمار والخداع... ومالا تطيب به نفس مالكه أو حرّمته الشريعة وإن طابت به نفس مالكه. (تفسير قرطبى تحت آية: ١٨٨. من سورة البقرة).

طہارتِ فضلاتُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تحقیق

سوال: حضور ﷺ کے فضلات پاک ہیں یا نہیں میری نگاہوں سے مختلف عبارتیں گذریں ہیں کہیں پاک ہونا معلوم ہوتا ہے اور کہیں ناپاک اس کی کیا تحقیق ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

اکثر حضرات محدثین طہارت ہی کے قائل ہیں خود حضرت امام ابوحنیفہؒ بھی اسی کے قائل ہیں جیسا کہ المواھب اللدنیۃ میں بحوالہ عینیؒ شرح بخاری مذکور ہے، علّامہ بیری نے بھی شرح اشباہ میں اسی کی تصریح کی ہے، بعض ائمہ شافعیہ نے بھی طہارت والے قول ہی کی تصحیح کی ہے، بقول حافظ ابن حجر عسقلانی ''دلائل سے طہارت کے قول کو ہی تقویت ملتی ہے'' اور بقول مُلّا علی قاریؒ اکثر حضرات حنفیہ کا مختار قول یہی ہے، بہت سے حضرات ائمہ حدیث نے سرکارِ دوعالم ﷺ کی خصوصیات میں سے اسے شمار کیا ہے۔ (ردالمختار ج ا ص ٣١٨)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(١) صحّح بعض الشافعية طهارة بوله صلى الله عليه وسلم وسائر فضلاته وبه قال أبو حنيفة، كما نقله فى المواهب الدنيانية عن شرح البخارى للعينى وصرح به البيرى فى شرح الاشباه. قال الحافظ ابن حجر تظافرت. الأدلة على ذلك. وعد الأئمة ذلك من خصائصه صلى الله عليه وسلم ، ونقل بعضهم عن شرح المشكاة ملا على القارى: أنه قال: أختاره كثير من أصحابنا وأطال فى تحقيقه فى شرحه على الشمائل فى باب ماجاء فى تعطرة صلى الله عليه وسلم. (شامى ج:١ص:٣١٨. كراچى).

جرمانہ کی رقم کا حکم

سوال: گاؤں میں ایک آدمی کسی نامناسب جرم میں پکڑا گیا (چوری میں) پنچایت والوں نے اس کے اوپر پانچ سو روپئے جرمانہ کیا۔ جواب طلب امر یہ ہے کہ کیا اس روپئے سے مسجد کی تعمیر یا مدرسے کی تعمیر ہوسکتی ہے؟

مدرس کی تنخواہ یا مسجد میں پانی کا انتظام ہوسکتا ہے؟ بصورت دیگر اس روپئے کا مصرف کیا ہے؟ از راہِ کرم مکمل و مدلل جواب مرحمت فرما کر ممنون و مشکور فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

جرمانہ کی رقم کا مسجد کی تعمیر یا کسی اور کام میں لگانا جائز نہیں بلکہ جرمانہ کی رقم جس سے لی گئی ہے اس کو واپس دینا ضروری ہے۔(۱) حنفیہ کے نزدیک مالی جرمانہ جائز نہیں اس لئے اس انداز کے مجرمین کے لئے تبلیغ کا ایک دو چلہ طے کر دیا کریں اور چلہ میں بھیجد یا کریں اس سے انشاء اللہ معاشرہ کی اصلاح ہوگی۔(۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) يردونها على أربابها إن عرفوهم وإلّا تصدقوا بها لأنّ سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد اعلى صاحبه ۔ (شامي: كتاب الحظر والإباحة ج:۶ ص:۳۸۵)۔ کراچی۔ (و كذا في البحر الرائق ج:۸ ص:۲۱۰)۔ کراچی۔

(۲) والحاصل أنّ المذهب عدم التعزير بأخذ المال۔ (شامي: مطلب في اللتعزير بأخذ المال: ج:۴ ص:۶۱)۔ کراچی۔

لا يكون التعزير بأخذ المال من الجاني في المذهب (مجمع الأنهر: فصل في التعزير ج:۲ ص:۳۷۱)۔ فقيه الأمت۔

لا يعاقب رجل في ماله وإنّما يعاقب في بدنه وإنّما جعل الله الحدود على الأبدان وكذلك العقوبات فأمّا على الأموال فلا عقوبة عليها ۔ (كتاب الام للشافعي رحمه الله: الحكم في قتال المشركين، باب الغلول ج:۵ ص:۳۳۳) ۔ دار الحديث القاهرة) ۔

فکس ڈپوزٹ کی رقم کا حکم

جناب مفتی حبیب اللہ صاحب، مدرسہ ریاض العلوم گورینی جونپور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

سوال ۱: زید نے تین لاکھ روپیہ بینک سے قرض لیا زید نے خود ۵۰/ ہزار روپیہ بطورِ ضمان جمع کیا اور اپنے دوست بکر سے ۵۰ ہزار جمع کرایا۔ بکر نے ۵۰/ ہزار روپیہ اس شرط پر جمع کیا کہ زید سود لے گا۔ اس فکس ڈپوزٹ کی رقم سے جو سود مل رہا ہے زید کو دینا جائز ہے یا نہیں؟

سوال ۲: دوسرے سود کی رقم سود میں دے سکتے ہیں یا نہیں؟

سوال ۳: رفاہ عام میں اختلافی صورت میں سود کی رقم خرچ کریں یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

(۱) فکس ڈپوزٹ میں رقم رکھنا جائز نہیں ۔ اور اگر لا علمی میں کسی نے رکھ دیا تو سود کی رقم کو اس کے مصارف میں خرچ کرنا ضروری ہے اس کے متفق علیہ مصارف دو ہیں:

(۱) غیر واجبی ٹیکس ۔ (۲) فقراء مسلمین ۔

(۲) سود کی رقم کو سود میں نہیں دے سکتے ۔

(۳) بہتر یہی ہے کہ متفق علیہ پر عمل کیا جائے ضرورت شدیدہ کے وقت اگر مختلف فیہ پر عمل کر لیا گیا تو بہر حال اس کی گنجائش ہے ۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(١) أحلّ البيع اوحرّم الربوا۔ (سورة البقرة)

عن جابر رضی اللہ عنہ قال لعن رسول الله۔ صلى الله عليه وسلم۔ أكل الربوا ومؤكله وكاتبه وشاهديه وقال هم سواء۔ (مشكاة شريف۔ باب الربوا ج:١ ص:٢٤٤)۔ مكتبه ملت۔

إن المالك الحقيقى لهذا المال الحرام الفقراء والمساكين والمصالح العامّة للمسلمين۔ (احكام المال الحرام ص:٣٣٢)۔ دار النفائس بيروت)۔

أنّ الضرائب التى نقرض على المسلمين إذا كانت جائزة فإنّ لا ينبغى أن يعالج جورها باسلوب محرم لا يقرن الشرع لأنّ الحرام لا يواجه بالحرام... والضرائب الجائزة لا تواجه بالفائدة الربويّة۔ (أحكام المال الحرام ص:٣٣٣)۔

قال علماؤ نا أن سبيل التوبة مما بيده من الأموال الحرام إن كانت من ربا فليردّها على من أربى عليه وبطلبه إن لم يكن حاضراً فإن أيِسَ من وجوده فليتصدق بذلك عنه۔ (تفسير قرطبى: تحت آية سورة البقرة: ٢٧٩۔ ج:٢ ص٣٩٨)۔ دار البيان العربى۔

(وكذا فى بذل المجهود باب فرض الوضوء ج:١ ص:٣٦٠)۔ مركز الشيخ أبى الحسن الندوى۔

(وكذا فى معارف السنن: باب ماجاء لا تقبل الصلاة بغير طهور۔ ج:١ ص:٣٤) المكتبة البنوريّة۔

(٥) وقد اتفقت الأمة على أنّ الخروج من الخلاف مستحب قطعاً۔ (اعلاء السنن: يكتاب الربا: تحقيق كون الهند دار الحرب أو دار الاسلام ج:١٤ ص:٣٦٦)۔ ادارة القرآن كراچى)۔

سنہری چین کی گھڑی پہننا حرام ہے یا حلال؟

سوال: مسلمانوں میں سے بعض حضرات کا عقیدہ یہ ہے کہ جس طرح مردوں کے لئے سونا چاندی حرام ہے اسی طرح مکمل سنہری گھڑی (جس کا چین بھی سنہرہ ہو) بھی ناجائز ہے نیز یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مولوی صاحبان حرام کو اپنے لئے حلال کر لیتے ہیں اور طرح طرح کا الزام ان پر آتا ہے۔

الجواب: حامدًاومصليًا

چین، گھڑی کی حفاظت کے لئے ہے اور اسی نیت سے اس کو استعمال بھی کیا جاتا ہے، یہ چین تزئین کے لئے نہیں، اگر کوئی بہ نیت تزین پہنتا ہے تو اس کی نیت معلوم کرنے کے لئے اس سے بات کی جاسکتی ہے، لیکن علی الاطلاق لعنت وملامت مذموم ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

تصویرسازی کاحکم

سوال: فوٹو کھینچنا اور کھچانا جائز ہے کہ نہیں؟

الجواب: حامدًاومصليًا

”عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها عن النبی ﷺ قال أشد الناس عذابًا يوم القيامه الذين يضاهون بخلق الله متفق عليه وعن عبد الله ابن مسعود رضی الله عنهما قال سمعت رسول الله ﷺ يقول أشد الناس عذابًا عند الله المصورون“ (متفق علیہ) عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما قال سمعت رسول الله ﷺ يقول كل مصور فی النار يجعل له بكل صورة صورها نفسًا فيعذبه فی جهنم قال ابن عباس فإن

کنت لا بد فاعلا فأصنع الشجر ومالا روح فیه (متفق علیہ) قال رسول الله ﷺ إن اصحاب ھذہ الصور یعذبون یوم القیامة یقال لھم أحیوا ما خلقتم الحدیث عن سعید بن ابی الحسن قال کنت عند ابن عباس اذ جاءہ رجل فقال یا ابن عباس إنی رجل إنما معیشتی من صنعة یدی وإنی أصنع ھذہ التصاویر فقال ابن عباس لا احدثك الا ما سمعت من رسول الله ﷺ سمعتہٗ یقول من صور صورۃ فان الله معذبه حتی ینفخ فیه الروح ولیس بنافخ فیھا ابدًا" (مشکوٰۃ:۲/۳۸۶)(۱)

التعلیق والتخریج

(۱) عن عائشة عن النبی صلی الله علیه وسلم۔ قال الشداد الناس الخ۔ (مشکاۃ شریف: ج:۲ص:۳۸۵)۔ مکتبه ملت۔

کل ما یؤدّی إلی مالا یجوز لا یجوز۔ (شامی: کتاب الحظر والإباحة ج:۶ص:۳۶۰)۔ کراچی۔

إنّما حرّم فی نظر الشارع إذا کان لغرض فاسد کالتماثیل التی تتصنع یتعبد من دون الله فان فاعل ھذا له أسوأ الجزاء و کذلك إذا ترتب علیھا تشبه بالتماثیل أو تذ کر لشھوات فاسدۃ فإنّھا فی ھذہ الحالة تکون کبیة من الکبائر فلا یحل عملھا ولا بقاءھا ولا التفرج علیھا۔ (الفقه علی المذاھب الاربعة ص:۴۲۸)۔

أولئك قوم کانوا إذامات فیھم العبد الصالح أو الرجل الصالح بنوا علی قبل مسجداً وصوروا ففیه تتلك الصور أولئك شرار الخلق عند الله۔ (صحیح البخاری ج:۲ص:۸۸۰)۔ النسخ الھندیة)۔

وقال النووی ھذا محمول الخ۔ (مرقاۃ المفاتیح ج:۸ص:۳۳۰)۔ اشاعت الإسلام دھلی۔

قال أصحابنا وغیرھم من العلماء: تصویر صورۃ الحیوان حرام شدید التحریم

وھو من الکبائر لأنّه متوعد علیه بھذا الوعید الشدید المذکور فی الأحادیث، وسواء صنعه بما یمتھن أو بغیرہ فصنعته حرام بکل حال لأن فیه مضاھاۃ لخلق اللہ۔ (شرح النووی علی ھامش المسلم ج:۲ ص:۱۹۹)۔ یاسر ندیم۔

قبیح لعینہٖ وغیرہ کی وضاحت

شریعت مطہرہ میں کچھ چیزیں ایسی ہیں جو قبیح لعینہٖ ہیں یعنی ان کی ذات ہی میں قباحت ونفرت مرکوز ہے۔ اور کچھ قبیح لغیرہ ہیں یعنی اس کی ذات میں گو قباحت نہیں مگر دوسرے مقاصد کے لئے مقدمات ووسائل کا کام دیتی ہیں شارع کا فریضہ ہے کہ وہ جس طرح سے مفاسد کو روکے اسی طرح سے ان مقدمات ووسائل کا بھی سدّ باب کرے جو کسی نہ کسی وقت مفاسد تک منجر ہوں گی چنانچہ اسی وجہ سے حضرات فقہاء نے محرمات لغیرہا کی اصطلاح قائم فرمائی اور اس کے تحت محرم لغیرہ کی مثالیں بہت سی ملتی ہیں۔

انسان کی تباہی کا اصل راز مفاسد کا عشق نہیں، وسائل کا فریب ہے

یہ بھی واضح رہے کہ انسان کی تباہی وبربادی کا اصل راز مفاسد کا عشق نہیں بلکہ وسائل ومقدمات کا فریب ہے دنیا میں ہمیشہ مفاسد کے قیام ودوام کا ذریعہ وسائل ومقدمات ہی ہوتے ہیں چنانچہ مفاسد صریحہ سے نفرت خود طبیعت انسانی میں مرکوز ہے اس لئے کوئی قوم کسی فساد صریح کو باسم وشکل فساد یکا یک قبول نہیں کرسکتی۔ یہ وسائل ومقدمات ہی ہیں جو بوجہ عدم مضرت بالفعل شائع ہوجاتے ہیں اور پھر رفتہ رفتہ مفاسد قطعیہ واصلیہ تک منجر ہوتے ہیں۔ شرکت وبت پرستی، قتل اولاد، غلامی، جنگ وقتال وغیرہ ان تمام مفاسد وخبائث کے شیوع کی تاریخ پر غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ ان سب کا آغاز ان مقدمات ووسائل سے ہی ہوا ہے۔ جن پر توجہ نہیں دی گئی۔

تصویر کشی کی ممانعت کا راز

جب یہ حقیقت آپ کے سامنے آگئی تو آپ دیکھیں گے کہ بہت سے امور ایسے ہیں جس میں شرک وفساد کا بظاہر کوئی دخل نہیں ہے لیکن اس کے باوجود نہی منقول ہے تصویر وتماثیل کا مسئلہ بھی اسی کی ایک کڑی ہے اسلام کے ظہور کے وقت آلات بت پرستی میں سے ایک موثر ترین آلہ فن مصوری وتماثیل سازی بھی تھا آپ اگر فن مصوری کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ بت پرستی ہی کی وجہ سے یہ فن دنیا میں شائع ومقبول ہوا۔

علاوہ ازیں اگر آپ غور کریں تو معلوم ہوگا کہ فن مصوری ویسے بھی بہر حال وسیلۂ اصنام پرستی ہے ایسی حالت میں ناگزیر تھا کہ اس سب سے بڑے موثر وسیلہ شرک کا انسداد کیا جائے اور یہی وجہ ہے کہ شارع نے نہایت سختی کے ساتھ مصورین اور تصویروں کی مذمت کی ان کو لعن وغضب کا مورد قرار دیا ان گھروں کو سعادت سے محروم بتلایا جن میں تصویر ہو ان کو ''اشد النّاس عذابًا'' کی تہدید دی گئی ان کے ناری ہونے کی اطلاع دی گئی۔

''اشد النّاس عذابًا عند الله المصورون'' کے تحت ملّا علی قاریؒ تحریر فرماتے ہیں: ''وقال النووی هذا محمول علی من صور الأصنام لتعبد فله أشد عذابًا لانه کافر وقیل هذا فیمن قصد المضاهات بخلق الله تعالیٰ واعتقد ذٰلك وهو ایضًا کافر وعذابه اشد، واما من لم یقصدهما فهو فاسق لا یکفر کسائر المعاصی الخ'' (مرقاة المفاتیح: ۴/ ۳۳۰)

وقال شاہ عبد الحق محدث دہلویؒ وبعضے گفتہ اند کہ ایں وعید در حق آں کسے است کہ تصویر اصنام می کنند تا عبادت کردہ شوند از غیر حق تعالیٰ وایں شخص کافر است الخ وہر کہ نہ بایں قصد کنند فاسق است نہ کافر وحکم وے حکم مرتکب سائر معاصی است الخ (اشعة اللمعات: ۳/ ۵۹۳)

تصویر کشی کا حکم

بہر حال ان روایات واقوال محدثین سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہوگئی کہ فوٹو کھینچنا اور کھینچانا دونوں ناجائز ہے ایسا کرنے والا فاسق اور مرتکب کبیرہ ہے۔

ہاتھ اور ناخون پر پالش استعمال کرنے کا حکم

سوال: اور ہاتھ میں ایسی سرخی استعمال کرنا جس کا اثر کئی روز تک رہتا ہے اور وصول ماء سے مانع ہے ٹھیک ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

ہر وہ چیز جو وصول ماء الی الجلد سے مانع ہو اس کا استعمال درست نہیں چونکہ ایسی چیز کے ہوتے ہوئے نہ وضو درست ہوگا نہ غسل الّا یہ کہ اس کو زائل کر کے اس عضو پر پانی پہنچا دیا جائے: ”كذا فى المراقى والثالث زوال ما يمنع وصول الماء الى الجسد لوجود الحائل كشمع وشحم قيد به لأن بقاء دسومة الزيت ونحوه لا يمنع لعدم الحائل وترجع الثلاثة لواحد هو عموم المطهر شرعًا الخ“ (مراقی الفلاح: ۱۳۴)(۱) وكان فيه ما يمنع الماء أن يصل إلى الجسد كعجين وشمع ورمص مجارى العين بتغميضها وجب أى افترض غسل ما تحته ازالة المانع (۵۳)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) مراقى الفلاح مع حاشية الطحطاوى ج:ص:۶۲۔ دار الكتاب۔

هكذا فى: الدر المختار مع الشامى: ج:۱ص:۱۰۱۔ كراچى۔

(حاشية الشرنبلالى على درر الحكام شرح غرر الأحكام ج:۱ص:۹)۔

برے اعمال کی وجہ سے مسلمان کو کافر سمجھنے کا حکم

سوال: جیسا کہ فتویٰ میں موصوف نے اشاروں وکنایوں کے ساتھ تحریر کیا ہے اس پر میں مکمل طور پر نہ تو مطمئن ہوں اور نہ پوری بات سمجھ میں ہی آرہی ہے لہٰذا گذارش ہے کہ کھلے الفاظ میں تحریر کریں کہ یہ حضرات اسلامی حدود کے اندر ہیں یا خارج ہیں؟ اگر خارج ہیں تو جن لوگوں کا رشتہ ہو چکا ہے وہ کیا کریں؟ اس مسئلہ پر علماء دین، امر ونہی کا جواب دیں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

”عن أنس رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ثلاث من اصل الايمان الكف عمن قال لا اله الا الله لا تكفّر وه بذنب ولا تخرجوه من الاسلام بعمل، الحديث“ (مشکوٰۃ شریف: ۱/۱۷) (۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین باتیں ایمان کی جڑ ہیں (۱) لا الہ الاّ اللہ یعنی کلمہ طیبہ کے پڑھنے والے سے جنگ ختم کر دینا اب کسی گناہ کی وجہ سے اس کی تکفیر نہ کرو اور نہ کسی عمل کی وجہ سے اس کو اسلام سے خارج قرار دو (الحدیث) ملاّ علی قاری شارح مشکوٰۃ (بذنب) کے بعد لکھتے ہیں ای سوی الکفر ولو کبیرۃ یعنی کفر کے علاوہ کوئی گناہ سرزد ہو جائے اگرچہ وہ کبیرہ ہی کیوں نہ ہو پھر بھی اسلام سے خارج نہیں کیا جائے گا۔ اور نہ تکفیر کی جائے گی۔ (مرقاۃ: ۱/۱۱۹) (۲)

حاصل یہ ہے کہ کسی کو کافر قرار دینا یا کسی کافر کو مسلمان قرار دینا آسان نہیں چنانچہ ملاّ علی قاری رحمہ اللہ شرح شفاء میں لکھتے ہیں ادخال کافر فی الملة الاسلامیه او اخراج مسلم عنها عظيم فی الدين۔

ایمان کی تعریف بہت مشہور ہے جس کے اہم جزو دو ہیں: (۱) اللہ پر ایمان لانا۔ (۲) رسول پر ایمان لانا، اللہ پر ایمان لانے کا مطلب یہ نہیں کہ صرف اس کے وجود کا قائل ہو جائے بلکہ اس کی تمام صفات کاملہ، علم، سمع، بصر، قدرت وغیرہ کو اس کے مناسب شان

مانے، اسی طرح حضور کے مان لینے کا یہ مطلب نہیں کہ اس کے وجود کو تسلیم کرلے، بلکہ اس کی حقیقت وہ جو قرآن پاک میں بالفاظ ذیل مذکور ہے: فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا○ (۳) اس آیت کی تفسیر علامہ آلوسیؒ نے حضرت جعفر صادق سے اس طرح نقل کی ہے: ''فقد روی عن الصادق رضی اللہ عنہ انہ قال لو ان قومًا عبدوا اللہ تعالیٰ واقاموا الصلوٰۃ وآتو الزکوٰۃ وصاموا رمضان وحجوا البیت ثم قالوا الشی صنعہ رسول اللہ ﷺ لم ما صنع خلاف ما صنع او وجدوا فی انفسہم حرجًا لکانوا مشرکین ثم تلا ھٰذہٖ الآیۃ'' (روح المعانی: ۷۱/۵) (۴)

حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اگر کوئی قوم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور نماز کی پابندی کرے اور زکوٰۃ ادا کرے اور رمضان کے روزے رکھے اور بیت اللہ کا حج کرے مگر پھر کسی ایسے فعل کے بارے میں جس کو حضور نے کیا ہو یوں کہے کہ آپ نے ایسا کیوں کیا اس کے خلاف کیوں نہیں کیا اور اپنے دل میں (اس کے ماننے سے) تنگی محسوس کرے تو یہ قوم مشرکین میں سے ہے۔ اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اقامت صلوٰۃ ایتاء الزکوٰۃ صوم رمضان حج بیت اللہ کے باوجود انسان ایمان سے خارج ہوسکتا ہے، نہ ماننے اور انکار کرنے کا نام جس طرح کفر ہے اسی طرح حضور کے کسی فیصلہ پر دل میں تنگی محسوس کرنا یہ بھی کفر ہے، نیز تمام ضروریات دین کا ماننا ضروری ہے، اگر ضروریات دین میں سے کسی ایک کا بھی انکار کر بیٹھا خواہ کتنی ہی عبادت طاعت مجاہدات کرنے والا ہو دین سے خارج ہوجائے گا، جیسا کہ ''نبراس'' میں اس کی تصریح ہے: ''تحت قول سعد الدین التفتازانی ومن قواعد اہل السنۃ، ان لا یکفر احد من اہل القبلۃ وفی اصطلاح المتکلمین (اہل القبلۃ) من یصدق لضروریات الدین ای الامور التی علم ثبوتہا فی الشرع واشتہر فمن انکر شیئا من الضروریات من حدوث العالم وحشر الاجساد وعلم اللہ سبحانہ بالجزئیات وفرضیۃ

الصلوٰة والصوم لم یکن من اهل القبلة ولو کان مجاهداً فی الطاعات وکذالك من باشر شیئًا من امارات التکذیب کسجود الصنم والاهانة بأمر شرعی، والاستهزاء علیه فلیس من اهل القبلة، ومعنی عدم تکفیر اهل القبلة ان لا یکفر بارتکاب المعاصی و لا بانکار الامور الخفیة غیر المشهورة هذا ما حققهٗ المحققون فاحفظه"(النبراس شرح شرح العقائد:۵۷۲)(۵)

کسی کے بارے میں آسان کے ساتھ کفر یا ارتداد یا زندقہ کا حکم نہیں لگایا جاسکتا، اس لئے کہ زندیق اپنے کفر پر ملمع سازی کرتا ہے اور اپنے عقیدہ فاسدہ کو رائج کرنا چاہتا ہے اور اس کو عمدہ صورت میں ظاہر کرتا ہے اپنے کفر کو اچھے عنوان اور صورت میں پیش کرتا ہے جس س لوگ مغالطہ میں پڑ جائیں جیسا کہ علامہ شامی نے تصریح کی ہے: "فان الزندیق یموه کفرهٗ ویروّج عقیدة الفاسده ویخرجها فی الصورة الصحیحة الخ" (رد المحتار: ۲۹۶/۳) مطلب فی الفرق بین الزندیق والمنافق والدهری والملحد (۶)

التعلیق والتخریج

(۱) مشکاة المصابیح ج:۱ص:۱۷۔ باب الکبائر وعلامات النفاق الفصل الثانی۔

(۲) قوله: لا تکفره: والإکفار ووالتکفیر نسبة أحدٍ إلی الکفر بذنبٍ أی سوی الکفر ولو کبیرةً خلافاً للخوارج قوله "من الإسلام" أی ولو کبیرةً سوی الکفر خلافاً للمعتزلة فی إخراج صاحب الکبیرة، إلی منزلة بین المنزلتین۔ (مرقاة المفاتیح ج:۱ص:۱۱۹)۔ قدیم۔

(۳) سورة النساء رقم الآیة: ۶۵۔

(۴) تفسیر روح المعانی ج:۵ص:۷۱۔ تحت هذه الآیة النساء: ۶۵۔

(۵) النبراس شرح العقائد ص: ۵۷۲۔ مازن۔

(۶) شامی مع الدر المختار ج:۴ص:۲۴۲۔ کراچی۔

ایمان وکفر کے بارے میں حضرت تھانویؒ کا زریں اصول

اس لئے آخر میں حضرت تھانویؒ قدس سرہ کا فیصلہ تحریر ہے، فرماتے ہیں اگر کسی خاص شخص کے متعلق یا کسی خاص جماعت کے متعلق حکم بالکفر میں تردد ہو، خواہ تردد کے اسباب علماء کا اختلاف ہو، خواہ قرائن کا تعارض ہو یا اصول کا غموض، تو اسلم یہ ہے کہ نہ کفر کا حکم کیا جائے نہ اسلام کا حکم، اول میں تو خود اس کے معاملات کے اعتبار سے بے احتیاطی ہے اور حکم ثانی میں دوسرے مسلمانوں کے معاملات کے اعتبار سے بے احتیاطی ہے، لہٰذا احکام میں دونوں احتیاطوں کو جمع کیا جائے گا یعنی اس سے نہ عقد مناکحت کی اجازت دیں گے نہ اس کی اقتداء کریں گے نہ کھائیں گے نہ اس پر کافرانہ حکم جاری کریں گے، اگر تحقیق کی قدرت ہو تو اس کے عقائد کی تفتیش کریں گے اور اس تفتیش کے بعد جو ثابت ہو ویسے ہی احکام جاری کریں گے اور اگر تحقیق کی قدرت نہ ہو تو سکوت کریں گے اور اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کردیں گے۔

خلاصہ کلام

حاصل کلام یہ کہ تکفیر کے کچھ اصول ہیں کسی کو کافر قرار دینے کے لئے اسکے عقائد کا تفصیل سے معلوم ہونا ضروری ہے، بغیر تفصیلی حکم کے کوئی فتویٰ نہیں دیا جاسکتا ہے، باقی رہا رشتہ کا مسئلہ تو رشتہ صحیح ہے لیکن آئندہ خال رکھنے کی ضرورت ہے اس لئے کہ اختلافِ مسلک اور اختلاف اذہان کی صورت میں عام طور پر نباہ مشکل ہوتا ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمی

جادو کی روٹی کا حکم

سوال: ایک نیک نمازی پڑوسن ایک چیز (جھلی کی طرح) گول لاتی ہے جس کو فقیری روٹی کہتی ہے کہ اس کو ایک جمعرات سے دوسری جمعرات تک ڈھانک کر رکھ دو اور کوئی اس کو دیکھے نہ تو اگلی جمعرات تک یہ ایک سے دو ہو جائیگی اب ایک روٹی کسی اور کو دیدو تو وہ بھی اسی طرح رکھ کر کے دو کرسکتا ہے اور اس طرح کی چیزیں استعمال کی جاسکتی ہیں دین کے نقطۂ نظر سے اس کا رکھنا اس پر یقین کرنا کیسا ہے؟ جبکہ لانے والی عورت کو بھی پتہ نہیں ہے کہ یہ کتنی پرانی ہے؟ اور کیا چیز ہے؟ پتہ نہیں کتنی بار ایک سے دو ہو چکی ہے؟ بقول اس کے۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

شرعی اعتبار سے اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے (۱) عوام کو گمراہ کرنے کے لئے اس انداز کی چیزیں بعض لوگ معاشرہ میں ڈالدیتے ہیں ایسی چیزوں کے بارے میں وہ یقین جو سوال میں تحریر ہے اس کے علاوہ یقین رکھنا غلط ہے ایسی چیزوں کے استعمال سے بھی پرہیز کرنا چاہئے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) عن عائشة رضى الله عنه قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم. من أحدث فى أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد. (الصحيح للبخارى ج: ص:۳۷۱). كتاب الصلح والصحيح للمسلم ج:۲ ص:۷۷. كتاب الأقطية).

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم وإن شر الأمور محدثاتها وكل بدعة ضلالة. (مسند أبي يعلى ج:۲ ص:۱۴۵. بيروت). (هكذا فى: مشكاة المصابيح ج:۱ ص:۳۰. باب الاعتصام بالكتاب والسنة).

کافر کی موت کی خبر پر کیا پڑھے؟

سوال: کوئی ایمان والا مرتا ہے تو بعد مرنے کے خبر سنتے ہی انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتے ہیں اور اگر ہندو کے مرنے کی خبر ملے تو بعد خبر ملنے کے کیا پڑھا جائے گا؟ یا نہ پڑھا جائے گا؟ اور اگر پڑھا جائ گا تو کیوں؟ اس لئے کہ وہ ایمان والا نہیں ہے۔ بینوا وتوجروا

الجواب: حامدًا ومصلیًا

’’فی نار جهنم خالدًا مخلدًا فیها ابدًا‘‘ یہ کافر کی موت کی خبر سن کر پڑھنا چاہئے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

مانع حمل تدابیر کا حکم

سوال: ایک عورت ہے جس کے تقریباً سات آٹھ بچے موجود ہیں اور وہ اپنی صحت کے پیشِ نظر چند سال کے لئے اس سلسلے کو منقطع کرنا چاہتی ہے۔ بایں صورت شریعت مطہرہ میں اس کی گنجائش ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

بعض مخصوص حالات میں وقتی مانع حمل تدابیر میں سے کسی تدبیر کو اختیار کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔(۱) ہمیشہ کے لئے توالد وتناسل کے سلسلہ کو منقطع کرنے کی اجازت نہیں

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) قالوا فی زماننا یباح لسوء الزمان.... وفی الفتاویٰ إن خاف من الولد السوء فی الجرّة یسعه العزل بغیر رضاها لفساد الزمان... وهذا أی عدم الجواز إذا لم یخف علی الولد السوء لفساد الزمان وإلا فیجوز بلا إذنها... مثل هذا العذر به كأن یكون ففی سفر بعید أو فی دار الحرب فخاف علی الولد أو كانت الزوجة سیئة الخلق ویرید فراقها فخاف أن تحبل.... ومن الاعذار أن ینقطع لبنها بعد ظهور الحمل ولیس لأب الصبی ما یستاجر به الظئر ویخاف هلاكه۔ (شامی: مطلب فی حکم العزل ج:۳ص:۱۷۶)۔ کراچی۔

(۲) العذر فی العزل یتحقق فی الأمور التالیة: إذا كانت الموطوءه فی دار الحرب وتخشی علی الولد الكفر۔ (۲) إذا كانت أمة ویخشی الرق علی ولده (۳) إذا كانت المرأة بمرضها الحمل أو یزید فی مرضها۔ (۴) إذا خشی علی الرضیع من الضعیف (۵) إذا فسد الزمان وخشی فساد زریته۔ (الموسوعة الفقهیة ج:۳۰ص:۸۲)۔ وفی اعلاء السنن ج:۱۷ص:۴۰۹)۔ ادارة القرآن کراچی۔

یجوز لها سد فم رحمها كما تفعله النساء۔ (شامی: ج:۳ص:۱۷۶)۔ کراچی۔

وكذا لو عالجت لا سقاط الولد لا یأثم مالم یستبن شیئ من خلقه فی مائة وعشرین یوماً۔ (عنایة مع فتح القدیر ج:۳ص:۲۷۳)۔ دار إحیاء التراث العربی۔

وكذلك جریان الاسم بقطع اعضاء النسل واستعمال الأدویة القامعة للعبادة والتبتل وغیره تغییر لخلق الله۔ عز وجل۔ واهمال للطب انسل فنهی النبی۔ صلی الله علیه وسلم۔ عن كل ذلك۔ (حجة الله البالغة مع شرحه رحمة الله الواسعة ج:۵ ص:۱۱۰)۔ آداب المباشرت۔ مکتبه حجاز۔

إن الاختصاء فی الآدمی حرام صغیراً أو كبیراً۔ (مرقاة المفاتیح: کتاب النکاح ج:۶ص:۱۸۷)۔ کتب خانه اشاعت الاسلام دهلی۔

عورت کو بیج چڑھانے کا شرعی حکم

سوال: عورت کے کسی غیر مرد یا اپنے مرد کا بیج چڑھوانا درست ہے یا نہیں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

غیر مرد کا بیج چڑھوانا حرام ہے۔ اور اپنے مرد کا بیج غیر فطری طریقہ سے داخل کرنا ممنوع ہے۔ شریعت وانسانیت کے خلاف ہے۔(۱)

التعلیق والتخریج

(۱) قال رسول الله۔ صلی الله علیه وسلم۔ لا یحلّ لا مرء یؤمن بالله والیوم الآخر أن یسقی ماءہ زرع غیرہ۔ (ابوداؤد ج:۱ ص:۲۹۳)۔ مکتبه بلال۔ (و کذا فی فتاویٰ رحیمیه ج:۱۰ ص:۱۷۹)۔ دار الاشاعت کراچی۔

(و کذا فی فتاویٰ محمودیه ج:۱۸ ص:۳۲۴۔ مکتبه شیخ الاسلام۔

جرسی گائے اور اس کے دودھ کا حکم

سوال: جرسی گائے کے متعلق بہت سی باتیں مشہور ہیں مثلاً یہ کہ اس کی نسل میں سوّر کا دخل ہے تو اس کے اور اس کے دودھ کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

جرسی گائے کا دودھ اور اس کا گوشت بلا کراہت جائز ہے(۱) شوق سے استعمال کریں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) اعلم أنّ الأصل فی الأشیاء کلها سوی الفروج الإباحة.... وإنّما تثبت الحرمة بعارض نص مطلق أو خبر مروی فما لم یوجد شیئ من الدلائل المحرمّة فهی علی

الاباحة۔ (مجمع الأنهر: كتاب الاشربة ج:۴ ص:۲۴۴)۔ فقيه الأمّت۔

وإن لكم في الانعام لعبرة نسقيكم مما ففي بطونه من بين فرث ودم لبنا خالصا سائغاً للشاربين۔ (سورة النحل:۶۶)۔

وفي الخانية وغيرها: لبن المأكول حلال۔ (شامي: كتاب الاشربة ج:۶ ص:۴۵۶)۔ کراچی۔

(۴) و كذا في التاتارخانيه ج:۱۸ ص:۴۳۳۔ زکریا۔

ایک شہر یا گاؤں میں متعدد مسجد بنانے کا حکم

سوال: ایک مسجد سے دوسری مسجد کی دوری کتنی ہونی چاہئے؟ بعض حضرات نے حضرت عمرؓ کی طرف یہ قول منسوب کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا ایک آدمی کا مارا ہوا پتھر جتنی دور پہونچ جائے ایک مسجد سے دوسری مسجد کی دوری کم از کم اتنی ہونی چاہئے کیا اس قول کی نسبت صحیح ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

(۱) اس قول کے بارے میں ناکارہ کو اس کی تحقیق نہیں کہ یہ قول حضرت عمرؓ کا ہے یا نہیں البتہ حضرت عمر فاروقؓ کا ایک دوسرا قول صاحب تفسیرات احمدیہ نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے: ”عن عطاء لما فتح الله الامصار على عمرؓ امر المسلمين ان يبنوا المساجد وان لا يتخذوا في مدينة مسجدين يضار احدهما صاحبهٗ“ (۳۱۲، کشاف: ۱/ ۴۰۸)

یعنی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں جب فتوحات کی کثرت ہوئی تو آپ نے ہر آبادی میں تعمیر مسجد کا حکم نافذ فرمایا۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی ہدایت کر دی کہ کسی ایک شہر میں دو ایسی مسجدیں نہ ہوں کہ ایک دوسرے کے لئے ضرر رساں ہوں، اس لئے ایک محلہ میں متعدد مساجد بنانا ممنوع ہے الّا یہ کہ محلہ کی آبادی اتنی دور میں پھیلی ہوئی ہو کہ دوسرے

کنارے کے لوگ نہ پہنچ سکیں یا پہلی مسجد تنگ ہو جائے اور اس کی توسیع کی گنجائش نہ ہو (جگہ کے اعتبار سے) یا ایک مسجد میں اجتماع سے کسی فتنہ کا اندیشہ ہو ان اعذار کے تحت ایک محلہ میں متعدد مساجد بنانے میں کوئی مضائقہ نہیں اور بغیر عذر شرعی کے بلا ضرورت ایک ہی محلہ میں چند مساجد بنانا انتشار وتشتت کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ جو شرعاً مذموم ہے اسی وجہ سے اسلاف ایسی مسجدوں میں نماز پڑھنا پسند نہیں فرماتے تھے جن میں مسجد ضرار کی ذرہ برابر بھی بو آجاتی تھی اور اسی وجہ سے وہ نماز پڑھنے میں پرانی اور قدیم مسجد کو ترجیح دیتے تھے چنانچہ مختلف علماء نے ان امور کی طرف جابجا اشارہ بھی فرمایا ہے: ''كل مسجد بني مباهاة أو رياءً أو لغرض سواء ابتغاء وجه الله او بحال غير طيب فهو لاحق بمسجد ضرار الخ'' (مدارک علی الخازن: ۲/ ۲۶۵ وتفسیرات احمدیہ: ۳۱۲)

یعنی جو مسجد ڈھونگ اور ریاکاری نام ونمود یا کسی اور غرض فاسد کے لئے بنائی جائے جس میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی مقصود نہ ہو یا مسجد ناپاک مال سے بنائی جائے وہ مسجد ضرار میں شامل ہے۔ اسی طرح ملاجیونؒ فرماتے ہیں: ''فالعجب من المشائخين المعتصبين في زماننا يبنون في كل ناحية مساجد طلبا للاسم والرسم استعلاءً بشأنهم واقتداءً بآبائهم ولم يتاملوا ما في هذه الآية والقصة من شناعة حالهم وسوء أفعالهم'' (تفسیرات احمدیہ: ۳۱۲)

مسجد کے کمرہ کو جماعت والے استعمال کریں کرایہ واجب ہے یا نہیں؟

سوال: جامع مسجد کی توسیع ہو رہی تھی تو ذمہ داران مسجد نے ایک کمرہ تبلیغ جماعت کے نام سے بنوایا جو مسجد کے باہر اور حدود کے اندر اوپری حصہ میں ہے، جس کا دروازہ اندر کی طرف ہے اور بہت سی دکانیں جس کا دروازہ مسجد کے باہر گلی میں ہے بنوایا ہے ذمہ دار یہ چاہتے ہیں کہ جس طرح دوکاندار لوگ کرایہ دیتے ہیں اسی طرح جماعت کے ذمہ دار بھی کرایہ دیں۔ حالانکہ اس میں صرف جماعت کا اسٹوپ، برتن، لحاف اور بستر وغیرہ رہتا ہے۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

وہ کمرہ جس میں جماعت کا سامان رکھا ہوا ہے اور کمروں کی طرح ملکِ مسجد ہے اور جس طرح دوسرے کمرے والے کرایہ دیتے ہیں اسی طرح اس کمرہ کا بھی کرایہ دینا چاہئے (۱) جس میں جماعت کا سامان رکھا ہوا ہے اِلّا یہ کہ متولی مسجد مصالح مسجد میں اس کو شمار کر کے کرایہ حذف کر دے تو وہ امر آخر ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) ولا تجوز إجارة الوقف إلا بأجرة المثل. كذا فى محيط السرخسى. (الفتاوىٰ الهندية ج:ص:۴۱۹. رشيدية).

ولأن التصرف فى مال الوقف مفوض إلى المتولى خانية. (الشامى مع الدر المختار ج:۴ص:۴۵۸). كراچى.

وفى البحر عن القنية قبيل فصل أحكام المسجد يجوز صرف شيئ من وجوه مصالح المسجد. (الشامى ج:۴ص:۴۳۶). كراچى.

اوتار کو پیغمبر مانا جا سکتا ہے؟

سوال: قرآن وحدیث کی روشنی میں اگر دیکھا جائے تو کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی دنیا میں آئے، لیکن سبھی نبیوں کے نام نہیں ملتے ہیں۔ تو کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ جتنے نبیوں کے نام نہیں ملتے ہیں ان میں سے غیر پیغمبر کے اوتار (پیغمبر) بھی ہوں، اگر نہیں تو آخر کیوں؟ اور اگر ایسا ہوسکتا ہے تو ذرا واضح طور پر جواب سے نوازیں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

ایک لاکھ چوبیس ہزار یا کم وبیش جو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام دنیا میں آئے وہ سب اللہ

پاک کی طرف سے مبعوث ہوئے، انبیاء کرام کا جو تصور اسلام نے پیش کیا ہے اس تصور پر غیر مسلم اوتار کا انطباق نہ ہوتا ہے نہ ممکن ہے۔ اس لئے جن انبیاء کرام کے اسماء معروف ومشہور نہیں ان کو اوتار قرار دینا سلسلۂ نبوت کی عظمت کے خلاف ہے اور یہ غیر اسلامی تصور ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) ورسلاً قد قصصناهم عليك من قبل ورسلاً لم نقصصهم عليك۔ (سورة النساء رقم الآية: ۱۶۴)۔

(۲) عن أبي ذر رضی اله عنه قال: فلت يا رسول الله أى الأنبياء كان أول قال: آدم قلت وبنى كان؟ قال نعم، قال نعم بنى مكلّمٌ قلتت يا رسول الله كم المرسلون قال ثلاث مأة وبضع عشر جماً غفيراً وعن أبي أمامة عنه صلى الله عليه وسلم قال: قلت يا رسول الله كم وفاء عدة الأنبياء قال: مأة ألف وأربعة وعشرون ألفاً الرسل من ذلك ثلاث مأه وخمسة عشر جماً غفيرراً وأبونعيم فى الحلية عن أنس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه تعالىٰ بعث ثمانية آلاف من بنى اسرائيل وأربعة آلاف من سائر الناس۔ (التفسير المظهرى ج:۲ ص:۲۷۶۔ نحث رقم الآية ص:۱۶۴۔ من النساء)۔

انبیاء کو سجدہ کرنے کی حیثیت

سوال: کیا کسی بھی نبی کے زمانہ میں (زمانۂ نبوت) ان کے ماننے والوں نے ان کے آگے سجدہ کیا ہے یا نہیں؟ اور اگر کیا ہے تو کیا سمجھ کر؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

جس انداز کے سجدہ کا حکم بندوں کو اللہ پاک نے اپنے لئے دیا ہے (۱) اس انداز کا سجدہ

کسی بھی نبی نے اپنے ماننے والوں سے نہیں کرایا۔ البتہ سجدہ لغوی کا تحقق ہوا ہے، چنانچہ قصہ یوسف (حضرت یوسفؑ) میں ہے ”ورفع ابویہ علی العرش وخروا لہ سجدا“ (۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) وإذا قال الله یا عیسی بن مریم أنت قلت للناس اتخذونی وأمی الھین من دون الله قال: سبحانك ما یکون لی أن أقول ما لیس لی بحقٍ۔ إن کنت قلته فقد علمته۔ الخ۔ (سورة المائدة رقم الآیة: ۱۱۶)۔

(۲) سورة یوسف رقم الآیة: ۱۰۰۔

وفی الجامع لأحکام القرآن للقرطبی تحت تفسیر هذه الآیة وکان تحیتهم أن یسجد الوضیح للشریف والصغیر للکبیر)۔

چراغ جلا کر سونے کا حکم

سوال: چراغ جلا کر سونا چاہئے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

چراغ جلتا ہوا چھوڑ کر سونے سے اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے بلکہ چراغ بجھا کر سونے کا حکم دیا ہے۔ (ترمذی شریف) (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) عن جابرٍ رضی الله عنه قال: قال النبی صلی الله علیه وسلم أغلقوا الباب وأوکئوا السقاء وأکفئوا الإناء أو خمّروا الإناء وأطفئوا المصباح فإن الشیطان

لا یفتح غلقاً ولا یحل وکاءً ولا یکشف آنیة وإن المفویسقه تضرع علی الناس بیتهم۔ (سنن الترمذی باب ماجاء فی تخمیر الإناء وإطفاء السراج والنار عند المنام رقم الحدیث: ۱۸۱۲)۔

(سنن أبی داؤد باب ایکاء الآنیة رقم الحدیث: ۳۸۳۲)۔

(سنن ابن ماجة باب تخمیر الإناء رقم الحدیث: ۳۴۱۰)۔

(الصحیح للمسلم باب الأمر بتغطیة الإناء الخ۔ رقم الحدیث: ۲۰۱۲)۔

(المؤطا لمالك باب جامع ماجاء ففی الطعام والشراب رقم الحدیث: ۲۱)۔

(الأدب المفرد، باب إطفاء المصباح رقم الحدیث: ۱۲۲۱)۔

عورت کا اجنبی مرد سے زبانی یا تحریری سوال کرنا کیسا ہے؟

سوال: میں عورت ہو کر آپ کو سوال لکھ سکتی ہوں؟ یا میرے شوہر کو میری طرف سے لکھنا چاہئے، میرے لکھنے سے کیا میں گناہگار تو نہ ہو جاؤں گی؟

الجواب: حامداً ومصلیاً

اللہ کے رسول ﷺ سے عورتیں بھی سوال کیا کرتی تھیں، اس وقت تحریر کا رواج نہیں تھا اس لئے عورتیں پردہ سے مسائل معلوم کرتی تھیں، اب تحریر کا زمانہ ہے، لہٰذا اس میں کوئی حرج نہیں، آپ بھی مسئلہ معلوم کر سکتی ہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) عن مسروقٍ أنه قال: لعائشة: یا أم المؤمنین إن رجالاً یبعث أحدهم بالهدی مع الرجل فیقول إذا بلغت کان کذا و کذا فقلدّه۔ فإذا بلغ ذلك المکان لم یزل محرماً حتی یحل الناس قال: مسمعت صفقتها بیدها من وراء الحجاب

وقالت: لقد كنت أفتل القلائد لرسول الله صلى الله عليه وسلم فيبث بالهدي إلى الكعبة ما يحرم عليه شيئ مما يحل للرجل من أهله حتى يرجع الناس۔

(سنن الدارمی باب فی الذی یبعث هدایه هو یقیم فی بلده رقم الحدیث: ۱۹۷۸)۔

عورتوں کے بال سے متعلق ایک مسئلہ

سوال: عورتوں کو بال کھولنا منع ہے، کیونکہ شیطان بھڑکاتا ہے اور فرشتے لعنت بھیجتے ہیں، تو مردوں کو کیا کرنا چاہئے؟ انہیں بھی ہمیشہ سر پر ٹوپی پہن کر رہنا چاہئے؟ ان لوگوں کو کیسے شیطان بھڑکاتا ہے؟ پھر جب عورتیں نہا کر بال سکھانے کے لئے بال کھول کر رکھتی ہیں یا کنگھی کرتے وقت تو اس وقت کیا کرنا چاہئے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

غیر محرم اجنبی لوگوں کے سامنے بال کھولنا منع ہے، اپنے شوہر کے سامنے یا تنہائی میں کوئی گناہ نہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

باپ بیٹے کے مال سے متعلق ایک مسئلہ

سوال: والد کے انتقال ہونے کے بعد چار بھائی اشتراکی زندگی گزارنے لگے، عرصہ بعد چاروں بھائیوں میں برابر جائداد و مال وغیرہ تقسیم ہوئے، اس وقت ہر بھائی کے ایک لڑکے کو بیالیس ہزار روپیہ بھی دیا گیا اس بنیاد پر کہ ایک بھائی کے لڑکے کو تجارت کے لئے پچاس ہزار روپیہ دیا گیا تھا، جس پر اس نے ساری رقم ضائع کردیا تو بھائیوں نے اپنے بڑے لڑکے کے لئے بیالیس ہزار روپئے لے لیا۔ اب ایک بھائی کا وہ بڑا لڑکا جس کو بیالیس ہزار روپیہ دیا گیا تھا اپنے باپ سے مطالبہ کرتا ہے کہ میرے نام پر جو رقم آپ نے حاصل کیا تھا اس

کے بعد جو پراپرٹی اور کاروبار بنانا ہے اس میں حصہ مانگتا ہے جبکہ باپ ہی نے اس کو کئی لاکھ روپیہ دیکر کاروبار کرایا اور اب وہ خوش قسمتی سے کافی مالدار ہوگیا ہے، اب نہ تو باپ کو کوئی رقم دینے کو تیار ہے اور نہ تو دوسرے بھائی بہنوں کو کچھ دینا چاہتا ہے۔کیا اس لڑکے کا یہ سمجھنا صحیح ہے؟ ان تمام صورتوں میں صحیح حل سے آگاہ کردیں تاکہ باپ عند اللہ ماخوذ نہ ہو اور کیا باپ اپنی جائداد سے اس قدر رقم جو بڑے لڑکے کو دیا ہے چھوٹے بچوں کو الگ سے دے سکتا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

باپ نے لڑکے کو اگر بطور قرض کچھ دیا ہے تو استطاعت کے بعد اس کی واپسی ضروری ہے اور اگر ہبہ دیا ہ تو باپ کے لئے واپسی کا مطالبہ درست نہیں، باپ کے پاس جو کچھ بھی ہے باپ اس کا مالک ہے، اپنی مرضی سے اگر کسی کو کچھ دیدے تو اس کا وہ مجاز ہے، لیکن اس کی زندگی میں زبردستی باپ سے کوئی مطالبہ غلط ہے، البتہ باپ کے انتقال کے بعد حسب قانون شریعت پورا ترکہ سارے ورثاء میں تقسیم ہوگا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

غیر عالم کا اپنی مذہبی تصنیف کسی عالم کو دکھلانا ضروری ہے

سوال: سوال میں کچھ مذہبی کتابیں انگلش میں لکھ رہی ہوں، میں یہ کتابیں اپنے رشتے داروں، دوستوں، اور پڑوسیوں میں تقسیم کرنا چاہتی ہوں، کیا مجھے یہ کتابیں کسی عالم کو دکھانا ضروری ہے؟ یا بغیر دکھائے چھپوا کر تقسیم کرسکتی ہوں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

کسی عال کو دکھلانا ضروری ہے، جس کا نقص منصوص ہو اس کا نقصان متیقن ہے، (۱) اس لئے کامل کی نظر کا پڑنا ضروری ہے، تاکہ نقصان کی تلافی ہوسکے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) ولقد عهدنا إلىٰ آدم من قبل فنسي ولم نجد له عزماً۔ (سورۂ طٰہٰ: رقم الآیۃ: ۱۱۵)۔

عن ابن عباسٍ قال: إنما سی الإنسان لأنه عهد إليه فنسي۔ (جامع البيان للطبرري تحت تفسيرر هذه الآية)۔

لأن الإنسان يتصرف بفعل القلب والجوارح فيتحمل كل واحد منهما الخطأ على الأنفراد كما ذكر۔ (تبين الحقائق ج:٦ص:۱۰۹)۔ بيروت۔

آیات یا دعا کو فریم کرا کر لٹکانا کیسا ہے؟

سوال: کیا قرآن شریف کی آیتیں یا کلام کو کلینڈر میں چھپوا کر دیواروں میں ٹانگ دیتے ہیں، یا کوئی بھی دعا فریم کر کے لٹکا دیتے ہیں یہ صحیح ہے یا غلط؟ کیا اس کی بے ادبی نہیں ہوتی؟ یہ تو صرف کتابوں یا دلوں میں یا زبانوں میں چھپی رہنی چاہئے۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

دعائیں اور آیات کو دلوں میں محفوظ رکھنا اور زبان پر جاری کرنا مطلوب ہے، لیکن تذکیر و یاد دہانی کے لئے اس کی تعلیق مذموم نہیں، البتہ حقوق کی رعایت ضروری ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

قال النووی أجمع أهل الفتاوىٰ فی الأمصار فی جميع الأعصار على استحباب الدعاء وذهب طائفة من الزهاد وأهل المعارف إلى أن تركه أفضل اسلاماً وقال جماعة إن دعا للمسلمين فحسن وإن خص نفسه فلا۔ (تحفه الأحوذی ج:۹ ص:۲۱۸)۔ كتاب الدعوات۔

(هكذا فی: مرقاة المفاتيح ج:۴ص:۱۵۲۳)۔ قديم كتاب الدعوات۔

لیٹر پیڈ یا کتابوں پر خانہ کعبہ کی تصویر چھپوانا کیسا ہے؟

سوال: آپ کے لیٹر پیڈ میں جو کعبہ کی تصویر چھپی ہوئی ہے اور جو کتابیں (قرآن شریف) بنایا ہوا ہے وہ صحیح ہے یا غلط؟ اس کی بے ادبی نہیں ہوتی؟ سب خط تو پوسٹ آفس میں نیچے گری رہتی ہے۔ ویسے تو بہت سے لوگوں کے گھروں میں کعبہ کی تصویر دیواروں میں لٹکی ہوئی رہتی ہے اور اسی کمرہ میں .T.V چلتی رہتی ہے، یہ تو بہت خراب ہے؟ تو کعبہ کی تصویر گھروں میں لٹکانا چاہئے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

ہر مومن اور مومنہ کا دل کعبہ ہے بیت اللہ ہے، اور قلب مومن بیت الخلاء میں بھی جاتا ہے، غسل خانہ میں جاتا ہے گندی جگہوں پر جاتا ہے ملفوف اور غیر ملفوف میں فرق ہے، ملفوف کو غیر ملفوف پر قیاس کرنا غلط ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

مسلمان کا انگریزی میں خط وکتابت کرنا کیسا ہے؟

سوال: آپ کو انگلش آتی ہے؟ کیا میں آپ کو انگلش میں سوال لکھ سکتی ہوں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

قرآن کی زبان عربی، حدیث کی زبان عربی تمام انبیاء کرام کی زبان عربی، جنتیوں کی زبان عربی، حشر کی زبان عربی، قبر کی زبان عربی، ولیوں کے دوستوں کی زبان عربی۔ انگریزوں کی زبان انگلش، تو جنتیوں کو جنت والی زبان سیکھنی چاہئے اور بولنا بھی چاہئے، لہٰذا آپ عربی یا اردو میں خط لکھا کریں۔(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) للعربية فضل على سائرر الألسن وهو لسان أهل الجنّة من تَعَلَّمَهَا أو علمها غيره فهو مأجور وفي الحديث: أحبوا العررب لثلاث لأنّي عزلّي والقرآن عربي ولسان أهل الجنّة في الجنّة عربي۔ (شامی: کتاب الحظ والاباحۃ ج:۹ ص:۶۰۰)۔ زکریا۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ احبوا العرب لثلاث لأنّي عربي والقرآن عربي وكلام أهل الجنة عربي۔ (مشكاة شريف: باب مناقب الفريش وذكر القبائل رقم الحديث: ۶۰۰۶)۔

امانت کا ایک مسئلہ

سوال: بکر کا روپیہ زید کے پاس بطور امانت تھا، بکر نے زید کو خط لکھا کہ آپ کچھ رقم سلی گوڑی لیکر آئیے لیکن بکر دارجلنگ سے سلی گوڑی نہیں پہونچ پائے تھے اسی درمیان زید نے بکر کے روپئے خالد کے پاس رکھ دئیے اور خالد سے وہ روپئے چوری ہو گئے جس

میں گواہ بھی موجود تھے، کیا یہ روپیہ جو بکر کا زید کے پاس امانت تھا یہ زید کو دینا لازم ہوگا یا خالد کو؟ یا بکر کے روپئے ضائع ہوئے؟ مفصل ومدلل جواب تحریر فرمائیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

زید نے بکر کے روپئے خالد کے پاس بکر کی اجازت کے بغیر رکھے اس لئے چوری زید کا روپیہ ہوا بکر کا نہیں، زید پر واجب ہے کہ بکر کا روپیہ اپنے پاس سے ادا کرے۔ البتہ اب زید اور خالد کا معاملہ رہ جاتا ہے، خالد سے وہ روپیہ اگر بغیر تعدی کے ضائع ہوگیا ہے تب خالد پر ضمان واجب نہیں (۱) اور اگر خالد سے تعدی ہوئی ہے تب خالد پر ضمان واجب ہے زید اپنی امانت خالد سے وصول کرنے کا حقدار ہے اور خالد اپنے پاس سے اسے ادا کرے، تعدی کا مطلب یہ ہے کہ خالد نے زید کے روپئے کی ایسی حفاظت نہیں کی جس طرح اپنے روپئے کی وہ حفاظت کرتا تھا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم: قال: ليس على المستعير غير المغلِ ضمان ولا على المستودع غير المغل ضمان۔ (سنن الدار قطني ج:۳ص:۳٦۔ رقم الحديث: ۳۹۳۹)۔

والوديعة أمانة فى يد الوديع فإذا هلكت بلا تعدٍّ منه وبدون صنعه وتقصيره فى الحفظ لا يضمن۔ (شرح المجلة ص:۳۳۱)۔

يد الأمانة كيد الوديع والمستعير ويد الشريك المضارب۔ (الفقه الإسلامى وأدلته ج:۷ص:۵۴۵۵۔ دار الفكر المعاصر)۔

مزارعت (بٹائی اور کوت) کا حکم

سوال: زید اپنی اراضی میں خود کاشت نہ کر کے کسی دوسرے شخص کو کاشت کے لئے دیتا ہے، ہمارے علاقہ میں اس کی دو صورتیں رائج ہیں۔

(۱) بٹائی: جس کا حاصل کل پیداوار مالک زمین اور کسان کے درمیان نصفا نصف یا تہائی یا چوتھائی پر منقسم ہوتی ہے۔

(۲) کوت: اس کا حاصل یہ ہے کہ مالک زمین کسی شخص کو اپنی زمین کاشت کے لئے حوالہ کرتا ہے اور یہ بات طے پاتی ہے کہ زمین سے پیداوار ہو یا نہ ہو ایک من ہو یا پچاس من، مجھے ہر حال میں پندرہ من گیہوں سالانہ چاہئے اور بہر صورت مالک زمین کسان سے معہود وصول کر لیتا ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان دونوں صورتوں میں سے کون سی صورت جائز ہے اور کون سی ناجائز؟ بینوا توجروا

الجواب: حامدًا ومصليًا

مزارعت (بٹائی) پر زمین کو دینا اور کل پیداوار کو نصف یا ثلث یا ربع پر تقسیم کرنا شرعا جائز ودرست ہے۔ لیکن کوت پر زمین دینا اور مقررہ غلہ لینا درست نہیں، البتہ اگر زمین ماہانہ یا سالانہ کرایہ طے کر کے دیدی جائے اور کرایہ میں نقد کے بجائے غلہ آپس کی تراضی سے لے لیا جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ كما هو مصرح فی كتب الفقه والفتاوى الهندى وغيرها (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) المزارعة بالثلث والربع فى رأيمها باطلة أى أبى حنيفة وزفر.... وقال صاحبا أبى حنيفة ومالك وأحمد وداؤد الظاهرى وهو رأى جمهور الفقهاء: المزارعة جائزة بدليل أن النبى عامل أهل خيبرر شطر ما يخرج من ثمرٍ أ زرعٍ.
(الفقه الاسلامی ج:٦ص:٤٦٨٥۔ دار الفكر المعاصر)۔
فإن شرطا لأحدهما قفرانا مسماة فهى باطلة۔

مزارعت کی مختلف شکلیں اور ان کا حکم

سوال: مزارعت میں (ادھیا) مالک زمین بیج دے گا یا نہیں؟ بیج دینے اور نہ دینے سے مزارعت کے مسئلہ کی نوعیت میں جوفرق آتا ہو اس کو تفصیل سے تحریر فرمائیں۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

مزارعت کی چار صورتیں ہیں جن میں سے تین صورتیں بالاتفاق جائز ہیں اور چوتھی صورت میں اختلاف ہے۔(۱) زمین اور بیج ایک کا ہو اور بیل اور عمل ایک کا۔(۲) زمین ایک کی اور عمل اور بیل اور بیج ایک کا۔(۳) زمین اور بیج اور بیل ایک کا اور عمل ایک کا۔(۴) زمین اور بیل ایک کا اور بیج اور عمل ایک کا، یہ چوتھی صورت مختلف فیہ ہے۔(کذا فی الہدایہ ج ۴/ص ۴۰۹) وهى عندهما على اربعة اوجه ان كانت الارض والبذر لواحد والبقر والعمل لواحد الخ. فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) وهى عندهما على أربعة أوجة الخ۔ (هدايه ج:٤ص:٤٠٩۔ مكتبه الاتحاد۔
وكذا فى الشامى ج:٩ص:٤٠١۔ زكريا۔
وكذا فى مجمع الأنهر ج:٤ص:١٤٣۔ فقيه الأمت۔

پیدائش کے کچھ دیر بعد فوت ہونے والے بچہ کے عقیقہ کا حکم

سوال: ایک بچہ پیدا ہوا اور ایک گھنٹہ زندہ رہ کر فوت کر گیا اس کے عقیقہ کا کیا حکم ہے؟ اس کا عقیقہ کیا جائے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

عقیقہ ساتویں دن مسنون ہے پھر چودھویں دن علیٰ ہذا، پیدائش کی رعایت کے ساتھ صورت مسئولہ میں چونکہ بچہ موجود بھی نہیں اس لئے عقیقہ کی سنت ساقط ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) ولو مات المولود قبل السابع استحب له العقيقة عندنا وقال الحسن البصری ومالك: لا تسحب۔ (اعلاء السنن ج:۱۷ ص:۱۲۶)۔ المكتبة الامدادية۔

(۲) و كذا فی فتاوىٰ محموديه ج:۱۷ ص:۵۱۶۔

(۳) و كذا فی فتاوىٰ رحيميه ج:۶ ص:۱۷۲۔

کھانے کی دعوت کی قسمیں اور ان کا حکم

سوال: ایک شخص حج کر کے آیا ہے، حج کی واپسی پر دعوت ولیمہ کرنا چاہتا ہے کر سکتا ہے یا نہیں؟ اگر حج سے پہلے دعوتِ ولیمہ کرنا چاہے تو اس کی اجازت ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

دعوت کی آٹھ قسمیں ہیں: (۱) دعوتِ ولیمہ جو رخصتی کے کل ہو کر کی جاتی ہے۔ (۲) الخرس جو پیدائش کی خوشی میں کی جاتی ہے۔ (۳) الاعذار جو ختنہ کے وقت کی جاتی ہے۔ (۴) الوکیرہ جو مکان کی تعمیر کی خوشی میں کی جاتی ہے۔ (۵) النقعہ جو مسافر کی آمد پر کی جاتی ہے۔

(۶) دعوت عقیقہ جو بچے کی پیدائش کے ساتویں دن کی جاتی ہے۔(۷) المادبہ وہ دعوت جو دوستوں وغیرہ کے اتفاقاً اجتماع پر کردی جاتی ہے۔(۸) الوضحہ وھی حرام وہ دعوت جو ریاونماش کے لئے کی جاتی ہے، یہ صورت حرام ہے۔حج سے واپسی پر یا حج کو جانے سے پہلے دعوت کرنے کی کوئی اصل کتب معتبرہ میں نہیں ملتی اس لئے اس سے احتراز کیا جائے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) الضیافة ثمانیة أنواع الولیمة للعرس، الخوس للولادة والاعذار للختان والوکیرة للبناء والنقیعة لقدوم المسافر والوضیمة المصیبة والعقیقة ولمادبة الطعام المتخذ للضیافة بلا سبب وکلّها مستتحبّة إلّا الولیمة فإنّها تجب عند قوم کذا فی المجمع۔ (حاشیة صحیح بخاری رقم: ۵ ج:۲ ص:۷۷۶۔ کتاب النکاح، باب الولیمة) یاسر ندیم۔

(۲) عن أبی هریرة قال: الولیمة حق وسنّة، فمن دعی فلم یجب فقد عصی الله ورسوله والخرس والاعذار والتوکی أنت فیه بالخیار قال: قلت إنی والله لا أدری ما الخرس والاعذار والتوکیر؟ قال الخرس الولادة، والاعذار: الختان والتوکیر: الرجل یبنی الدار وینزل فی القوم فیجعل الطعام فیدعوهم، ففهم بالخیار ان شاءوا أجابوا وإن شاءوا قعدوا۔ (المعجم الاوسط: ج:۳ ص:۸۸۔ قم: ۳۹۴۸)۔ دار الکتاب العلمیه بیروت۔

(وکذا فی مجمع الزوائد: باب الدعوة فی الولیمة والإجابة ج:۴ ص:۵۵۔ رقم: ۶۱۵۶۔ دار الکتاب العلمیه بیروت)۔

گالی اور مار پیٹ پر جرمانہ کیسا ہے؟

سوال: زید ایک جگہ مدرس ہے گاؤں کے آدمی نے مدرسہ میں آکر بہت گالی گلوج کیا، اور چپل لات سے مار کر بہت توہین کی۔ چونکہ باہر کا آدمی ہے اس لئے سبھی لوگ کہہ رہے ہیں کہ معاف کر کے سبھی معاملہ صاف کر لیں، لیکن مظلوم مدرس کہہ رہا ہے کہ ایک ہزار روپئے دیں اور گاؤں کے سبھی لوگوں سے معافی مانگے۔ کیا شرعاً ان کا مطالبہ جائز ہے یا نہیں؟ اور کیا یہ استاذ کے اوپر بغیر کسی غلطی کے جائز ہے؟ اور استاذ کی تحقیر و تذلیل مشروع ہے۔

الجواب: حامداً ومصلیاً

ہر مومن قابل اکرام و تعظیم ہے، چہ جائے کہ وہ عالم جو دین کا خادم ہو، نیز گالی گلوج ایمان کی شان کے خلاف ہے، حدیث پاک میں ہے "سباب المسلم فسوق" بلا جرم شرعی ہوائے نفس کے تحت کسی کو مارنا پیٹنا شرعاً انتہائی مذموم حرکت ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ اگر کوئی اپنے جرم کا اعتراف کر کے معافی مانگے تو اس کو معاف کر دینا چاہئے معاف کرنے والے کی عنداللہ وعندالناس عزت افزائی ہوتی ہے۔

جرمانہ مالی حنفیہ کے نزدیک خلاف شرع ہے البتہ مصالح کی رعایت شریعت نے بھی کی ہے سد ذرائع کا اصول بھی مسلمات میں سے ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) عن عبداللہ بن مسعودٍ رضی اللہ عنهما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم سباب المسلم فسوق وقتاله کفر۔ (الصحیح للمسلم ج:۱ص:۵۸) فیصل۔

(۲) عن أبي هريرة رضی اللہ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم المسلم لا يظلمه ولا يخذله ولا يحقره۔ (الصحیح للمسلم ج:۲ص:۳۱۷)۔ فیصل۔

فإیاکم وأذیة المؤمن فإن اللہ یحوطہ ویغضب لہ۔ (الجامع لأحکام القرآن ج:۱۴ ص:۲۴۰)۔ دار إحیاء التراث العربی)۔

(۳) عن سھل بن معاذٍ عن أبیہ أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: من کظم غیظاً وھو قادر علی أن ینفذ دعاہ اللہ عز وجل علی رؤوس الخلائق یوم القیامة حتی یتخیرہ اللہ من الحور العین ما شاء۔ (سنن أبی داؤد باب من کظم غیظاً رقم الحدیث: ۴۷۷۷)۔

(سنن ابن ماجة باب الحلم رقم الحدیث: ۴۸۶)۔

(سنن الترمذی باب فی کظم الغیظم رقم الحدیث: ۲۰۲۱)۔

(۴) والحاصل أن المذھب عدم التعزیر بأخذ المال۔ (شامی مطلب فی التعزیر بأخذ المال ج:۴ ص:۶۱۔ کراچی)۔

زبردستی کسی کی زمین پر قبضہ کرنے کی ممانعت

سوال: مفتی صاحب! عرض یہ ہے کہ ہم نے کچھ زمین آبادی کی شوکت سلطان انور کی مسلم پٹی میں بذریعہ مرزا اصدرالدین بیگ وغیرہ طے کرلیا تھا اور روپیہ بھی دیدیا، روپیہ بھی مرزا اصدرالدین کے بدست دیا تھا۔ عرصہ لگ بھگ بیس سال ہوتا ہے شوکت کا انتقال ہوگیا ان کا لڑکا سلمان، سلطان کو جب معلوم ہوا کہ ہمارے والد نے روپیہ لے لیا ہے مگر ابھی زمین نہیں دی گئی ہے وہ مسلم پٹی میں آکر مرزا اصدرالدین اور شبیر بیگ سے بات کی اور کہا کہ ان کو زمین ابھی تک کیوں نہیں دی گئی ہے، کیونکہ ان کے کار پرداز تھے ہر چیز کی دیکھ بھال کرتے تھے اور خاندانی بھی ہیں ان لوگوں نے کہا کہ تمہاری زمین ہے ان کو ناپ کر دیدو، سلمان نے ہم کو زمین ناپ کر دے دیا ہمارا قبضہ ہوگیا مگر مرزا شبیر بیگ نے ہمارے اوپر غلط بیان کرکے دعویٰ کیا ہے مقدمہ دیوانی میں چل رہا ہے، اسی طرح پوری آبادی میں غلط بیان کرکے ہر آدمی کو پریشان کر رکھا ہے، کیا مرزا شبیر حاجی صاحب ان کے والد مرزا حافظ جی

صدرالدین بیگ تھے ان کی جانکاری میں یہ دعویٰ ہوا ہے، کیا شرعی طریقہ سے دعویٰ کرنے کا حق ہے؟ آپ کی ناچیز زیب النساء بیوہ ابن الحسن بیگ۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

یہ زمین زیب النساء کی ہے چونکہ جب صاحب زمین بھی سلمان اعتراف کرتا ہے کہ یہ زمین اسی روپیہ کے عوض دیا گیا ہے اس لئے جناب حاجی شبیر صاحب کو اپنے دعویٰ سے باز آنا چاہئے، اگر بالفرض مان بھی لیا جائے کہ یہ زمین شبیر صاحب کو ہبہ کی گئی تھی پھر بھی یہ زمین شبیر صاحب کی نہیں ہوگی چونکہ ہبہ بغیر قبضہ کے تام نہیں ہوتا، اگر غلط بیانی اور روپیہ کے زور سے اپنے حق میں فیصلہ کرا بھی لیا تو یہ جائز نہیں ہوگا بلکہ اس کے بارے میں وعید ہے اور اس کو قطعة من النار یعنی جہنم کا ایک ٹکڑا کہا گیا ہے اس زمین پر شبیر صاحب کو دعوی کا کوئی حق نہیں پہنچتا ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) والهبة عقد مشروع تصح بالإيجاب والقبول والقبض لا بدمنه ثبوت الملك۔ (هداية ج:۳ص:۲٦٧۔ تھانوی)۔

(تبيين الحقائق ج:۵ص:۹۱۔ بيروت)۔

وكذا القبض ركن كما فى المبسوط لأنه لا بد منه ثبوت الملك۔ (الفقه الاسلامى وأدلته ج:۵ص:۳۹۸۳۔ دار الفكر المعاصر)۔

(۲) عن أبي حرة الرقاشى عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: لا يحل مال امرأتى مسلمٍ إلا عن طيب نفسه۔ (سنن الدار قطنى ج:۳ص:۲۔ دار الإيمان)۔

(۳) عن أم سلمة رضى الله عنها قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إنكم تختصمون إلىّ ولعلّ بعضكم أن يكون ألحن بحجتته من بعض فأقضى له على نحو

مما أسمع منه فمن قطعت له من حق أخيه شيئًا فلا يأخذه فإنما أقطع له به قطعة من النار۔ (الصحیح للمسلم: باب الحکم بالظاہر واللحن بالحجۃ رقم الحدیث: ۱۷۱۳)۔

غیر کی قبضہ کی ہوئی زمین واپس کرنا ضروری ہے

سوال: مفتی صاحب ضروری گذارش یہ ہے کہ مرزا حافظ جی صدر الدین مرحوم کی بیوی محمودہ بی بی مرحومہ کا آبائی وطن مسلم پٹی ہے، ان لوگوں کے بطن سے تین لڑکے ہیں اور ان لوگوں کے پاس آراضی اور آبادی ہے جس کو ہمارے والد صاحب والدہ صاحبہ چھوڑ کر فوت کر گئے جس کے بارے میں ہم لوگوں کے بیچ جھگڑا چل رہا ہے، ہمارے بڑے بھائی حاجی مرزا شبیر بیگ کا کہنا ہے کہ والد اور والدہ نے ہمارے اور تنویر کے لئے وصیت لکھا ہے چونکہ مرزا شبیر اور تنویر کی مالی حالت اچھی ہے اور جو کچھ والد صاحب وغیرہ کا تھا سب ہڑپ کرلیا ہے، کیا والد صاحب اور والدہ کو دو لڑکوں کے حق میں وصیت کرنے کا حق ہے؟ دوسری بات یہ ہے کہ جو کچھ سامان والدہ صاحبہ و والد صاحب کا ہڑپ لیا ہے اور پوری آراضی وغیرہ لیکر کھا رہے ہیں مرزا شبیر بیگ تنویر بیگ وہ جائز کام کر رہے ہیں؟ آپ مہربانی کر کے شرعی طریقہ جو ٹھیک ہے لکھئے آپ کی عین نوازش ہوگی۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

جناب صدر الدین صاحب مرحوم اور محمودہ بی بی مرحومہ کا اپنے بیٹے مرزا شبیر بیگ اور تنویر بیگ کے لئے وصیت کرنا باطل ہے، یہ وصیت نافذ نہیں ہوگی، اس لئے کہ اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان مبارک ہے ”لا وصية لوارث“ یعنی وارث کے لئے وصیت نہیں ہے، اس لئے مرزا حاجی شبیر کو چاہئے کہ جس کا جتنا حصہ شریعت کے مطابق نکلتا ہے اس کو دے دیا جائے ورنہ پوری زندگی حرام خوری میں گذرے گی، اللہ اور رسول کے حدود کو توڑنے والوں میں شمار ہوگا جس کے بارے میں سخت وعیدیں آئی ہیں۔ اس لئے اپنے معاملات کو قرآن وحدیث کے مطابق کرنا چاہئے اسی میں خیر ہے ورنہ ہلاکت ہے۔

نوٹ: ہونا تو چاہئے کہ جتنے دنوں سے شبیر بیگ نے جائداد کو اپنے قبضہ میں رکھا ہے اتنے دنوں کی پیداوار جوڑ کر حصہ داروں کو دیدیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: إني لتحت ناقة رسول الله صلى الله عليه وسلم يسيل لعابها فسمعتها يقول: إن الله قد أعطى كل ذي حق حقه ألا لا وصية لوارثٍ۔ (سنن ابن ماجة باب لا وصية لوارثٍ رقم الحديث: ۲۷۱۴)۔

(۲) ويجب رد عين المغضوب لقوله عليه السلام: لا يحل أن يأخذ مال أخيه لاعباً ولا جاداً وإن أخذه فليرده عليه۔ (شامي كتاب الغضب ج:۹ ص:۲۶۶۔ زكريا۔ مجمع الأنهر ج:۴ ص:۸۷۔ بيروت)۔

غیر مسلم کو سلام کرنے کا حکم

سوال: سلام کی اہمیت وحیثیت غیر مسلم کے ساتھ کیا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً

سلام مطلوب ہے محمود ہے مستحسن ہے لیکن کسی غیر مسلم کو ابتداءً سلام مذموم ہے اس لئے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے ''لا تبدأوا بالسلام اليهود والنصارى''

لیکن اگر ضرورت کے تحت یا دفع فتنہ کے لئے سلام کرنا پڑے تو اس کی گنجائش ہے لیکن انہیں کے الفاظ میں خصوصاً آداب عرض کا استعمال کیا جائے، چنانچہ مولانا فتح محمد صاحب لکھنوی نے ''خلاصۃ التفاسیر'' میں اس کی اجازت دی ہے، تفصیل کے لئے راقم السطور کی کتاب ''سلام کی اہمیت وحیثیت'' کا مطالعہ فرمالیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) قال رسول الله۔ صلی الله علیه وسلم۔ لا تتبدؤوا الیهود والنصاری بالسلام فإذا لقیتم أحدهم فی طریق فاضطروه إلی أصیقه۔ (مسلم شریف کتاب السلام ج:۲ص:۲۱۴)۔ النسخه الهندیه۔

(۲) فلا یسلّم ابتداء علی کافر لحدیث "لا تبدؤوا الیهود ولا النصاریٰ بالسلام: فإذا لقیتم أحدهم فی طریق فاضطروه إلی أضیقه۔ (شامی: کتاب الحظ والاباحة ج:۹ص:۵۹۱۔ زکریا)۔

(۳) إذا سلّم علی أهل الذمّة فلیقل: السلام علی من اتبع الهدیٰ۔ (شامی ج:۹ ص:۵۹۰۔ زکریا)۔

(۴) وکذا فی الهندیة: کتاب الکراهیة: الباب السابع: فی السلام وتشمیتت العاطس: ج:۵ص:۳۷۷۔ مکتبة الاتحاد)۔

پلاسٹک کی ٹوپی کا حکم

سوال: پلاسٹک کی ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

نماز کی حالت میں سر کا مستور ہونا مطلوبات ومسنونات شرعیہ میں سے ہے، تستر خواہ کسی بھی چیز کے ذریعہ حاصل کیا جائے اس میں کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ وہ جائز وطیب اور طاہر ہو اور صنعت شرعی ہو، لہٰذا پلاسٹک کی ٹوپی پہن کر بھی درست ہے، اگر پلاسٹک کی پلیٹ میں کھانا درست اور پلاسٹک کے گلاس میں پینا درست ہے تو پھر نماز میں کیوں اشکال ہے؟

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) وتکره وهو مکشوف الرأس تکاسلاً لترك الوقار لا للتذلل والتضرّع۔ (مراقی الفلاح علی نور الإیضاح مع حاشیة الطحطاوی ص:۳۵۹)۔

(۲) یجب علی المصلی أن یقدم الطهارة من الأحداث والأنجاس علی ماقدمناه قال الله تعالیٰ: وثیابك فطهر وقال الله تعالیٰ: وإن کنتتم جنباً فاطهوا۔ (هدایه ج:۳ ص:۹۲۔ تهانوی)۔

مشرکین کے نابالغ بچوں کا اخروی حکم

سوال: حدیث میں آتا ہے کہ: ’’کل مولود یولد علی الفطرة وابواه یهودانه او ینصرانه او یمجسانه‘‘ اس جملہ کا ترجمہ آپ جانتے ہی ہونگے، اگر کسی غیر مسلم کا بچہ ماں کے شکم میں ہی مرگیا اور مرا ہوا پیدا ہوا اور پیدا ہونے کے بعد نہ رویا نہ چلایا اور مرگیا۔ تیسری بات یہ ہے کہ زندہ پیدا ہوا اور پیدا ہونے کے بعد ایک ہفتہ ماں باپ کے گود میں کھیلا کودا اس کے بعد مرگیا، چوتھی بات یہ ہے کہ زندہ پیدا ہوا اور بالغ ہونے سے پہلے مرگیا، ان چاروں صورت میں غیر مسلم کا بچہ جنت میں جائے گا یا جہنم میں اگر جنت میں جائے گا تو کیوں؟ یا جہنم میں جائے گا تو کیوں جائے گا؟ اگر جنت میں گیا تو اس کو عام مسلمانوں کی طرح سہولتیں دی جائیں گی یا اس کے لئے الگ انتظام ہوگا؟ یا جہنم میں جائے گا تو اس کو عام جہنمی کی طرح عذاب دیا جائے گا؟ یا اس کے لئے چھوٹ ہے؟ مسئلہ کے بارے میں مفصل طور پر بیان فرمائیں تاکہ کسی طرح کا کوئی اشکال باقی نہ رہے، جتنا میں سوال کیا ہوں اس سے زیادہ سمجھا کر جواب دیں تاکہ مجھے سمجھنے میں کسی طرح کی کوئی پریشانی نہ ہو۔

الجواب: حامداً ومصلیاً

ذراری مشرکین کے بارے میں حدیث شریف میں سوال وجواب موجود ہے حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث ہے کہ وہ فرماتے ہیں سئل رسول الله عن ذراری المشرکین

قال اللہ اعلم بما کانوا عاملین متفق علیہ (مشکوٰۃ شریف ج ا ص ۲۱) اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذراری مشرکین کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے توقف فرمایا، اسی وجہ سے حضرات محدثین کا اس مسئلہ میں شدید اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ والدین کے تابع ہوکر یہ بچے بھی جہنم میں جائیں گے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اصل فطرت کے اعتبار سے وہ جنت میں جائیں گے تیسرا قول یہ ہے کہ اہل جنت کے خادم کی حیثیت سے جنت میں جائیں گے اور چوتھا قول یہ ہے کہ نہ منعم ہوں گے نہ معذب اور پانچواں قول یہ ہے کہ ان کا صحیح علم اللہ ہی کے پاس ہے کہ وہ جنت میں جائیں گے یا جہنم میں، چھٹا قول یہ ہے کہ ان کے معاملہ میں توقف سے کام لیا جائے، قطعی طور پر کوئی بات نہ کہی جائے اور توقف والے قول کو بھی حضرت محدثین نے اولی قرار دیا ہے۔ لیکن حافظ ابن حجر علیہ الرحمہ نے ان کے جنتی ہونے والے قول کو راجح قرار دیا ہے۔ لیکن حافظ ابن حجر علیہ الرحمہ نے ان کے جنتی ہونے والے قول کو راجح قرار دیا ہے۔ چنانچہ ملا علی قاری شارح مشکوٰۃ لکھتے ہیں: وقال ابن حجر هذا قبل ان ینزل فیهم شیئ فلا ینافی ان الاصح انهم من اهل الجنة كذا فی المرقات.

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) مشكاة المصابيح ج:۱ص:۲۱۔ مكتبة بلال۔

(الصحيح للمسلم باب معنى كل مولودٍ يولد على الفطرة حكم موت أطفال الكفار وأطفال المسلمين رقم الحديث: ۲۶۵۹)۔

(سنن أبي داؤد، باب في زراعى المشركين رقم الحديث: ۴۷۱۱)۔

(سنن النسائى، أولاد المشركين رقم الحديث: ۱۹۵۲)۔

(۲) مرقاة المفاتيح ج:۱ص:۱۶۷۔ قديم۔

(۳) بذل المجهود ج:۱۳ص:۱۲۷۔ مركز الشيخ۔

کافرانہ اعمال سے کافر ماننے کا حکم

سوال: اگر کوئی شخص خاندانی مسلمان ہو لیکن وہ کفر والا کام کرتا ہے تو اس کو کافر کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ کسی غیر مسلم کی خبر ملنے پر فی نار جہنم کہہ سکتے ہیں نہیں؟ ان سب پر مفصل تحریر فرمائیں تاکہ عمل کرنا آسان ہو۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

کفر والے کام سے کون سا کام مراد ہے؟ ممکن ہے جس کام کو کفریہ کام سمجھا جا رہا ہو وہ شرعاً کفر نہ ہو اس لئے کہ علامہ ابن عابدین شامیؒ نے شرح عقود رسم المفتی ص ۸۰ میں لکھا ہے ’’وکل قول جاء ینفی الکفرا ☆ عن مسلم ولو ضعیفا احریٰ‘‘ یعنی اگر کسی مسلمان سے کوئی بات سرزد ہو جائے تو حتی الامکان اس کو سداد پر محمول کر کے اور اچھا محل تلاش کر کے اس کے ایمان کو بچایا جائے اس سلسلہ میں چاہے اس کو ضعیف ہی قول کا سہارا کیوں نہ لینا پڑے۔ علامہ ابن نجیم مصری اپنی کتاب البحر الرائق کے باب المرتد میں فتاوی صغری کے حوالہ لکھتے ہیں: الکفر شیئ عظیم فلا اجعل المؤمن کافرًا حتی وجدت روایۃ انہ لا یکفر ثم قال والذی تحرز انہ لا یفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامہ علی محمل حسن او کان فی کفرہ اختلاف ولو روایۃ ضعیفۃ اھ (رسم المفتی ص ۸۳)

کسی غیر مسلم کی موت کی خبر پر فی نار جہنم پڑھنے کی گنجائش ہے لوگ پڑھتے بھی ہیں، لیکن قطعیت کے ساتھ کفر ہی پر موت معلوم ہو اگر کفر پر موت قطعی نہیں تب یہ پڑھنا محل غور رہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) رسم المفتی ص:۸۰۔ قدیم۔

(۲) المصدر السابق ص:۸۳۔ قدیم۔

هکذا فی الشامی:

ما فی جامع المصولین وفی الفتاویٰ الصغری: الکفر شیئ عظیم فلا أجعل المؤمن کافراً متی وجدت روایه أنه لا یکفر وفی الخلاصة وغیرها إذا کان فی المسألة وجوه توجب التکفیر روحه واحد یمنعه فعلی المفتی أن یمیل إلی الوجه الذی یمنع التکفیر تحسیناً للظن بالمسلم۔ (شامی ج:۴ ص:۲۲۴۔ باب المرتد کراچی)۔

(النهر الفائق ج:۳ص:۲۵۳۔ زکریا)۔

(الفتاویٰ الهندیة ج:۲ص:۲۸۳۔ رشیدیة)۔

نبی اور اللہ کے علم میں نسبت نسبت اضافی ہے

سوال: اللہ رب العزت کے علم کے مقابلہ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم اتنا ہے جتنا سمندر میں سے چڑیا اپنی چونچ میں پانی لے لے۔ کیا یہ صحیح ہے؟ اگر صحیح ہے تو کس حدیث سے ثابت ہے؟ یا کسی امام یا بزرگ کا قول ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

علم ایک اضافی چیز ہے، ایک دوسرے کے مقابلے میں قلت وکثرت علم کی صرف یہ تمثیل ہے، اسلاف کا مقولہ ہے۔ کوئی روایت میرے علم میں نہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمی

معاملات میں عہد شکنی کا حکم

سوال: زید اور عمرو دونوں نمبر دو کا کام کرتے تھے لیکن زید عمرو کو اپنے یہاں کام کرنے کے لئے اجرت پر رکھتا تھا اور عمرو کی تنخواہ مہینہ کے ڈھائی ہزار روپیہ دیتا تھا اس طرح عمرو زدی کے پاس بہت دنوں تک کام کرتا رہا تو اچانک عمر کا انتقال ہوگیا، عمرو کے مرنے کے بعد زید عمرو کے گھر گیا اور اس کی عورت سے کہا کہ آپ کا لڑ کا کام کرنے کے لائق ہوگیا اس کو میرے پاس کام کرنے کے لئے بھیج دو، تو عمرو کی عورت نے کہا کہ یہ کام بہت خطرہ والا ہے اگر کچھ ہوگیا تو اس کو کون دیکھے گا اس کے والد بھی نہیں ہیں وہی ایک تو تھوڑا سا سمجھ دار لڑ کا ہے اور آپ کے مال میں کچھ نقصان ہوگیا تو اس کو کون دے گا ہوسکتا ہے کہ کہیں پولیس والے کے ہاتھ لگ گیا تو، زید نے ان تمام باتوں کو جواب میں کہا کہ میں سب کچھ دیکھ لوں گا تم لوگوں کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے، جتنا پیسہ میں اس کے والد کو دیتا تھا اتنا اس کو بھی دیتا رہوں گا، تو عمرو کی عورت نے اپنے ڑکے کو زید کے پاس کام کرنے کے واسطے بھیج دیا تو عمرو کا لڑ کا زید کے پاس بہت دنوں تک کام کرتا رہا اور زید عمر کے لڑکے کو ویسے پیسے دیتا رہا کوئی برابر حساب نہیں تھا، جیسا کام ہوتا تھا اسی کے اعتبار سے پیسہ دیتا تھا۔ جب ایک دن حساب کا نام لیا گیا تو زید نے کہا کہ میں صرف دو ہزار روپیہ دوں گا اس سے زیادہ نہیں، تو عمرو کے لڑکے نے کہا کہ آپ سے بات ڈھائی ہزار کی تھی جتنا آپ میرے والد کو دیتے تھے، آپ یہ کیسے صرف دو ہزار روپیہ دے رہے ہیں؟ بغیر ہم لوگوں کے اطلاع کے آپ ایسا کرنے لگے، میں آپ سے دو ہزار نہیں لے سکتا بلکہ ڈھائی ہزار، اس سے ایک روپیہ کم نہیں چاہئے، اگر آپ کو دو ہزار دینا تھا تو آپ نے اس کے بارے میں سے اطلاع کیوں نہیں کیا؟ ہم بالکل راضی نہیں ہیں دو ہزار سے، تو زید نے کہا کہ ہم نے اپنے بھائی سے کہا تھا، تو جب ان کے بھائی سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ یہ سب جھوٹ باتیں ہیں مجھے اس کے بارے میں کچھ علم نہیں؟ تو اسی اختلاف میں کام کچھ دن اور رکیا۔ جب عمرو کی بیوی کو خبر ہوئی تو اس نے

لڑکے سے کام چھوڑ وادیا اس واسطے کہ اس سے دو ہزار دینے کی بات نہیں ہوئی تھی کیوں کہ عمرو کی بیوی سے تو ڈھائی ہزار پر بات تھی۔ تو کیا زید کا اپنی من مانی سے دو ہزار کر لینا درست ہے اور حساب کر کے دو ہزار دینا کیا یہ جائز ہے یا نا جائز؟

اور زید کے شرط کے مطابق نوکر کا پولیس کے ہاتھ گرفتار ہو جانا اور کام میں نقصان ہو جانا اور اس کے چھوڑانے میں روپیہ وغیرہ کا صرف ہونا کیا یہ سب نوکر کے حق میں لازم ہے؟ جب کہ زید نے کہا تھا کہ میں سب کچھ برداشت کروں گا صرف آپ کو کام کرنا ہے تو مالک کو نوکر سے یعنی زید کا عمرو سے ان کے واسطے پیسہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ تشفی بخش جواب سے نوازیں۔

الجواب: حامداً ومصلیاً

قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں عہد و معاہدہ کی پاسداری کی تاکید کی گئی ہے اور مسئولیت کا بار ڈالا گیا ہے۔ لہٰذا معاملات کی لائن سے جو معاہدہ ہوا ہے طرفین کو چاہئے کہ اس کی پابندی کرے۔ صورت مسئولہ میں چونکہ ڈھائی ہزار روپیہ ماہانہ کی اجرت آپس کی رضامندی سے طے پائی تھی اس لئے زید کے ذمہ لازم ہے کہ ڈھائی ہزار روپے ماہانہ کے اعتبار سے اس کی تنخواہ کا حساب دے۔ بلا رضامندی ملازم اور بلا تجدید معاہدہ کم کرنے کی صورت میں ظلم ہوگا۔

عمرو کا لڑکا زید کا اجیر خاص ہے اور اجیر خاص ہلاک یا ضائع شدہ چیزوں کا ضامن نہیں ہوتا جبکہ تعدی نہ پائی جائے۔ والاجیر الخاص هو الذی یستحق الاجرة بتسلیم نفسه فی المدة وان لم یعمل، کمن استأجر رجلا شهرا للخدمة اولرعی الغنم ولا ضمان علی الاجیر الخاص فیما تلف فی یده بان سرق منه او غصب. (الجوہرۃ النیرہ ج ۲ ص ۲۱) لہٰذا پولیس کے ہاتھ گرفتار ہو جائے اور کہیں مال کے نقصان ہونے سے نوکر کے ذمہ ضمان لازم نہیں ہوگا۔ مزید یہ کہ زید سے معاہدہ بھی ہوا تھا کہ یہ تمام چیزیں میں دیکھ لوں گا، لہٰذا ''المرء یوخذ باقرارہ'' کے تحت مالک کے ذمہ سب کچھ ہوگا، نوکر پر کچھ نہیں لازم ہوگا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) عن عوف المزی عن أبيه عن جده أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: الصلح جائز بين المسلمين إلا صلحاً حرم حلالاً أو أحل حراماً والمسلمون على شروطهم إلا شرطاً حرَّم حلالاً أو أحل حراماً. (سنن الترمذی ج:۱ ص:۲۵۱. مکتبة بلال).

المسلمون عند شروطهم.

الدر المختار مع الشامی ج:۴ ص:۱۶۶. کراچی.

تبيين الحقائق ج:۲ ص:۱۴۹. بيروت.

(۲) الجوهرة النيرة ج:۲ ص:۲۱. کراچی.

(الدر المختار مع الشامی ج:۶ ص:۶۵. کراچی).

(تبيين الحقائق ج:۵ ص:۱۳۴. بيروت).

(۳) المرأ يؤاخذ بإقراره. (القواعد الفقهية... دار الكتاب).

عقائد باطلہ کے مرتکبین کا حکم

سوال: ایک ایسا گروہ ہے جو درج ذیل عقائد رکھتا ہے یا مذکورہ باتوں کی اشاعت کرتا ہے؟

(۱) توحید، نماز روزہ، حج، زکوٰۃ کے متعلق واہیات بکتا ہے۔

(۲) قرآن کریم کو ناقص بلکہ اس کے کلام الٰہی ہونے سے انکار کرتا ہے۔

(۳) اللہ کا انکار کرتا ہے۔

(۴) جنت و جہنم، پل صراط اور خانہ کعبہ کا انکار کرتا ہے۔

(۵) مکہ کے بجائے کسی اور مقام کو قبلہ قرار دیتا ہے۔

(۶) حضور پاک کی شان میں گستاخی کرتا ہے اور پیغمبر کے سلسلہ کے جاری ہونے کا

وہم پیدا کرتا ہے۔

(۷) ''رب'' کے معنیٰ ''گرو'' بتاتا ہے۔

(۸) قرآن کریم کی آیتوں کی غلط تشریح کرتا ہے۔

(۹) اسلام کی مقدس ہستیوں خاص طور سے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی توہین کرتا ہے۔

پس مذکورہ بالا باتوں پر عمل کرنے والا یا ان باتوں کی تشہیر واشاعت کرنے والا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے یا نہیں؟ مذکورہ بالا عقائد رکھنے والے شخص کے ساتھ تعاون کرنے والے کا شریعت کی رو سے کیا حکم ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

ایسا گروہ جو مذکورہ فی السوال عقائد رکھتا ہے یا ان باتوں کی تشہیر واعلان کرتا ہے وہ باتفاق علماء دائرہ اسلام سے خارج ہے، اس کے کفر میں کوئی شبہ نہیں، کیونکہ یہ تمام عقائد دلائل قطعیہ سے ثابت ہیں، جن کا انکار موجب کفر ہے۔ وفی الاعلام يكفر من كذب بشيء مما صرح به القرآن من حكم او خبر او جملة التوراة والانجيل وكتب الله المنزلة او كفر بها او لعنها او سبها اس استخفها وفی البزازية انكر آية من القرآن الكريم او سخر يامنه يكفر.

مذکورہ فی السوال عقائد رکھنے والے کے ساتھ تعاون کرنے والے بھی ایمان سے خارج ہو جائیں گے کیونکہ یہ کفر کی تلقین اور اسکے فروغ واشاعت میں حصہ لینا ہے جو انسان کو کفر تک پہونچا دیتا ہے، ومن لعن انسانا كلمة الكفر يتكلم بها كفر وان كان على وجه اللعب والضحك ومن امر رجلا بالكفر الآمر فی الحال تكلم به المامور ام لا، لانه استخفاف بالاسلام. (فتاوی بزازیہ ج ۶ ص ۳۳)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) الفتاویٰ البزازیة علی هامش الهندیة ج:۶ص:۳۳۔ رشیدیة۔

البحر الرائق ج:۱ص:۳۳۱۔ سعید۔

إذا أنکر الرجل آیة من القرآن أو تسخر بآیةٍ من القرآن وفی الخزانة أو عاب۔ کفر۔ (الفتاویٰ الهندیة ج:۲ص:۲۶۶۔ رشیدیة)۔

امانت کے ہلاک ہونے پر ضمان نہیں

سوال: (۱) اگر زید عمر کو روپیہ دے کوئی سامان کے لئے اور عمرو بکر سے سامان منگاتا ہے، سو عمرو نے روپیہ بکر کے پاس بھیج دیا سامان کے لئے اور عمرو اس سے پہلے اپنے سامان کے لئے روپیہ دیئے ہوا تھا اور بکر اس کو صرف کر دیا تھا اور عمرو کا سامان نہیں بھیجا تھا، اب زید والے روپیہ سے بکر نے عمرو کا سامان بھیجا اور زید کا نہیں بھیجا، پھر چار پانچ مہینوں کے بعد بکر اپنے روپیہ سے زید کا سامان لا رہا تھا اسٹیشن پر سب سامان کے ساتھ وہ بھی چوری ہو گیا۔ تو اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ نقصان کس کا ہوگا ایا زید کا یا عمرو کا یا بکر کا؟

(۲) لوگ زید کے پاس امانۃً روپیہ جمع کراتے ہیں، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر سو روپیہ جمع کرایا ہے تو ضرورت کے لحاظ سے پانچ دس روپیہ کر کے لے گا، یہ ضروری نہیں کہ وہی روپیہ لے گا جو جمع کرایا ہے، تو کیا یہ اختیار نابالغ کا دینا صحیح ہوگا؟ اور اس کو صرف کرنا درست ہے یا نہیں؟ کہ وہ بحفاظت بعینہٖ اس کو رکھے گا؟ (۳) اور ساتھ ہی دوسری بات جواب طلب یہ ہے کہ لڑکے روپیہ جمع کر دیئے اور بعینہٖ وہی روپیہ نابالغ کا چوری ہو جائے تو روپیہ کس کا نقصان ہوگا؟ مالک اصل نابالغ کا یا جس کے پاس امانت ہے اس کا؟ اور لڑکے کا مطلب وہی روپیہ لینا نہیں ہوتا۔ جواب صاصواب سے نوازیں۔ کرم ہوگا۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

(۱) صورت مسئولہ میں چوری شدہ سامان کا نقصان عمرو کا ہوگا نہ کہ زید کا اور نہ بکر کا۔ بکر کا

نقصان تو اس لئے نہیں ہوگا کہ سامان اس کے ذمہ امانت ہے اور امانت ہلاک ہونے پر تاوان واجب نہیں، وھی امانة فلا تضمن بالھلاك (شامی ج ۴ ص ۴۹۴) اور چونکہ زید کا معاملہ عمر سے ہے، عمرو کے لئے جائز نہیں تھا کہ وہ زید کی اجازت کے بغیر دوسرے کو سامان خریدنے کے لئے پیسہ دے، اس لئے عمر اس کا ذمہ دار ہوگا۔ ولیس للوکیل ان یوکل فیما وکل به لانه فوض الیه التصرف دون التوکیل به (ہدایہ ج ۳ ص ۱۷۶)

(۲) نقد یعنی روپیہ پیسہ، سونا چاندی شرعاً متعین نہیں ہوتے ہیں، اس لئے ان ہی روپیوں کا ادا کرنا کوئی ضروری نہیں جو لڑکوں نے رکھنے کے لئے دیا ہے بلکہ اس کے عوض دوسرا روپیہ بھی دے سکتا ہے، اس لئے لڑکا اجازت دے یا نہ دے ہر حال میں اس کے لئے صرف کرنا درست ہے، البتہ احتیاط اجازت لینے میں ہے۔ (قوله كنقود) فاذا اشترىٰ بھٰذا الدرھم له دفع درھم وغيره. وعدم تعيين النقد ليس على اطلاقه بل ذلك فى المعاوضات وفى النذر والامانات (شامی ج ۴ ص ۱۶۶)

(۳) اگر بعینہ نابالغ کا روپیہ چوری ہوجائے تو نقصان اصل مالک یعنی نابالغ کا ہوگا، جس کے پاس امانت ہے اس کا نقصان نہیں ہوگا، اس لئے کہ امانت میں ضمان نہیں ہے بشرطیکہ بلا تعدی ہو۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) شامی ج:۵ص:۶۶۴۔ کتاب الإیداع کراچی۔

وھی أمان فلا تضمن بالھلال لقوله علیه السلام لا ضمان علی مؤتمن رواہ الدار قطنی۔ (تبیین الحقائق ج:۵ص:۷۷۔ بیروت)۔

(۲) ھدایة ج:۳ص:۱۷۶۔ تھانوی۔

(شامی ج:۳ص:۷۳۔ کراچی)۔

(تبیین الحقائق ج:۴ص:۲۷۶۔ بیروت)۔

(الفقه الحنفی وأدلته ج:۴ص:۳۰۰۶۔ دار الفکر المعاصر)۔

(۳) شامی مع الدر ج:۵ص۱۵۳۔ باب المرابحة والتولیة کراچی۔

(۴) عن عمرو بن شعیب عن أبیه عن جدہ رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: لیس علی المستعیر غیر المغل "ضمان ولا علی المستودع غیر المغل ضمان۔ (سنن الدار قطنی ج:۳ص:۳۶)۔ دار الإیمان۔

ایک شخص ایک زمین کا مالک ہے، لوگ اس کو تصرف سے روکتے ہیں، وہ کیا کرے؟

سوال: زید نے ایک کالونی میں زمین لی ہے جہاں اکثر مسلمانوں کی آبادی ہے، چونکہ یہ زمین شہر میں ہے اس لئے شہری دستور قانون کے مطابق کالونی کے اندر آنے جانے کے لئے باضابطہ قانونی راستہ بنا ہوا ہے، جس کا نقشہ ہمر شتہ ہے، لیکن زمین حاصل کرنے کے بعد زید کا پڑوسی اس راستہ کو بند کر رہا ہے، جو کہ قانونی اور عام لوگوں کا راستہ ہے، تاکہ زید مجبور ہو کر اپنی حاصل کردہ زمین اپنے پڑوسیوں کو فروخت کردے یا کسی طرح زید اپنی زمین سے دست بردار ہو جائے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کے پڑوسیوں کا زید کے لئے وہ

راستہ بند کرنا جو قانونی ہے، شرعاً درست ہے یا نہیں؟ نیز اس طرح مجبور کر کے زید سے اس کی زمین کی قیمت پر خریدنا خواہ اپنے لئے یا کسی رفاہی کام کے لئے درست ہے یا نہیں؟ زید کی اس صورت حال میں شرعی ذمہ داری کیا بنتی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ''لا تأکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم'' زید نے جب شرعی طریقہ کے مطابق آپس کی رضامندی سے کوئی زمین حاصل کی ہے تو وہ اس زمین کا بااختیار مالک متصرف ہے، ہر طرح کا تصرف وہ اپنی چیز میں کرسکتا ہے، نیز زید کو اپنی زمین میں جانے کے لئے راستہ بھی ملنا چاہئے اور جب قانونی طور میونسپلیٹی سے منظور شدہ راستہ پہلے سے موجود ہے تو پھر اس کو روکنا اور بند کرنا غیر قانونی پر، غیر شرعی، غیر اخلاقی مبنی بر عناد و اضرار ہے، ظالمانہ عمل ہے، حدیث پاک میں ہے ''لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام'' اسلام نے کسی کو ضرر و تکلیف پہونچانے کی اجازت نہیں دی ہے چہ جائیکہ مسلمان مسلمان کے لئے باعث اذیت بنے۔ یہ عمل روح شریعت کے خلاف ہے، نیز کسی کو دبا کر مجبور کر کے اسکے ذاتی و شرعی حق کو اپنے لئے یا کسی رفاہی کام کے لئے لینا شرعاً مذموم و ناقابل قبول عمل ہے، زید اس صورت حال میں شرعاً مجاز ہے کہ وہ اپنی چیز کے تحفظ و بقاء کے لئے شرعی و قانونی راہوں کو اپنا کر اپنی چیز کو تحفظ فراہم کرے اور اس کا بھی پورا اختیار ہے کہ وہ اپنی چیز کو اپنے استعمال میں رکھے اور اس کے لئے کسی دباؤ کو بلا رضا ہرگز قبول نہ کرے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعلیق والتخریج

(۱) سورة النساء رقم الآية: ۲۹۔

(۲) والمالك حر التصرف بملكه۔ (الفقه الإسلامی ج:۶ ص:۴۲۶۱)۔ دار الفكر المعاصر۔

(۳) عن أبي سعيد بن الخدر رضی الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا ضرر ولا ضرار ومن صار ضرّه الله ومن شاق شق الله عليه۔ (سنن الدار قطنی ص:۳۰۷۹)۔ (كتاب البيوع رقم الحديث:۳۰۷۹)۔

(۴) عن أبي هريرة رضی الله عه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم المسلم لا يظلمه ولا يخذله ولا يحقره۔ (الصحيح للمسلم ج:۲ ص:۳۱۷۔ فيصل)۔

باپ اپنی ملکیت میں تصرف کرسکتا ہے یا نہیں؟

سوال: زید نے اپنے باپ کو پٹخ کر مارا اور اس کے ایک لڑکے نے بھی اپنے دادا کو کچھ دنوں کے بعد مارا پیٹا۔

ایک ٹریکٹر جو کہ زید کے باپ نے خود زید کے نام خریدا اور بقایا کی قسطیں اپنی موروثی زمین کو فروخت کر کے ادا کیا، زید کا باپ اب چاہتا ہے کہ یہ ٹریکٹر میرے نام ہو جائے مگر زید کسی حال میں اس بات پر راضی نہیں ہے، حالانکہ زید کے باپ نے مجبوراً زید کے نام سے ٹریکٹر خریدا تھا، کیوں کہ اس وقت اس کی ایک کھتونی ایک آدمی کی ضمانت لینے کی وجہ سے عدالت میں جمع تھی اب حل طلب امر یہ ہے کہ زید کا باپ جس کی نسل میں دو اور لڑکے ہیں اور صاحب اولاد ہیں، زید کا باپ ان دونوں لڑکوں میں سے ایک کے سب سے بڑے لڑکے اور دوسرے لڑکے کے پسر ثانی کے نام وہ جائداد کرنا چاہتا ہے، جو کہ زید کو اپنے باپ کے مرنے کے بعد وراثتاً ملے گی، شرعاً ایسا کرنا کیسا ہے؟ وضاحت کریں۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

باپ کو اپنی زندگی میں اپنی مملوکہ اشیاء میں تصرف کرنے کا پورا حق و اختیار ہے،(۱) لیکن اولاد کے سلسلہ میں تفریق اور کمی وبیشی سے شریعت نے منع کیا ہے، ترمذی کی روایت میں صراحت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ایک باپ کو اس انداز کی تفریق سے منع فرمایا، نیز اس سے اولاد میں رنجش پیدا ہوتی ہے جس سے باپ کا بڑھاپا پریشان کن ہو جاتا ہے، بہت سے پیچیدہ مسائل پیدا ہو جاتے ہیں، جو نہایت تکلیف دہ ہوتے ہیں، اس لئے باپ کو چاہئے کہ اپنی مملوکہ اشیاء کو اپنی حالت پر چھوڑ دے، یا اگر دینا ہی ہو تو ساری اولاد کو برابر دے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) المالك يتصرّف فی ملکه أی تصرف شاء۔ (الفقه الاسلامی وأدلته المبحث السادس، حکم لملك وما يقتضيه من حقوق ج:٦ ص:٦٠٢٥)۔ دار الفکر المعاصر۔

(۲) المالك هو المتصرف فی الأعيان المملوکة کیف شاء۔ (بیضاوی شریف ص:٧) یاسر ندیم اینڈ کمپنی۔

(۳) کل أحدٍ أحق بماله من والده وولده والناس أجمعين۔ رقم: ١٥٢٨٥۔ وکذا کل ذی مال أحق بماله يصنع به ما شاء رقم: ١٥٢٨٦۔ (کنز العمال ج:٦ ص:٦٧)۔

(۴) عن النعمان بن بشير رضی اللہ عنہ أنّ أباه أتی به إلی رسول الله۔ صلی الله عليه وسلم۔ فقال إنّی نحلت ابنی هذا غلاماً فقال: أکل ولدك نحت مثله؟ قال: لا قال: فأرجعه۔ (صحيح البخاری: کتاب الهبة ج:١ ص:٣٥٢)۔

(۵) سوی بينهم يعطی الإبنة مثل ما يعطی للابن وعليه الفتوی (الهنديه کتاب الهبة ج:٤ ص:٣٩١)۔ زکریا۔

(۶) ذكر المعلى بن منصور عن أبي يوسف لا بأس بأيؤثر الرجل بعض ولده على بعض إذا لم يرد الاضرار، وينبغي أن يسوى بينهم إذا كان يريد العدل فإن كانوا ذكوراً أو إناثاً سوى بينهم فى العطيئة لقول النبى صلى الله عليه وسلم۔ أكلّ ولدك أعطيت مثل ما اعطيت هذا؟ (مختصر اختلاف العلماء لأبى جعفر الطحاوى، كتاب الهبة فى تخصيص بعض الولد بالهبة ج:۴ ص:۱۴۲)۔ دار البشائر الاسلامية۔

(۷) لأنّه يتأذى البعض بإيثار البعض ففى تجويزه قطيعة الرحم۔ (الهداية كتاب الوصايا ج:۴ص:۶۲۵)۔ مكتبه تهانوى۔

يكره تفضيل بعض الأولاد على البعض فى الهبة (خلاصة الفتاوىٰ ج:۴ ص:۴۰۰)۔ اشرفيه۔

غصہ میں قرآن اٹھالیا، کیا کرے؟

سوال: اگر کوئی غصہ میں قرآن شریف اٹھالے تو اس کے عوض کیا کیا جائے؟ کوئی حل نکلے تو برائے کرم اطلاع فرمائیں۔

الجواب: حامدًاومصليًا

چھوٹی چھوٹی باتوں پر غصہ ہو جانا اور پھر قرآن وغیرہ کو ہاتھ میں رکھ کر قسم کھانا یہ بری بات ہے اس سے پرہیز کرنا چاہئے اور اللہ سے توبہ کرنا چاہئے، اس کے عوض کچھ ادا کرنے کی ضرورت نہیں، البتہ جب کبھی قسم کی ضرورت پڑ ہی جائے تو قرآن ہاتھ میں لئے بغیر بس اللہ کا نام لیکر قسم کھایا جاسکتا ہے۔ من كان حالفا فلا يحلف الا بالله (مسلم شریف ج ۱ ص ۴۶)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) عن عبد الله بن دينارٍ أنه سمع ابن عمر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من كان حالفاً فلا يحلف إلا بالله وكانت قريش تحلف بآبائها فقال: لا تحلفوا بآبائكم۔ (الصحيح للمسلم باب النهى عن الحلف بغير الله رقم الحديث: ۱۶۴۶)۔ (سن النسائی باب التشدید ففی الحلف بغیر الله تعالیٰ رقم الحدیث: ۳۷۶۴)۔

عن سعد بن عبيدة أن ابن عمر سمع رجلاً يقول: لا والكعبة فقال ابن عمر: لا يحلف بغير الله فإني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: من حلف بغير الله فقد كفر أو أشرك۔ (سنن الترمذی باب ماجاء فی كراهية الحلف بغير الله رقم الحديث: ۱۵۳۵)۔

(سنن ابی داؤد باب کراهية الحلف بالآباء رقم الحديث: ۳۲۴۸)۔

انٹرنیٹ دیکھنا اور لوگوں کو پہچاننے کے لئے کیمرہ لگانا کیسا ہے؟

سوال: مفتی صاحب! عرض اینکہ

(۱) واردین وصادرین ہر آنے جانے والے کا پتہ لگانے اور اپنے اور غیر کو پہچاننے کے لئے تاکہ چوری اور ڈاکہ وغیرہ سے محفوظ رہا جاسکے، گھر وغیرہ سے باہر کیمرہ لگانا شرعاً کیسا ہے؟

(۲) انٹرنیٹ پر پروگرام وغیرہ دیکھنا کیسا ہے؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

(۱) کیمرہ لگانا خاص کر مذکورہ مقصد کے لئے جائز ہے، اس میں کسی قسم کی قباحت نہیں ہے، کیونکہ کیمرہ لگانے میں کسی قسم کا مفسدہ اور خرابی نہیں ہے بلکہ اس میں مکان جان ومال کی حفاظت ہے جو کہ ضروری ہے۔

(۲) دینی پروگرام (تلاوت، نعت، تقریر) دیکھنے خبر سننے کے لئے انٹرنیٹ کے استعمال کی گنجائش نکل سکتی ہے، لیکن فلم بینی اور عریاں تصویروں کو دیکھنے اور ان جیسے

امور کے لئے انٹرنیٹ کے استعمال کی قطعا اور بالکل اجازت نہیں، شرعاً حرام اور ممنوع ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) القاعدة الثانية: الأمور بمقاصدها، معنى هذه القاعدة أن أعمال الإنسان وتصر فاته القولية والفعلية تخضع أحكامها الشرعية التى تترتب عليها المقصوده الذى يقصد منها وليس بظاهر العمل أو القول. (الفقه الإسلامى وأدلته ج:۱ص:۱۵۹). دار الففكرر المعاصر۔

(۲) وأما التلفزون والفيدو فلا شك فى حرمة استعمالها إلى ما يشتملان عليه من المنكرات الكثيرة من الخلاعة والمجون والكشف عن النساء من المتبرجات أو العاديات وما إلى ذلك من أسباب الفسوق. (تكمة فتح الملهم۔ كتاب اللباس والزينة باب تصوير صورة الحيوان ج:۴ص:۱۴۲). فيصل۔

رحم کا آپریشن درست ہے یا نہیں؟

سوال: ہندہ ایک عرصہ دراز سے درد شکم میں مبتلا ہے، دوا علاج کرا کر تھک چکی ہے، اطباء کا مشورہ یہ ہے کہ اگر رحم کو بذریعہ آپریشن نکال کر باہر کر دیا جائے تو آرام یقینی ہے، اس کے سوا شفایابی کی کوئی دوسری صورت نہیں ہے۔اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ شریعت مطہرہ اس سلسلہ میں کیا کہتی ہے؟ بینوا توجروا

الجواب: حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں ماہر قابل ڈاکٹروں کی رائے میں واقعۃً اگر رحم نکال دینے سے شفا یقینی ہو اور اس کے علاوہ شفا کی کوئی دوسری صورت نہ ہو تو ہندہ کے لئے آپریشن کرانا

جائز ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) الضرورات تبيح المحظورات (الأشباه والنظائر: القاعدة الخامسة ج:۱ ص:۲۵۱)۔ دار الكتاب ديوبند۔

(۲) الحاجة تنزل منزلة الضرورة عامة كانت أو خاصّة۔ (الأبشاه والنظائر ج:۱ ص:۲٦۷)۔ دار الكتاب ديوبند۔

(۳) فإباحة الإسقاط محمولة على حالة العذر۔ (شامی: نكاح الرقيق ج:۳ ص:۱۷٦)۔ کراچی۔

کوریر پر کمیشن لینا کیسا ہے؟

سوال: ایک شخص نے کوریر چلانے کو تجارت کا ذریعہ بنالیا ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ رقم والا اپنی رقمیں اس شخص کے پاس جمع کر دیتا ہے کہ میری رقمیں میرے گھر آپ کے واسطے جلد از جلد پہنچ جائیں۔کوریر چلانے والا شخص صاحب رقم سے پانچ روپئے سیکڑہ کے حساب سے کمیشن لیتا ہے۔ صاحب کوریر بذریعہ فون اپنے علاقہ میں موجود بینک میں اپنی کھاتہ سے روپیہ نکال کر صاحب رقم کے گھر پہنچوا دیتا ہے۔تو اس طرح کا کاروبار اور یہ کمیشن جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

صورت مسئولہ میں کوریر کا مذکورہ طریقہ درست ہے، اور اس میں جو کمیشن لیا جاتا ہے اس کا بھی لینا درست ہے، کیونکہ صاحب رقم سے جو کمیشن لیا جاتا ہے وہ صاحب کوریر اپنے عمل اور اپنی محنت کے عوض لیتا ہے۔لہٰذا یہ کمیشن اس کا محنتانہ ہوا، بلا محنت کے نہیں لے رہا ہے، اور

محنت وعمل کے ذریعہ حاصل ہونے والا کمیشن جائز ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) من القواعد الفقهية قاعدة "اُلغنم بالغرم" ومعناه أن من ينال نفع شيئ يتحمل ضرره ودليل هذه القاعدة وهو قول النبى صلى الله عليه وسلم لا يغلق الرهن من صاحبه الذى رهنه له غنمه وعليه غرمه۔ (الموسوعه الففقهية ج:۳۱ ص:۳۰۱)۔ كويت۔

مستفاد من: وفى الدلال والسمسار يجب أجر المثل۔ (شامی ج:۹ ص:۸۷۔ زکریا)۔

رہن پر دی ہوئی زمین کی پیداوار کا مرتہن کے لئے استعمال کرنا کیسا ہے؟

سوال: کوئی شخص مجبور ہو کر قرض لینے کے واسطے اپنی زمین بھرنا (رہن) پر لگا دیتا ہے، اور قرض دینے والا اس زمین سے فائدہ اٹھاتا رہتا ہے یعنی اس کی پیداوار کھاتا رہتا ہے جب تک قرض لینے والا اس کا روپیہ ادا نہ کر دے، تو کیا اس زمین سے فائدہ اٹھانا مرتہن کے لئے جائز ہے؟ راہن اب زمین چھڑانا چاہتا ہے، اس کی کیا شکل ہے شریعت میں اس کا کیا طریقہ ہے؟ جواب سے نواز کر ممنون ومشکور فرمائیں، کرم ہوگا۔

الجواب: حامدًا ومصليًا

بھرنا رکھنے والے کو راہن اور جس کے پاس بھرنا رکھا ہے یعنی جس سے قرض لیا گیا ہے اس کو مرتہن کہتے ہیں اور جو چیز بھرنا رکھی گئی ہے اس کو مال مرہون کہتے ہیں۔ شریعت اور اسلامی قانون کے اعتبار سے مال مرہون کی حیثیت محض ضمانت کی ہوتی ہے، اور بھرنا رکھے

جانے کے بعد بھی وہ مال مرہون اسکے اصل مالک کی ملک قرار پاتی ہے۔اس لئے جس کے پاس کوئی چیز بھرنا رکھی جائے اس کو مال مرہون سے نہ تو فائدہ اٹھانے کا حق ہے اور نہ کسی تصرف کا، کیوں کہ یہ فائدہ اٹھانا ہے اپنے دیئے ہوئے قرض کے بدلہ میں فائدہ اٹھانا اور شریعت میں اس کی ممانعت ہے ''کل قرض جر نفعا فهوحرام'' كما فی الشامی: لا یحل له ان ینتفع بشیء منه بوجه من الوجوه وان اذن له الراهن لانه اذن فی الربوا (شامی ج ۵ ص ۳۱۰) بہرحال مرتہن کا مال مرہون سے فائدہ اٹھانا یا تو مالک کی اجازت سے ہوگا یا بغیر اجازت کے یا عرف ورواج کے اعتبار سے ہو، تمام صورتیں شرعاً ممنوع ہیں، کیونکہ یہ سود ہوگا، اور سود جائز نہیں ہے۔اس لئے اس سے فائدہ حاصل کرنا جائز نہیں ہے۔

صاحب زمین اپنی زمین واپس لینا چاہتا ہے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ اس نے جتنا قرض لیا تھا وہ مکمل واپس کردے اور مرتہن (قرض دینے والا) اس کی زمین واپس کرنے کے ساتھ زمین سے اب تک جتنا بھی غلہ وغیرہ حاصل کیا ہے سب زمین والے کو واپس کردے، کیونکہ حاصل ہونے والا غلہ زمین والے کی ملک تھا جو اس کے پاس امانت کے طور پر تھا لہٰذا امانت کو واپس کرنا ضروری ہے، اور اگر مرتہن مال مرہون سے حاصل ہونے والی زیادتی کو واپس کرنا نہیں چاہتا ہے تو پھر اس کی صورت یہ ہے کہ قرض کی مقدار اور حاصل ہونے والی زیادتی کی مقدار دونوں کا مقابلہ کیا جائے گا، اگر دونوں برابر ہو گئے مثلاً قرض دس ہزار روپیہ تھا اور حاصل شدہ زیادتی کی مقدار بھی دس ہزار کو پہنچ گئی ہے تو اب راہن سے قرض ساقط ہو جائے گا اور مرتہن صرف اس کی زمین واپس کردے، کیونکہ اس نے اپنے قرض کے برابر راہن کی زمین سے فائدہ حاصل کرلیا ہے۔اور اگر قرض کی مقدار اور حاصل شدہ زیادتی کی مقدار دونوں میں فرق ہے مثلاً حاصل ہونے والی زیادتی پندرہ ہزار کے بقدر ہے تو مرتہن راہن کی زمین کے ساتھ مزید پانچ ہزار روپیہ بھی واپس کرے گا اور اگر حاصل شدہ زیادتی کی مقدار پانچ ہزار کے بقدر ہے تو راہن پر صرف پانچ ہزار واپس کرنا لازم ہوگا، کیونکہ بقیہ

پانچ ہزار اس حاصل شدہ پانچ ہزار سے منہا ہو جائے گا۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۲۰، فتاوی محمودیہ ج ۱۳ ص ۳۸۳)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) الراهن: المالك، والمرتهن: أخذ الرهن. (شامي: كتاب الرهن ج:۱۰ ص:۶۸). زكريا.

(۲) وهو مضمون يعني أنّ ماليته مضمونة وأمّا عينه فأمانة. (شامي ج:۱۰ ص:۷۳). زكريا.

(۳) كل قرض "الخ" (كنز العمال، فصل ففي لواحق كتاب الدين ج:۶ ص:۲۳۸. رقم:۱۵۵۱۶). موسسة الرسالة.

(۴) لا يحل له "الخ". (شامي: فصل في القرض ج:۵ ص:۱۶۶. كراچی).

(وكذا في الشامي: كتاب الرهن ج:۱۰ ص:۸۳). زكريا.

(۵) ونماء الرهن كالولد والثمر واللبن والصوف والوبر والأرش ونحو ذلك الراهن لتولده من ملكه وهو رهن مع الأصل تبعا له. (شامي: كتاب الرهن ج:۱۰ ص:۱۴۴). زكريا.

(وكذا في البنايه ج:۱۲ ص:۶۹). دار الفكر بيروت.

(وكذا في الهندية ج:۵ ص:۵۱۱). مكتبة الاتحاد.

فلمی نغموں سے ملتی جلتی نعتیں اور ان کے سننے کا حکم

سوال: محترم مفتی صاحبؒ! آج کل ٹی وی پر کچھ لوگ فلمی نغموں سے ملی جلی نعتیں پیش کر رہے ہیں، اور یہ نعتیں جھوم جھوم کر پڑھی جاتی ہیں یہاں تک کہ پاکستان میں ان کی محفلیں آراستہ ہوتی ہیں اور رات رات بھر لوگ جاگ کر ان کی طرح ان محفلوں میں شرکت کرتے ہیں، کیا اس طرح کی فلمی نغموں جیسی نعتیں سننا اور ان محفلوں میں شرکت کرنا جائز ہے؟

الجواب: حامدًا ومصليًا

نعت پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح وثنا اور محبت میں پڑھی جاتی ہے، جو خالصۃ للہ ولرسول اللہ ہوا کرتی ہے اور جس سے اللہ ورسول کا قرب میسر ہو شرعا مطلوب ومقصود اور محمود ہے۔ لیکن ایسی نعت جو محض دکھاوے، ناموری، شہرت واہ واہی اور پیسے کمانے کے لئے ہو تو وہ غیر مطلوب ہے۔

گانا، بجانا، ساز موسیقی اور میوزک وغیرہ ایک ناپسندیدہ چیز ہے، فقہاء نے اس کو مطلقا حرام اور ناجائز لکھا ہے۔ استماع ضرب الدف والمزمار وغير ذالك حرام (شامی مکتبہ زکریا دیوبند ج ۹ ص ۵۶۶)

نعت یا اشعار، محض خوش آوازی کے ساتھ پڑھے جائیں، اور پڑھنے والی عورت، یا امرد نہ ہو، اور نعت واشعار کے مضامین بھی فحش یا کسی دوسرے گناہ (مثلا شرکیہ الفاظ وغیرہ) پر مشتمل نہ ہو تو اس کا سننا جائز اور ایسی مجلس میں شریک ہونا درست ہے، لیکن مذکور فی السوال نعت ایسی ہو کہ اسکے ساتھ طبلہ، سارنگی وغیرہ مزامیر اور میوزک ہو تو پھر اس کا سننا اور اس میں شرکت کرنا جائز نہیں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعليق والتخريج

(۱) عن أبی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم۔ كل أمر ذی بال لا يبدأ فيه بالحمد لله أقطع (شعب الإيمان للبيهقی ج:۴ص:۳۰۰)۔

وتحته: ففيه جواز إنشاد الشعر فی المسجد إذا كان متضمنا لمدح النبی۔ صلی الله عليه وسلم۔ أو الرد علی الكفار۔ (تكمله فتح الملهم ج:۵ص:۲۴۰)۔ اشرفيه۔

وفی النووی: وفيه جواز إنشاد الشعر فی المسجد إذا كان مباحاً لا ستحبابه إذا كان فی ممادح الإسلام وأهله فی هجاء الكفار۔ (شرح النووی علی صحيح مسلم ج:۲ص:۳۰۰)۔

(۳) الصوت الطيب الموزون غير حرام فإذا لم يحرم الآحاد فمن أين يحرم المجموع، نعم ينظر فيما يفهم منه، فان كان فيه أمر محظور حرم نظمه ونثره وحرم التصويت به سواء كان بألحان أولم يكن۔ (احباء العلوم ج:۲ص:۱۵۳)۔

(۴) أن يكون المسمع امرأة لا يحل النظر إليها، وتخشی الفتنة من سماعها وفقی معناها الصبی الأمور الذی تخشی فتنته وهذا حرام۔ (إحياء العلوم ج:۲ ص:۱۵۷)۔

(۵) قال النووی فی الروضة: غناء الإنسان بمجرد صوتته مكروه وسماعه مكروه وإن كان سماعه من الأجنبية كان أشد كراهة والغناء بآلات مطربة هو من شعار شاربی الخمر كالعود والطنبور والصنج والمعازف وسائر الأوتار حرام و كذا سماعه حرام۔ (مرقاة المفاتيح: كتاب الآداب، باب البيان والشع ج:۸ ص:۵۵۸۔ ۵۵۷)۔ اشرفيه۔

عورتوں کے لئے چہرہ اور ہتھیلی کے پردے کا حکم

سوال: مفتی صاحب میں ایک دفتر میں کام کرتی ہوں، گھر سے نکلنے سے قبل سر پر اسکارف باندھ لیتی ہوں لیکن میرا چہرہ کھلا رہتا ہے، میرے ایک رشتہ دار کا کہنا ہے کہ یہ ادھورا پردہ ہے، چہرہ بھی ڈھکو، جبکہ کئی مسلم ملکوں میں خواتین سر پر اسکارف باندھتی ہیں۔ تو صحیح پردہ کیا ہے؟ کیا بغیر برقع کے پردہ ممکن نہیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

عورتوں کے لئے چہرہ اور ہتھیلیوں کے علاوہ پورا جسم ستر ہے۔ جن کا پورا پردہ ضروری ہے، گھر سے باہر نکلتے وقت چہرہ اور ہاتھوں کا بھی حجاب ہے، تاکہ فتنہ سے حفاظت رہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۹۲)

ایسا لباس جو گاڑھا اور ڈھیلا ہونے کے ساتھ سر سے پاؤں تک مکمل طور پر چھپالے، جس سے بدن کا نشیب وفراز بالکل ظاہر نہ ہو، لہٰذا صرف اسکارف کے بجائے مذکورہ وضع کا برقع استعمال کیا جائے لقوله تعالىٰ يدنين عليهن من جلابيبهن.

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمی

التعليق والتخريج

(۱) وللحرة جميع بدنها حتى شعرها النازل فى الأصح خلا الوجه والكفين والقدمين على المعتمد۔۔۔ وتمنع المرأة الشابّة من كشف الوجه بين الرجال لا لأنّه عورة بل لخوف الفتنة۔ (شامی: باب شروط الصلاة ج:۲ ص:۷۷۔۷۹)۔ زکریا۔

(۲) اتفق العلماء على أنّه يجب على المرأة أن تلبس من اللباس ما يغطى جميع عورتها۔ (الموسوعة الفقهية ج:۳۵۔ ص:۱۹۲)۔

(۳) كل لباس ينكشف معه جزء من عورة الرجل المرأة لا تقرّه الشريعة

الإسلامية مهما كان جميلا او موفقا لدور الأطباء و كذلك اللباس الرقيق أو الاصق بالجسم الذى يحكى للناظر شكل حصّتته من الجسم الذى يجب ستره فهو فى حكم ما سبق فى الحرمة وعدم الجواز۔ (تكمله فتح الملهم كتاب اللباس والزينة ج:۴ص:۷۷)۔ فيصل۔

(۴) اتخذوا السراويلات، فإنّها من استريتتابكم وحسنو مها نسائكم إذا خرجن۔ (كشف الحفاء ومزيل الالباس ج:۱ص:۳۸)۔ احياء التراث العربى۔

(۵) لبس السراويل سنّة وهو من استر الثياب للرجال والنساء (هنديه كتاب الكراهية ج:۵ص:۳۸۶)۔ زكريا۔

(۶) قال الله تعالىٰ: يا ايّها النبى قل لازواجك ونبتك ونساء المؤمنين يدنين عليهن جلابيهن (سورة الاحزاب:۵۹) فى تفسير ابن كثير قال على ابن أبى طلحة عن ابن عباس امر الله تعالىٰ نساء المؤمنين إذا خرجن من بيوتهن فى حاجة أن يغطين وجوههن من فوق رؤسهن بالجلابيب ويبدين عينا واحدة۔ (تفسير ابن كثير ج:۵ص:۲۳۱)۔ زكريا۔

(۷) و كذا فى أحكام القرآن للجصاص تحت هذه الآية: فى هذه الآية دلالة على أنّ المرأة الشابّة مأمورة بستتر وجهها عن الأجنبين وإظهار الستر والعفافف عند الخروج لئلا يططمع أهل الريب فيهن۔ (أحكام القرآن للجصاص ج:۳ص:۳۷۲)۔

غیر مسلم کو چندہ دینا کیسا ہے؟

سوال: ہماری مارکیٹ میں ہر سال رام نومی اور دیگر ہندو تیوہاروں کے لئے چندہ جمع کر کے غریبوں کے لئے لنگر لگایا جاتا ہے، ہم بھی اپنے پڑوسی ہندو دوکانداروں کے ساتھ چندہ دیتے ہیں کیونکہ ان سے ہمارے اچھے مراسم ہیں، اس بارے میں شریعت کا حکم بتائیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

غیر مسلموں کے کسی بھی تیوہار میں مسلمانوں کا کسی طرح بھی خواہ قدماً ہو یا رقماً شریک ہونا شرعاً ناجائز اور حرام ہے کیونکہ اس میں تعاون علی الکفر ہے، جو ممنوع ہے۔ اس لئے ان کے تیوہاروں میں چندہ بھی نہیں دینا چاہئے۔

البتہ اگر چندہ نہ دینے پر ان کی طرف سے کسی طرح کا ضرر اور نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو اور ان کے شر سے بچنے کے لئے ان کے ساتھ ظاہری مراسم کو باقی رکھتے ہوئے چندہ دینا ہی ناگزیر ہو تو پھر ایسی مجبوری میں اس کی اجازت ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

التعلیق والتخریج

(۱) ولا تعاونوا على الاثم والعدوان (سورة المائدہ:۲) وفی تفسير ابن كثير: ينهاهم عن التناصر على الباطل والتعون على المأثم والمحارم قال ابن جرير الاثم ترك ما امر الله بفعله، والعدوان: مجاوزة ما حدّ الله فی دينكم ومجاوزة ما فرض عليكم فی انفسكم وفی غيركم۔

(۲) قوله تعالىٰ: إذا سمعتتم آيات الله يكفر بها ويستهزأ بها فلا تقعدوا معهم حتى يخوضوا فی حديث غير الخ. (سورة النساء:۱۴۰)۔ وفی تفسير الطبری: فی هذه الآية، الدلالة الواحة على النهی عن مجالسة أهل الباطل من كل نوع، من المبتدعة والفسقة عند خوضهم فی باطلهم۔ (تفسير الطبری ج:۲ ص:۵۸۶)۔ موسسة الرسالة۔

(۳) أمّا إذا أعطى.... ليدفع به عن نفسه ظلماً فلا بأس به۔ (مرقاة المفاتيح: الامارة والقضاء ج:۷ ص:۲۴۸)۔ اشاعت الاسلام دهلی۔

(۴) هدية المسلم للمشركين وهی جائزة: (فيض الباری: كتاب الهبة، باب

ھدایۃ المسلم للمشرکین ج:۳ص:۳۷۹)۔ خضر اہ بکڈپو۔

(۵) وأهل الذمّة فی حکم الهبة بمنزلة المسلمین۔ (هندیة: کتاب الهبة ج:۴ ص:۴۰۵)۔ رشیدیه۔

کاغذی تنظیموں کے مالکوں کا چندہ کرنا کیسا ہے؟

سوال: آج کل کئی مدرسوں کے مولاناؤں نے آل انڈیا سطح کی فلاح المسلمین یا فلاح اسلام کے لئے کاغذی تنظیمیں بنا رکھیں ہیں، جنہیں وہ سیاسی مقاصد اور چندہ جمع کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ ان حضرات کا اصل مقصد اپنی جیب بھرنا اور سیاسی تعلقات بڑھانا ہے تو کیا ان حضرات کے اقدام کو صحیح کہا جا سکتا ہے۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

صورت مذکورہ میں ایسے حضرات کا مذکورہ اقدام غیر مستحسن ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ



کتاب المفقود

مفقود الخبر شوہر کی بیوی کا حکم

سوال: مسماۃ زیب النساء کی شادی ہو چکی تھی شوہر مسلسل غائب رہا خبر کی بنا پر اس نے دوبارہ شادی کر لی درمیان میں بیوی، شوہر کے تعلقات خوشگوار رہے، بعدہٗ اس کا پہلا شوہر بھی آ گیا تو پوچھنا یہ ہے کہ بغیر شوہر اول کے طلاق دیئے ہوئے اس کا دوسرا نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟

نیز یہ کہ اب عورت کو رکھنے کا حق دار اور مستحق کون ہے شوہر اول یا ثانی مسئلہ کی وضاحت فرمائیں؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

دوسرا نکاح اگر حسبِ قواعد شرعیہ قاضی یا جماعت مسلمین کے ذریعہ بعد فسخ نکاح ہوا ہے تو صحیح ہے قضاء قاضی کے بعد طلاق کی ضرورت نہیں۔ قال مالك اذا مضى اربع سنين يفرق القاضي بينه وبين امرأته وتعتد مدة الوفاة ثم يتزوج بمن شاءت الخ (ہدایہ ج ۲ ص ۶۲)

وفی الدر المختار انما یحکم بموته بقضاء لانه امر محتمل فمالم ینضم الیه القضاء لا یکون حجة اه (ص ۳۳۱) ثم رایت عبارة الواقعات عن القنیه ان هٰذا ای ماروی عن ابی حنیفة من تفویض موته الی رای القاضی نص علی انه انما یحکم بموته بقضاء الخ (رد المحتار ج ۳ ص ۳۳۲)

اور اگر بغیر قضاء قاضی کے دوسرا نکاح کر لیا تو نکاح ہی صحیح نہیں ہوا بہر حال دونوں صورتوں میں اگر شوہر واپس آ جائے تو بیوی پہلے شوہر کو دے دی جائے گی۔ دوسرے شوہر

کے ساتھ جو نکاح ہوا تھا باطل ہو جائے گا۔ ان زوجته له والاولاد للثاني اه تأمل (شامی ج ۳ ص ۳۳۲)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

مفقود الخبر کا حکم

سوال: ایک عورت کا شوہر تقریباً چھ سال سے گم ہے اب تک اس کا کوئی علم نہیں ہوسکا لڑکی چونکہ جوان ہے اور معصیت میں ملوث ہونے کا ظن غالب بھی ہے ایسی حالت میں از روئے شرع کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً ومصلیاً

صورت مسئولہ میں لڑکی کو چاہئے کہ فوراً اپنے احوال پر مشتمل ایک درخواست دار القضاء یا شرعی پنچایت میں داخل کردے اور دار القضاء یا شرعی پنچایت جو فیصلہ کرے اس کے مطابق عمل کرے اس مسئلہ کا حل اس کے علاوہ اور کہیں نہیں ہے تفریق کا حق صرف دار القضاء یا شرعی پنچایت کو ہے اور بس۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

شوہر تین سال سے لاپتہ ہے، بیوی کب تک انتظار کرے؟

سوال: زید نے خالدہ سے شادی کی اور عام رسم کے مطابق خالدہ کی رخصتی ہوئی اور رسم ہی کے مطالب خالدہ نے اپنے شوہر کے ساتھ دو دن قیام کیا اس کے بعد میکے آئی پھر اس کے بعد زید لاپتہ ہوگیا، اور آج تین سال ہوگئے مگر نہ واپس آیا اور نہ کوئی پتہ ہے کہ کہاں پر ہے تو اس صورت میں خالدہ کتنے دنوں تک انتظار کرے گی؟

الجواب: حامدًا ومصلیًا

خالدہ کو چاہئے کہ بلا تاخیر دار القضاء یا شرعی پنچایت میں درخواست دے کہ میری شادی فلاں ابن فلاں سے تین سال قبل ہوئی تھی اس کے بعد وہ غائب ہوگیا، آج تقریباً تین سال ہوگئے کہیں اس کا پتہ نہیں ہے میں جوان ہوں عزت و ناموس کی حفاظت کے تحت دوسری جگہ شادی کرنا چاہتی ہوں قاضی تحقیق و تفتیش کے بعد حسبِ قاعدہ شرعیہ زید سے نکاح فسخ کردے گا اس کے بعد حسب قاعدہ شرعیہ دوسرے سے نکاح کرنے کی اجازت ہوگی، الحاصل ان جیسے مسائل میں قاضی کو فسخ نکاح کا حق ہوتا ہے، اس لئے دار القضاء کی طرف رجوع کریں۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

شوہر چار سال سے غائب ہے، بیوی کیا کرے؟

سوال: کتاب النساء کا شوہر چار سال سے غائب ہے کتاب النساء کی شادی حالت نابالغی ہی میں ہوگئی تھی اتنی مدت کی غیوبت سے دونوں میں فراق اور جدائی ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اور کتاب النساء کی شادی کسی اور سے ہوسکتی ہے کہ نہیں؟ شوہر کو بہت تلاش کیا گیا لیکن چار سے سے کچھ پتہ نہیں چل رہا ہے۔

الجواب: حامدًا ومصلیًا

کتاب النساء کو چاہئے کہ بلا تاخیر فوراً دار القضاء یا شرعی پنچایت میں ایک درخواست دیدے کہ میں جوان عورت ہوں، چار سال سے میرا شوہر غائب ہے میرا گذر بسر بغیر شوہر کے مشکل ہے، نان ونفقہ کا کوئی انتظام نہیں، نیز میری عزت کا مسئلہ سب سے اہم ہے، قاضی اس درخواست کے تحت کارروائی کرے گا اور حسب ضابطہ نکاح فسخ بھی کرسکتا ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسمیؔ

کتاب الجنایات

جانور اگر نقصان کردے تو ضمان کا حکم

سوال: ہمارے گاؤں میں اکثر و بیشتر بکریوں کے پالنے کا دستور ہے اور بکریاں نیز مرغیاں کھلی رہتی ہیں اکثر ان کے لئے کوئی چرواہا مقرر نہیں ہے جو اس کی دیکھ بھال کرسکے یہ بکریاں دوسروں کے کھیت میں جا کر کھالیتی ہیں اور مرغیاں بھی نقصان کر دیتی ہیں تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ بکری اور مرغی والوں پر ان کے اس نقصان کا ضمان آوے گا یا نہیں اور ضمان آوے گا تو کس صورت میں آیا رات و دن میں کوئی فرق ہے یا دونوں کا حکم یکساں ہے؟ نیز چرواہا ہونے اور نہ ہونے میں کوئی فرق ہے؟

الجواب: حامدًا و مصلیًا

اگر جانور کے ساتھ کے اس کا چرانے والا یا حفاظت کرنے والا موجود ہو اور اس نے غفلت کی اور جانور نے کسی کھیت اور باغ کا نقصان کر دیا تو اس صورت میں جانور کے مالک پر ضمان آتا ہے خواہ یہ معاملہ رات کا ہو یا دن کا ہو۔ اور اگر مالک یا محافظ جانور کے ساتھ نہ ہو اور جانور کسی کے کھیت یا باغ میں خود ہی نکل کر پہونچ جائے اور نقصان کر دے تو اس صورت میں مالک پر ضمان نہیں خواہ رات ہو یا دن۔

لقوله صلی الله علیه وسلم العجماء جبار ای هدر کما رواه الشیخان کذا فی ملتقی الابحر ومن ارسل بهیمة او کلبًا وساقه ضمن ما اصاب فی فوره وفی الطیر لا یضمن وان ساقه و کذا (لا یضمن) فی الدابة والکلب اذا لم یسق (ج ۲ ص ۶۶۲) باب جنایة البهیمة. وهکذا فی تنویر الابصار باب جنایة البهیمة والجنایة علیها. ومن ارسل بهیمة وکان خلفها سائقا لها فاصابت فی فورها ضمن (لانه الحامل لها وان

لم یمش خلفها الخ). وارسل طیراً او کلبًا ولم یکن سائقًا فاصابت مالا او آدمیًا نهارًا او لیلًا لا ضمان علیها فی الکل لقوله صلی الله علیه وسلم العجماء جبار ای المنفلة هدراء اه (ج۵ ص۳۸۹ وج ۵ ص۳۹۰) وهکذا فی التفسیر المظهری (ج۶ ص۲۰۹) وهکذا فی التفسیر معارف القرآن للمفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ (ج۶ ص۲۱۰) تحت قول الله تعالیٰ ولداؤد وسلیمان اذ یحکمان فی الحرث اذ نفشت فیه غنم القوم وکنا لحکمهم شاهدین.

فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

اخرجہ العبد حبیب اللہ القاسم

حبیب الامت، عارف باللہ حضرت مولانا

مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم

کی تصنیفات وعلمی خدمات ایک نظر میں

حبیب الفتاویٰ اول	تحفۃ السالکین
حبیب الفتاویٰ دوم	نوٹ کی شرعی حیثیت
حبیب الفتاویٰ سوم	والدین کا پیغام زوجین کے نام
حبیب الفتاویٰ چہارم	تصوف وصوفیاء اوران کا نظام تعلیم وتربیت
حبیب الفتاویٰ پنجم	حضرات صوفیاء اوران کا نظام باطن
حبیب الفتاویٰ ششم	حبیب العلوم شرح سلم العلوم
حبیب الفتاویٰ ہفتم	حضرت حبیب الامت کی علمی، دینی خدمات کی
حبیب الفتاویٰ ہشتم	ایک جھلک
تحقیقات فقہیہ جلداول	قدوۃ السالکین
رسائل حبیب جلداول	درود وسلام کا مقبول وظیفہ
رسائل حبیب جلددوم	التوضیح الضروری شرح القدوری
صدائے بلبل (اشرف التقاریر) جلداول	خطبات حبیب
احب الکلام فی مسئلۃ السلام	مقالات حبیب
مبادیات حدیث	برکات قرآن
نیل الفرقدین فی المصافحہ بالیدین	علماء وقائدین کے لئے اعتدال کی ضرورت
التوسل بسید الرسل	مسلم معاشرہ کی تباہ کاریاں
المساعی المشکورۃ فی الدعاء بعد المکتوبۃ	جمع الفوائد شرح شرح عقائد
احکام یوم الشک	جہاں روشنی کی کمی ملی وہیں اک چراغ جلادیا
جذب القلوب	

ماہر نباض، طبیب زماں حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان صاحب رحیمی ایم ڈی

نئی طِبّی کتب

موبائل: 9557571573، 9412558230، 9897352213

نام کتاب	تعارف	نٹ قیمت
بیاض حبان	حکماء و اطباء حضرات کے لئے مجربات اور آزمودہ نسخوں کا سہل و گراں قدر اور نایاب مجموعہ	180/-
دل کے امراض کا مکمل علاج	تحقیقی مضامین اور مجرب نسخہ جات پر مشتمل لاجواب مجموعہ	150/-
صحت مند زندگی کے راز	صحت و تندرستی کی فکر رکھنے والے حضرات کے لئے نادر تحفہ	150/-
کینسر کا مجرب علاج	قدیم اور جدید اور تحقیقی مضامین پر مشتمل علامت و پرہیز اور مجرب نسخہ جات	120/-
فاسٹ فوڈ موت کا سامان	پزا برگر میگی پاستہ چیونگم غیر طبعی ماکولات و مشروبات، پر مشتمل لاجواب مجموعہ	150/-
بحرے طب سے چند موتی	میڈیکل اور طبی دنیا سے تعلق رکھنے والوں کے لئے بیش بہا معلوماتی خزانہ	150/-
کلید شفاء	امراض و علامات، تشخیص و ادویات اور گھریلو علاج و پرہیز پر مشتمل لاجواب مجموعہ	240/-

دمہ کا مجرب علاج	جدید میڈیکل سائنس اور طب یونانی کے تحقیقی مضامین پر مشتمل لاجواب مجموعہ	150/-
پھلوں سے علاج	(موسمی پھل اور عام دستیاب قدرتی نعمتوں کے ذریعہ مرض سے بچنے کے مجرب نسخہ جات	60/-
شگر کا کامیاب علاج	ذیابطیس کے نقصانات، احتیاطی تدابیر اور اس مرض سے بچنے کے مجرب نسخہ جات	60/-
ترکاریوں سے علاج	گھر میں موجود سبزیوں کی افادیت اور تحقیقی مضامین و مجرب نسخہ جات	60/-
دعوت وفکر وعمل		120/-
کنز العارفین		120/-
معدہ جگر طحال کا مجرب علاج		150/-
تحفۂ حسن وجمال		180/-
فضائل اعمال کی فضیلت واہمیت		55/-
وزن کم کرنے کا آسان علاج		120/-
ایک نئی دنیا کی تلاش (اول، دوم سوم)		250/-

ملنے کا پتہ:

یہ تمام دینی وطبی کتابیں مکتبہ طیبہ نزد قاضی مسجد دیوبند ضلع سہارنپور سے حاصل کی جاسکتی ہیں۔

علماء اور واعظین کے لئے بہترین تحفہ

علمی مضامین کامل

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ؒ
اس انمول کتاب میں سینکڑوں دلچسپ، نصیحت آموز ومزاحیہ حکایات کو جمع کیا گیا ہے جن کو
پڑھنے سے دین ودُنیا کے مسائل حل ہوتے ہیں
نٹ قیمت :-/100

جدید کتابت کے ساتھ

جواہراتِ فاروقی ؒ

(اوّل، دوم)

از افادات: حضرت مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی

ترتیب: مولانا شبیر فاروقی

نظر ثانی: مولانا مفتی اکرام صاحب، روڑکی

نٹ قیمت :-/150

(۱) گناہوں سے بچئے اللہ کا محبوب بنئے قیمت:-/30

(۲) اللہ کا پیار بننے کا طریقہ قیمت:-/45

(۳) اللہ سے تعلق قائم کرنے کا طریقہ قیمت:-/40

یہ تینوں قیمتی تالیفات جناب محمد ارسلان صاحب کی محنت و عرق ریزی کا نتیجہ ہیں، ہر مسلمان کی خواہش ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جائے اور اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرنے لگ جائیں، سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے حصول کا طریق کار کیا ہے؟ یہ کیونکر پتہ چل سکتا ہے کہ کون اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے اور کون نہیں؟ اور یہ کہ محبتِ الٰہی کی علامات کیا ہیں؟

یہ کتابیں حصول محبت الٰہی کے متلاشیوں کے لئے، گناہوں کے سمندر میں غوطہ لگانے والوں کے لئے، دل میں غیر اللہ کو بسانے والوں کے لئے، نفس کی چاہتوں پر چلنے والوں کے لئے، اپنے کو بڑا سمجھنے والوں کے لئے، مسلمان کی دل آزاری کرنے والوں کے لئے، نفس و شیطان کے دباؤ کی وجہ سے توبہ نہ کرنے والوں کے لئے، سنت کا مذاق اڑانے والوں کے لئے اور آخرت کی فکر سے غافل رہنے والوں کے لئے نہایت ہی مفید اور اثر انگیز تحفہ ہیں۔

دینی مدارس ماضی حال مستقبل

اسلامی معاشرے کی بقاء کے لئے دینی مدارس کیا اہمیت رکھتے ہیں، دینی مدارس معاشرے کو کیا دے رہے ہیں، دینی مدارس کا منظم آغاز کب ہوا، دینی مدارس کے نصاب و نظام پر مختلف جہتوں سے ہونے والے اعتراضات کی حقیقت کیا ہے، درس نظامی کا پس منظر کیا ہے، دینی مدارس کا نظام زندگی کیا اور کیسے ہے، دینی مدارس کے نصاب و نظام کے تعارف پر مشتمل ایک فکر انگیز کتاب۔ نٹ قیمت:-/40

تجارت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر میں

تجارت کے آداب و فضائل اور اصول و قواعد سے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی منتخب چالیس احادیث کی سہل اور عام فہم تشریح۔ جو لوگ تجارت کو دنیاوی معاملہ سمجھتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ دین سے اس کا کوئی تعلق نہیں ان کی یہ سوچ درست نہیں بلکہ تجارت بھی دین کا ایک شعبہ ہے اور بات یہیں تک محدود نہیں بلکہ نیک مسلمان تاجر تو قیامت کے دن انبیاء علیہم السلام، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوں گے اس سے بڑھ کر تجارت کی کیا فضیلت ہو سکتی ہے۔ زیر نظر کتاب میں انہیں گوشوں کو اجاگر کیا گیا ہے۔ نٹ قیمت:-/45

فیشن پرستی اور اس کا علاج

فیشن پرستی کا مرض وبائی صورت اختیار کرتا جا رہا ہے بلکہ کر چکا ہے، جس نے مسلمانوں کی اسلامی معاشرت کو سخت نقصان پہنچایا ہے اور وہ سادگی اور بے تکلفی جو اسلام نے معاشرت کے راستے سے مسلمانوں میں پیدا کی تھی اسے شدید ترین نقصان پہنچا ہے۔ بالفاظ دیگر مسلم کی مسلمانہ خصوصیات کالعدم ہو کر رہ گئیں، حال یہ ہے کہ عقائد بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ زیر نظر کتاب اسی موضوع پر ہے جس میں سینما، فیشن اور موسیقی کے مضرات کو اچھی طرح واضح کیا گیا ہے نیز ان کی اصلاح کا طریقہ بھی بتلایا گیا ہے۔ یہ کتاب اہم اور قابل مطالعہ ہے۔ نٹ قیمت:-/50

سوانح حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب

دنیائے اسلام کی معروف شخصیت، مشہور اہل قلم شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہا لعالی کے حالات و کارناموں پر مشتمل ایک سوانحی خاکہ جس میں حضرت والا کی حیات و خدمات کو جامع اور مختصر انداز میں ترتیب دیا گیا ہے۔ شائقین اور اہل علم حضرات کے لئے ایک عظیم الشان علمی تحفہ۔ نٹ قیمت:-/45

تفسیری خطباتِ حبان

''تفسیری خطباتِ حبان'' قرآنِ مجید کی منتخب آیات کا ترجمہ اور قصائصِ قرآن وخلاصۂ تفسیر کا عام فہم مجموعہ ہے، جس میں عربی خطبہ کے بعد حضرت سیماب اکبر آبادیؒ کے منظوم ترجمۂ قرآن سے آیات کے اردو اشعار بھی لگائے گئے ہیں، اسی طرح علامہ اقبالؒ کے منتخب اشعار اور چند قرآنی قصائص بھی جا بجا لائے گئے ہیں۔ تاکہ سامع کے لئے نشاۃ اور دلچسپی کا باعث ہو۔

592 صفحات پر مشتمل یہ کتاب ائمہ، واعظین، خطباء، مبلغین اور تازہ واردان بساط کی تفسیر کے لئے مختصر وقت میں منزل مطلوب تک پہونچ جانے کے لئے بیش قیمت زادرہ ہے۔

نٹ قیمت:- **300/-**

استاذ

فرش سے عرش تک پہونچانے والی ذات صفات حقائق کے آئینہ میں

استاذ کا منصب اور فضیلت	شاگردوں کے سامنے کسی کی برائی نہ کریں
استاذ کے اخلاق کیسے ہوں	شاگرداں کی ترتیب کی بنیاد مستحکم ہے
استاذ بننے سے پہلے	شاگردوں کے ساتھ خیرخواہی کا انمول سبق
استاذ کیسے ہوجانا چاہئے	شاگردوں کی سمجھ کے مطابق انداز درس اختیار کریں
استاذ صفات کے آئینے میں	علمی افادیت کے لئے درسگاہ کو یہ فضا بنائے
استاذ کا مقام بلند	ذاتی خدمت لینے میں احتیاط کریں